عربی زبان و ادب
میں
روہیل کھنڈ کا حصّہ
مؤلّف
ڈاکٹر ابو سعد اصلاحی
پیش لفظ
ڈاکٹر وقار الحسن صدیقی
رام پور رضا لائبریری
قلعہ رام پور، رام پور
(یو پی) ۲۴۴۹۰۱

عربی زبان و ادب

میں

روہیل کھنڈ کا حصہ

مؤلف

ڈاکٹر ابو سعد اصلاحی

پیش لفظ

ڈاکٹر وقار الحسن صدیقی

رام پور رضا لائبریری

قلعہ رام پور، رام پور

(یوپی) ۲۴۴۹۰۱

فہرست مضامین

۵۔ باب پنجم

نقشہ روہیل کھنڈ
تبت
نیپال
راجستھان
مدھیہ پردیش
لکھنؤ
دہلی
متھرا
آگرہ

پیش لفظ

ہندوستان زبانوں اور بولیوں کا ملک ہے جس میں کم وبیش ۲۸۳ بولیاں رائج ہیں۔مختلف زبانیں مختلف رسم الخط میں ہندوستان کو کثرت میں وحدت کا ایک خوشنما گلدستہ بناتی ہیں جس میں بھانت بھانت کے لوگ اپنے اپنے مذہب اور دین کے مطابق زندگی گزار رہے ہیں۔عہدِ قدیم سے ساحلی ہندوستان کے عربوں سے تعلق کی تاریخ گواہ ہے۔عربوں کی جغرافیہ دانی اور تجارت کی غرض سے دنیا میں سمندری راستوں کے اسفار بھی کسی سے پوشیدہ نہیں ہیں۔

ہندوستان میں اسلام کی آمد کے بعد ہندوستانیوں کے دلوں میں یہ خواہش ہوئی کہ وہ بھی عربی زبان وادب کے لئے کچھ کارہائے نمایاں انجام دیں اور بلا مبالغہ ہندوستان نے اس میدان میں بڑے معرکے سر کئے۔جن میں ہندوستانی علماء کا مختلف عربی موضوعات پر قلم اٹھانا اہمیت کا حامل ہے۔

سچ یہ ہے کہ ہندوستانیوں کا عربی ادب کے فروغ میں جورول رہا ہے اسے ہندوستانی دانشوروں کی ذہنی، فکری اور علمی ترقیات کے آئینے میں دیکھا جا سکتا ہے۔ اس سلسلے میں جرمن مستشرق بروکلمان نے اپنی کتاب ''تاریخ ادب عربی'' میں ہندوستانی عربی ادب سے متعلق ایک الگ باب قائم کر کے ہندوستانی عربی علماء محققین اور ان کے کارناموں کو دادِ تحسین پیش کی ہے ان کے بعد ڈاکٹر زبید احمد نے اپنی کتاب ''کنٹری بیوشن آف دی انڈیا ٹو دی عربک لٹریچر'' میں ابتدائی زمانے سے ہندوستان کی پہلی جنگِ آزادی کی لڑائی (۱۸۵۷ء) تک عربی تصنیفات کا ایک مفصل

جائزہ پیش کیا ہے۔

معاصر زمانے میں بھی عربی ادب سے متعلق یونیورسٹیوں کے شعبہ ہائے عربی اور دیگر اکاڈمیوں میں مذکورہ بالا عنوان پر تحقیقی کام انجام دیے جا رہے ہیں چونکہ ہمارا ملک نہایت وسیع وعریض ہے اس لئے مرکزی حیثیت سے کسی بھی جگہ مکمل کام کی گنجائش کم ہے۔ غالبًا اسی لئے علاقائی سطح پر اس نوعیت کے تحقیقی وعلمی کام جاری ہیں۔

تمام عربی تصانیف پر کوئی ایک سیر حاصل تحقیقی کام جو ہر اعتبار سے مبسوط ہو ممکن نہیں ہے البتہ ملک کے مختلف گوشوں میں علاقائی سطح پر ہر علاقے میں عربی تصانیف کا جائزہ ممکن بھی ہے اور قدرے آسان بھی۔ اس سمت میں اب تک صوبائی اور علاقائی سطح پر عربی تصانیف کا جائزہ لیا جاتا رہا ہے مگر یہ جائزہ اس وقت تک مکمل نہیں ہوسکتا جب تک ہم سبھی صوبوں اور علاقوں میں عربی زبان کی تصانیف اور عربی ادب کے دانشوروں کی خدمات کا خلوص دل سے اعتراف نہ کریں۔ روہیلکھنڈ ہمیشہ سے مردم خیز خطہ رہا ہے جہاں تاریخ، ثقافت، تہذیب اور ادب پر مایۂ ناز کتابیں تالیف ہوئی ہیں۔ مدرسہ عالیہ رامپور جیسا ادارہ مدتوں سے عربی زبان وادب کی خدمت کرتا رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے جب افسر بکارِ خاص کی حیثیت سے رام پور رضا لائبریری کی ذمہ داری سنبھالی تو مجھے اس علاقہ کے ادب وثقافت سے خصوصی دلچسپی پیدا ہوئی چنانچہ اس موضوع پر میں نے لائبریری میں سمینار ولکچرس منعقد کرائے۔ رضا لائبرریری جرنل میں یہاں کے ادب وثقافت سے متعلق موضوعات کو شامل کرنے پر زور دیا اور متعدد کتابیں شائع کیں جیسے ادب گاہِ رام پور، رام پور کا دبستانِ شاعری، رضا لائبریری کی علمی وراثت، مسدس تہنیتِ جشنِ بے نظیر، تذکرہ ہنرمندانِ رام پور، تاریخ رام پور، تاریخ روہیلکھنڈ، کتاب مدرسہ عالیہ رام پور: ایک

تاریخی درسگاہ، رام پور کے شکاری اور شکار وغیرہ۔ پچھلے ۱۰ سالوں میں، میں نے لائبریری سے تقریباً 45 کتابیں شائع کی ہیں جو ایک ریکارڈ ہے۔

رام پور رضا لائبریری کے اسسٹنٹ لائبریرین ڈاکٹر ابوسعد اصلاحی کی کتاب ''عربی زبان و ادب میں روہیلکھنڈ کا حصہ'' علاقائی سطح پر عربی تصانیف کی نہایت جامع اور مبسوط کتاب ہے جس کی حیثیت عربی ادب میں تحقیقی کام کرنے والوں کے لئے ایک یادگاری دستاویز کی ہے جس میں محقق نے روہیلکھنڈ میں عربی زبان وادب سے متعلق علماء ودانشوروں کی عربی تصانیف جو اب تک مختلف تذکروں، مطبوعات ومخطوطات میں منتشر تھیں ان کو کتاب میں سمو کر نیز اس پر جامع جائزہ اور تجزیہ کر کے ان کی افادیت کو دوچند کر دیا ہے۔ اب یہ تالیف روہیلکھنڈ میں عربی زبان وادب کی تاریخ پر کوئی بھی تحقیقی کام کرنے والوں کے لئے ایک مآخذ کا کام کرے گی۔

مجھے قوی امید ہے کہ ڈاکٹر ابوسعد اصلاحی کی کتاب ''عربی زبان وادب میں روہیلکھنڈ کا حصہ'' روہیلکھنڈ خطے میں مختلف ادوار میں عربی زبان وادب میں علمی وادبی آثار نیز اس کی تاریخ اور ادب کی تفہیم میں معاون ومددگار ہوگی۔

آخیر میں، میں رام پور رضا لائبریری بورڈ کے چیئرمین عالی جناب شری وشنو کانت شاستری، گورنر اتر پردیش اور رضا لائبریری بورڈ کے ممبران، خاص طور پر پروفیسر شاہ عبدالسلام صاحب اور سابق ممبران میں سے پروفیسر نثار احمد فاروقی صاحب کا شکر گذار ہوں جنھوں نے علمی وثقافتی امور میں ہمیشہ میری مدد اور ہمت افزائی کی ہے۔

ڈاکٹر وقارالحسن صدیقی

افسر بکارِ خاص،

رام پور رضا لائبریری، رام پور

نواب فیض اللہ خاں

حافظ الملک حافظ رحمت خاں

نواب مستطاب نجیب الدولہ بہادر

مقدمہ

ہندوستان میں شروع ہی سے مسلمانوں نے سرکاری زبان کے طور پر فارسی کا استعمال کیا ہے اس لئے قدرتی طور پر فارسی زبان وادب نے ہندوستان میں زیادہ فروغ پایا۔ عربی چونکہ مسلمانوں کی دینی وعلمی زبان تھی اس لئے اس کا رواج علماء اور مدارس کے حلقوں تک محدود رہا پھر بھی چونکہ اپنی مذہبی اہمیت وافادیت اور علمی وادبی سرمائے کے لحاظ سے عربی زبان فارسی سے کہیں زیادہ فائق تھی اس لئے علمائے ہند نے دقیق علمی و دینی مسائل پر اظہارِ خیال کی لئے عربی کو بھی اپنایا۔ اس طرح عہد سلطنت دہلی اور پھر مغل عہد میں عربی زبان وادب پر اپنی کمیت وکیفیت کے لحاظ سے بہت قیمتی کام ہوا اور علم وادب کی کوئی شاخ ایسی نہیں بچی جس میں ہندوستانی علماء نے عربی میں اظہار خیال نہ کیا ہو اور عالم عربی و عالم اسلام نے اس کا اعتراف نہ کیا ہو۔

البتہ یہ بات ضرور ہے کہ ہندوستان میں لکھے جانے والے عربی ادب کا کوئی مفصل و جامع تذکرہ باقاعدہ نہیں مرتب ہوا بلکہ وہ ہندوستان کی فارسی تاریخ وتذکرہ کی کتابوں میں جا بجا پھیلا ہوا ہے۔ ہندوستان کے عربی مصنفین کے تذکرے کی ابتدائی شکلیں محمد عوفی کی لباب الالباب اور جوامع الحکایات۔ شیخ عبدالحق دہلوی کی اخبار الاخیار۔ آزاد بلگرامی کی سبحۃ المرجان، ماثر الکرام اور خزانۂ عامرہ اور اس کے بعد نواب صدیق حسن خاں کے تذکروں ابجد العلوم وغیرہ اور مولانا عبدالحی حسنی کی نزہۃ الخواطر اور مولانا رحمان علی کی تذکرہ علماء ہند میں ملتی ہیں۔ انھیں کتب سے استفادہ کر کے ڈاکٹر زبید احمد نے ۱۸۵۷ء تک کے ہندوستان کے عربی مصنفین کا ایک جامع تذکرہ مرتب کیا جو اس موضوع پر پہلی باقاعدہ علمی کوشش کی حیثیت رکھتا ہے۔

پھر ڈاکٹر محمد یونس نگرامی مرحوم نے ۱۸۵۷ء سے ۱۹۴۷ء تک کے ہندوستان کے عربی مصنفین کا ایک مختصر تذکرہ مرتب کیا اسی طرح پروفیسر شبیر احمد ندوی قادر آبادی نے عہد مغلیہ میں عربی زبان وادب کا جائزہ لیا ڈاکٹر مولانا شمس تبریز خاں صاحب نے ابتدائی عہد سے عہد مغلیہ تک کے عربی ادب پر روشنی ڈالی۔ ڈاکٹر مسعود انور علوی نے اودھ کے عربی ادب پر اجمالی تبصرہ کیا اسی ضمن میں پروفیسر محمد سالم قدوائی صاحب کی کتاب "ہندوستانی مفسرین اور ان کی عربی تفسیریں" ایک اہم کارنامہ ہے اس میں انھوں نے بڑی ہی دیدہ ریزی کے ساتھ ہندوستانی علماء کی عربی تفسیروں کا جائزہ لیا ہے۔ یہ کتاب اپنی نوعیت کے اعتبار سے بے حد اہم اور معلومات افزا ہے۔

ان کاموں کو دیکھتے ہوئے مجھے یہ خیال پیدا ہوا کہ ہندوستانی تاریخ کے اہم ادوار کے ساتھ عربی سے متعلق صوبائی اور علاقائی علمی وادبی سرگرمیوں کا بھی تحقیقی جائزہ لیا جانا چاہیے تا کہ ان علاقوں سے متعلق عربی میں علمی ودینی خدمات زیادہ تحقیق وتفصیل کے ساتھ پردہ خفا سے نکل کر منظر عام پر آئیں اور ان کی قدر و قیمت کا صحیح اندازہ ہو سکے اور ان سے استفادہ کیا جا سکے۔

اس جذبے کے تحت میں نے روہیل کھنڈ کے علماء کی عربی خدمات پر تحقیقی کام کرنے کا فیصلہ کیا۔ تھوڑی سی توجہ اور مطالعہ سے یہ بات سامنے آئی کہ عہد مغلیہ کے بعد قائم ہونے والی ریاست روہیل کھنڈ کے دوسو سالہ دور میں عربی میں سو سے زیادہ علماء نے تقریباً تین سو سے زائد کتابیں تصنیف کی ہیں جن کی اہمیت اور قدر و قیمت ہندوستان کے علاوہ عالم اسلام میں مسلم ہے اور ان میں بہت سی کتابیں شائع بھی ہو چکی ہیں اور بقیہ ہند اور بیرون ہند کے بڑے کتب خانوں کے قیمتی ذخیرے میں محفوظ ہیں۔

چنانچہ ان سب باتوں سے حوصلہ پا کر میں نے اس موضوع پر کام کرنے کا مصمم ارادہ کیا اور اس موجودہ عنوان کا انتخاب کیا۔ جب استادِ محترم ڈاکٹر شاہ عبدالسلام صاحب

پروفیسر شعبۂ عربی، لکھنؤ یونیورسٹی نے اپنی نگرانی میں مجھے اس عنوان پر کام کرنے کی منظوری دیدی تو مجھے بے حد مسرت ہوئی۔ یہ موضوع یقیناً بہت وسیع ہے اور اس مختصر رسالے میں اس کا پورا حق ادا کرنا کوئی آسان کام نہیں۔ میں نے حتی الامکان حق ادا کرنے کی کوشش کی ہے۔ مجھے توقع ہے کہ یہ حقیر کوشش علاقائی ادب پر کام کرنیوالوں کے لئے مزید حوصلہ افزائی کا باعث بنے گی۔

میں نے اس مقالہ میں روہیلکھنڈ کے علماء وادباء کی عربی تصنیفات اور خدمات کو جمع کرنے کی کوشش کی ہے۔ روہیلکھنڈ کے قیام سے اختتام (۱۷۴۱ تا ۱۹۴۹) تک اس علاقے میں عربی زبان وادب میں جس قدر کام ہوا ہے اور جتنی عربی کتابیں لکھی گئیں ہیں ان سب کو جمع کرنا اس مقالہ کا مقصد ہے اس کام کو انجام دینے کے لئے سب سے پہلے میں نے تذکرہ کی مختلف کتابوں اور کیٹلاگس کی مدد سے عربی زبان وادب کے علماء وفضلاء اور ان کی عربی تصنیفات کی فہرست تیار کی ہے پھر مصنفین کے حالات کے ضمن میں مزید کتابیں اور دریافت شدہ عربی مخطوطات کی مدد سے مزید مصنفین کا تذکرہ ڈھونڈنے کی کوشش کی۔ یہاں تک کہ ہر ممکنہ ماخذ سے مواد اکٹھا کرنے کے بعد آخری مرحلہ میں ۱۰۰ شخصیات اور ان کی ۳۰۰ عربی تصانیف پر مشتمل ایک فہرست تیار ہوسکی ہے اس کوشش کے باوجود اب بھی تلاش کرنے پر مزید عربی کتابوں کے ملنے اور مصنفین کی تعداد میں اضافے کا امکان ہے۔

بنیادی طور پر یہ مقالہ دو بڑے حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلا حصہ عربی تصنیفات پر مشتمل ہے جسے موضوع کے اعتبار سے تقسیم کیا گیا ہے اور یہی اس مقالہ کا اصل کام ہے۔ دوسرا اہم حصہ مصنفین کے تذکرے اور اوران کے علمی کارناموں پر مشتمل ہے۔ دونوں حصے ایک دوسرے سے متعلق ہیں اور ایک دوسرے کی تکمیل کرتے ہیں۔ اس مقالہ کو چار ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔

باب اوّل: روہیلکھنڈ کی مختصر تاریخ

اس باب میں روہیلکھنڈ کی مختصر تاریخ بیان کی گئی ہے تا کہ اس عہد کی سماجی، سیاسی معاشی اور علمی ماحول کا نقشہ نگاہ میں رہے اور اس کی روشنی میں علماءِ روہیلکھنڈ کی علمی خدمات اور ان کی تصنیفات کی اہمیت اور قدر و قیمت کا اندازہ کرنے میں مدد مل سکے۔

باب دوم: ہندوستان میں عربی زبان و ادب کی سرگرمیاں اور اس کی ترقی میں روہیلکھنڈ کا حصہ۔ اس باب میں ہندوستان کے عربی ادب پر مختصر روشنی ڈالتے ہوئے روہیلکھنڈ میں عربی زبان و ادب کی سرگرمیوں علماء فضلاء کے علمی کارناموں اور عربی زبان و ادب میں نوابین امراء رؤساء اور عربی مدارس کی خدمات کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

باب سوم: روہیلکھنڈ کا عربی سرمایہ اور اس کی موضوع وار تقسیم اور تعارف۔

مقالے کا پہلا اہم حصہ ہے اس میں روہیلکھنڈ کے عربی سرمایہ کی مکمل فہرست اور اہم تصنیفات کی تفصیل ہے انھیں موضوع کے اعتبار سے تقسیم کیا گیا ہے اور ان موضوعات کو کل بارہ فصلوں کے تحت رکھا گیا ہے۔

اس باب کو تیار کرنے میں سب سے پہلے مختصراً ہر ایک فن کی تعریف بیان کی گئی ہے۔ اس کے بعد اس فن میں بیرونِ ہند اور ہندوستان میں لکھی گئی مشہور کتابوں کا ذکر کیا گیا ہے تا کہ اس فن کے علوم و فنون کا ارتقاء اور مختلف عہد کی کتابوں کا ایک اجمالی خاکہ ذہن میں آ جائے اور اس کی مدد سے روہیلکھنڈ کی کتابوں کی قدر و قیمت اہمیت اور افادیت کا اندازہ لگایا جا سکے۔ اس کے بعد اس فن میں روہیلکھنڈ کی عربی کتابوں کی فہرست اور ان کے مآخذ و مراجع کے حوالے دیئے گئے ہیں کیونکہ عام طور پر یہ دیکھا گیا ہے کہ تذکرہ نگار کسی شخصیت کے ضمن میں ان کی تصنیفات کا ذکر کرتے وقت زبان کے بارے میں وضاحت نہیں کرتے ہیں

جس کی وجہ سے بعض اوقات یہ معلوم کرنا مشکل ہوتا ہے کہ یہ کتاب کس زبان میں ہے لہٰذا اس باب میں میں نے صرف انھیں کتابوں کو شامل کیا ہے جن کے بارے میں پوری طرح اطمینان کرلیا ہے کہ یہ عربی زبان کی کتاب ہے اور ساتھ ہی اس ماخذ کا حوالہ دیا ہے جسے دیکھ کر ان کے عربی زبان ہونے کے بارے میں اطمینان کیا جا سکتا ہے۔ اگر قلمی نسخہ ہے تو ذخیرے کا حوالہ دیا ہے اگر شائع ہو چکی ہے تو مطبع کا نام مقام اور سنہ وغیرہ دیا گیا ہے اور اگر صرف کہیں ذکر آیا ہے تو اس ماخذ کا بھی حوالہ دیا گیا ہے۔ اس باب کو موضوع کے اعتبار سے تقسیم کرنیکا مقصد یہ بھی ہے کہ عام طور پر اسکالر کتابوں کو موضوع کے اعتبار ہی سے تلاش کرتے ہیں تذکرے کی کتابیں ان کے اس مقصد میں زیادہ مددگار ثابت نہیں ہوتی ہیں۔ یہ مقصد کیٹالاگ سے پورا ہوتا ہے جو عام طور پر موضوع کے اعتبار سے تیار کئے جاتے ہیں۔ کتابوں کی فہرست کے بعد خاص اور اہم کتابوں کا تعارف شامل کیا گیا ہے۔ اس سلسلہ میں اگر زیرِ تعارف کتاب رضالائبریری میں موجود ہے تو اصل کتاب دیکھ کر تعارف لکھا گیا ہے۔ اگر کتاب لائبریری میں موجود نہیں ہے تو دوسرے ماخذ سے مدد لی گئی ہے اور اس کا حوالہ دیا ہے مثلاً ''الافادات العزیزیہ'' از مولانا رفیع الدین مرادآبادی کی تفصیل میں نے ڈاکٹر سالم قدوائی کی کتاب'' ہندوستانی مفسرین اور ان کی عربی تفسیریں'' سے حاصل کی ہے۔

کتابوں کے ساتھ ان کے مصنفین کا تذکرہ یقیناً زیادہ مناسب ہے لیکن میں نے اس مقالے کو دو حصوں میں تقسیم کر کے مصنفین کا تذکرہ علیحدہ سے باب چہارم میں اس لئے کیا ہے تاکہ مختلف فنون میں ایک ہی مصنف کی کتابوں کے ضمن میں ان کے حالات کو بار بار دہرانے سے بچا جا سکے۔

باب چہارم: تذکرہ مصنفین روہیلکھنڈ۔

یہ باب اس مقالہ کا دوسرا اہم حصہ ہے۔ اس حصہ میں روہیلکھنڈ کے عربی زبان و

ادب کے مصنّفین ادباء وشعراء اوران کے علمی کارناموں کی فہرست ہے اس میں روہیلکھنڈ کے صرف انھیں شخصیتوں کے حالات شامل کئے گئے ہیں جن کی کسی عربی تصنیف یا عربی کلام کے بارے میں وثوق سے معلوم ہوا ہے روہیلکھنڈ کی شخصیتوں کے زمرے میں ان لوگوں کو شامل کیا گیا ہے جن کا اس علاقے سے تعلق رہا ہے اوران کی شناخت اسی روہیلکھنڈ کے علاقے سے جڑی رہی ہے اس اصول کے تحت جو لوگ اس علاقے میں پیدا ہوئے پھر باہر چلے گئے یا اس کے برعکس جو علاقے سے باہر پیدا ہوئے لیکن اس علاقے میں اس حد تک رہے کہ ان کے نام کے ساتھ علاقے کی پہچان جڑ گئی اور تذکرہ نگاروں نے انھیں روہیلکھنڈ کے علماء میں شامل کیا ہے۔ مثلاً ملا حسن، اور ملا بحر العلوم اگر چہ لکھنؤ میں پیدا ہوئے لیکن اس علاقے میں رہنے کی وجہ سے تذکرہ نگاروں نے انھیں روہیلکھنڈ کے عالموں کی جماعت میں شمار کیا ہے۔ اس باب میں علماء کے تذکرہ کو تاریخِ وفات کے اعتبار سے مرتب کیا گیا ہے۔

باب پنجم : خاتمہ

اس باب میں روہیلکھنڈ کے عربی سرمایہ پر مجموعی اعتبار سے تبصرہ کیا گیا ہے اور مختلف پہلوؤں سے اس کی اہمیت اور قدر و قیمت متعیّن کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

اس مقالہ کے مکمل ہونے کے بعد میرا یہ خوشگوار فریضہ ہے کہ میں ان تمام لوگوں کا شکریہ ادا کروں جنھوں نے اس تحقیقی کام کے سلسلے میں مجھے تعاون دیا ہے اور جن کی شفقتوں مہربانیوں اور حوصلہ افزائی کی وجہ سے میں یہ کام مکمل کر سکا ہوں۔

سب سے پہلے میں اپنے مشفق رہنما استاذِ محترم ڈاکٹر شاہ عبد السلام صاحب پروفیسر شعبہ عربی لکھنؤ یونیورسٹی کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کی ذات اظہارِ تشکر سے بالاتر ہے ان کی شفقتوں اور مہربانیوں کے سلسلے میں میرے جو جذبات ہیں اس کے اظہار کیلئے الفاظ ناکافی ہیں اگر قدم قدم پر مجھے ان کی رہنمائی اور حوصلہ افزائی نہ ملی ہوتی تو اس کام کو پورا کر پانا یقیناً ناممکن تھا۔

میں ڈاکٹر وقار الحسن صدیقی صاحب، اوایس ڈی رامپور رضا لائبریری کا تہِ دل سے احسان مند ہوں جنھوں نے نہ صرف اس تحقیقی کام کو کرنے کی اجازت دی بلکہ موقع اور

ماحول بھی فراہم کیا اور سچ بات تو یہ ہے کہ انھیں کی حوصلہ افزائی اور وقتاً فوقتاً علمی رہنمائی نے مجھے اس کام کو مکمل کرنے کا حوصلہ دیا اور پھر انھیں کی بدولت میں ان سطروں کو لکھنے کے قابل بن سکا۔ میں تہہِ دل سے صدیقی صاحب کا ممنون واحسان مند ہوں۔

میں پروفیسر عبید اللہ فراہی صاحب چیئرمین شعبۂ عربی لکھنؤ یونیورسٹی کا بیحد ممنون و متشکر ہوں کہ انھوں نے اپنے شعبہ سے مجھے پی ایچ ڈی کرنے کی اجازت دی اور میری ہر طرح سے حوصلہ افزائی فرمائی۔ اس کے علاوہ میں شعبۂ عربی کے تمام اساتذہ خصوصاً پروفیسر شبیر احمد ندوی، ڈاکٹر اشفاق احمد ندوی اور ڈاکٹر شمس تبریز خاں صاحب کا بہت ہی ممنون ہوں کہ ان حضرات کی تحریروں سے بھی مجھے اس کام کو مکمل کرنے میں بڑی مدد ملی ہے۔

میں اس کتاب کی اشاعت کے سلسلے میں خاص طور سے ڈاکٹر علیم اشرف خاں سینئر لکچرر شعبۂ فارسی دہلی یونیورسٹی اور جناب تنظیم رضا قریشی صاحب کا خصوصی طور پر ممنون ہوں جنھوں نے اس کتاب کی پروف ریڈنگ کی اور کتاب کا اشاریہ تیار کیا جس کے باعث کتاب کی افادیت میں اضافہ ہوا ہے۔

میں اپنے ساتھی محمد ارشاد ندوی اور تابش انوار کا بھی میں بہت ہی شکر گزار ہوں جنھوں نے اپنے مفید اور قیمتی مشوروں سے نوازا اور ہر موقع پر عملی تعاون دیا۔

لائبریری کے دیگر ساتھی جنھوں نے کسی نہ کسی صورت میں میری مدد کی ہے ان میں سے جناب عتیق جیلانی، جناب سید احمد میاں، احداللہ خاں، زبیر محمود، محمد دانش، ناظمہ بی، مرزا راشد حسین، پرکاش بہادر سکسینہ، بلقیس فاروقی وغیرہ میرے شکریہ کے مستحق ہیں۔

آخیر میں اس موقع پر میں اپنے گھر کے افراد کا بھی شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں جنھوں نے اس کام کے لئے مجھے پرسکون ماحول فراہم کیا۔

میں رامپور رضا لائبریری رامپور، مولانا آزاد لائبریری علیگڑھ، خدا بخش لائبریری

پٹنہ، ڈاکٹر ذاکر حسین لائبریری جامعہ ملّیہ اور ٹیگور لائبریری لکھنؤ کے ذمہ داروں اور کارکنوں کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں کہ ان حضرات کے تعاون سے مواد کی فراہمی اور اہم کتابوں کے حصول میں بڑی مدد ملی۔

یہ مقالہ کتابی شکل میں اہل علم کی خدمت میں پیش ہے۔اسکی اشاعت ڈاکٹر وقارالحسن صدیقی صاحب کی مرہون منت ہے۔اگر انکی نظر کرم نہ ہوئی ہوتی تو ممکن تھا یہ بھی دیگر بہت سے مقالے کی طرح طاق نسیاں کا شکار ہو جاتا یا مدتوں طباعت کے انتظار میں پڑا رہتا۔یہ رضالائبریری کی خوش قسمتی ہے کہ ڈاکٹر صدیقی صاحب لائبریری کے افسر بکار خاص ہیں۔انکی زیر نگرانی لائبریری نے گزشتہ دس سالوں میں بہت زیادہ ترقی کی ہے۔درجنوں کتابیں شائع ہوئیں۔متعدد علمی سمینار منعقد ہوئے۔لائبریری میں کنزرویشن لیباریٹری اور کمپیوٹر سیکشن قائم ہوئے۔لائبریری کے ہر شعبے میں ترقی ہوئی۔موصوف نہایت فعال اور ہمہ جہت شخصیت کے مالک ہیں۔انکی علم دوستی، ادب نوازی، وسعت مطالعہ اور وسیع القلبی کا ہر شخص معترف ہے۔ایک بار میں پھر ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ ان کی خاص توجہ کی وجہ سے یہ کتاب منظر عام پر آرہی ہے۔

اس کتاب میں زبان و بیان کی بہت سی خامیاں ملیں گی۔ممکن ہے بہت سی کتابیں اور بہت سے عالموں کا تذکرہ رہ گیا ہو۔اور بہت سی معلومات میں غلطیاں بھی ہوں۔چونکہ یہ ایک ادنی کوشش ہے اس لئے اہل علم سے گزارش کہ وہ ان غلطیوں کو درگذر فرمائیں۔اور مجھے مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت (اگر ممکن ہوئی) میں انھیں درست کیا جاسکے۔

ابوسعد اصلاحی

رامپور رضالائبریری

باب اول

روہیلکھنڈ کی مختصر تاریخ

تمہید

روہیلکھنڈ کے نام سے آج کوئی علاقہ ہندوستان کے نقشے میں موجود نہیں لیکن روہیلکھنڈ نام کی ایک ریاست ہندوستان کے صوبہ اتر پردیش میں ۱۷۴۱ء سے ۱۹۴۹ء تک (تقریباً دوسوسال) قائم رہی اتر پردیش کے موجودہ اضلاع شاہجہانپور، بریلی، بدایوں پیلی بھیت، رامپور، مرادآباد، بجنور، ریاست روہیلکھنڈ کا حصّہ تھے۔ اوراب بھی یہ علاقہ روہیلکھنڈ کے نام سے جانا جاتا ہے۔ آزادی کے بعدان اضلاع پر مشتمل روہیلکھنڈ نام کی ایک کمشنری باقی تھی بعد میں یہ کمشنری مرادآباداور بریلی کمشنری میں منقسم ہوگئی۔ روہیلکھنڈ نام کی یادگاراسوقت بریلی میں صرف روہیلکھنڈ یونیورسٹی باقی ہے روہیلکھنڈ کا یہ علاقہ مہا بھارت میں پانچال کے نام سے ملتا ہے۔ پانچال دیش کی حکومت کوہِ ہمالیہ سے دریائے چنبل تک پھیلی ہوئی تھی اوراس کا دارالسلطنت اہی چھترا تھا جسکو کننگھم نے ضلع بریلی کے پرگنہ سرولی میں رام نگر تجویز کیا ہےاور جو فی الحال مرادآباد سے چندمیل کے فاصلے پر واقع ہے۔ یہ علاقہ گھنے جنگلوں سے گھرا تھا اوراس میں اہیروں بھومی ہاروں اور بھلسوں کی آبادی تھی ۱۰۲۱ء میں جب محمود غزنوی نے قنوج پرحملہ کیا تو وہاں کے کٹھیر یہ راجپوت جو سورج بنسی راٹھوروں کی اولاد تھے، بھاگ کراس علاقہ میں داخل ہوئے اور یہاں کے

باشندوں کو نکال کر اپنی حکومت قائم کر لی اور اس کا نام کٹھیر رکھ دیا اس علاقہ کٹھیر میں مسلم حکمرانوں نے بدایوں اور سنبھل نام کی دو سرکاریں قائم کر دی تھیں لیکن یہ علاقہ بدستور کٹھیر یہ راجپوت کے قبضہ میں رہا یہ راجپوت نہ صرف یہاں کی زمینوں پر قابض تھے۔ بلکہ امراء کی جاگیریں بھی بہ حیثیت مستاجران کے قبضہ میں تھیں[1]

اورنگ زیب کے انتقال (۱۷۰۷ء) کے بعد مغل حکومت کے کمزور ہو جانے کی وجہ سے روہیلے جو اس علاقے میں کثرت سے موجود تھے انھیں بھی ریاست قائم کرنے کا خیال پیدا ہوا۔ چنانچہ علی محمد خاں روہیلہ جنھیں اپنے سرپرست داؤد خاں سے دو جاگیریں ورثہ میں ملی تھیں، نے طاقت کے زور پر پہلے اس علاقے کے کٹھیر یہ راجپوتوں سے ان کی زمینیں چھینیں پھر امراء کی جاگیروں پر ہاتھ ڈالا۔ نادر شاہ کے حملہ کے بعد دلی حکومت میں ضعف آیا تو موقع کو غنیمت جان کر دیگر علاقوں کو ہدف بنایا اور بدایوں و سنبھل سرکار کے فوجداروں کو شکست دیکر تمام علاقے پر قبضہ کر لیا اور اس علاقہ کٹھیر کا نام بدل کر اپنے آبائی وطن کے نام پر روہیلکھنڈ رکھ دیا۔ تا کہ اس علاقہ کا کوئی تعلق یا نسبت کٹھیر یہ راجپوتوں سے باقی نہ رہے۔ جس سے روہیلوں کا حقِ ملکیت قائم ہو جائے۔ نیز روہیلے اس علاقے کو اپنا وطنِ ثانی سمجھیں۔

روہیلہ اور روہیلکھنڈ کی وجہِ تسمیہ

لفظِ روہیلہ سے مراد علاقہ روہ کے رہنے والے ہیں۔ روہ کوہستان کا وسیع سلسلہ ہے جو مشرق میں کشمیر سے لیکر مغرب میں ہرات تک اور شمال میں کوہِ کاشغر سے لیکر جنوب

---

[1] رامپور ڈسٹرکٹ گزیٹیر (انگریزی) لکھنؤ ۱۹۷۴ ص ۱۴-۲۰

مقبرہ نواب علی محمد خاں واقع روہیل کھنڈ آنولہ (بریلی)
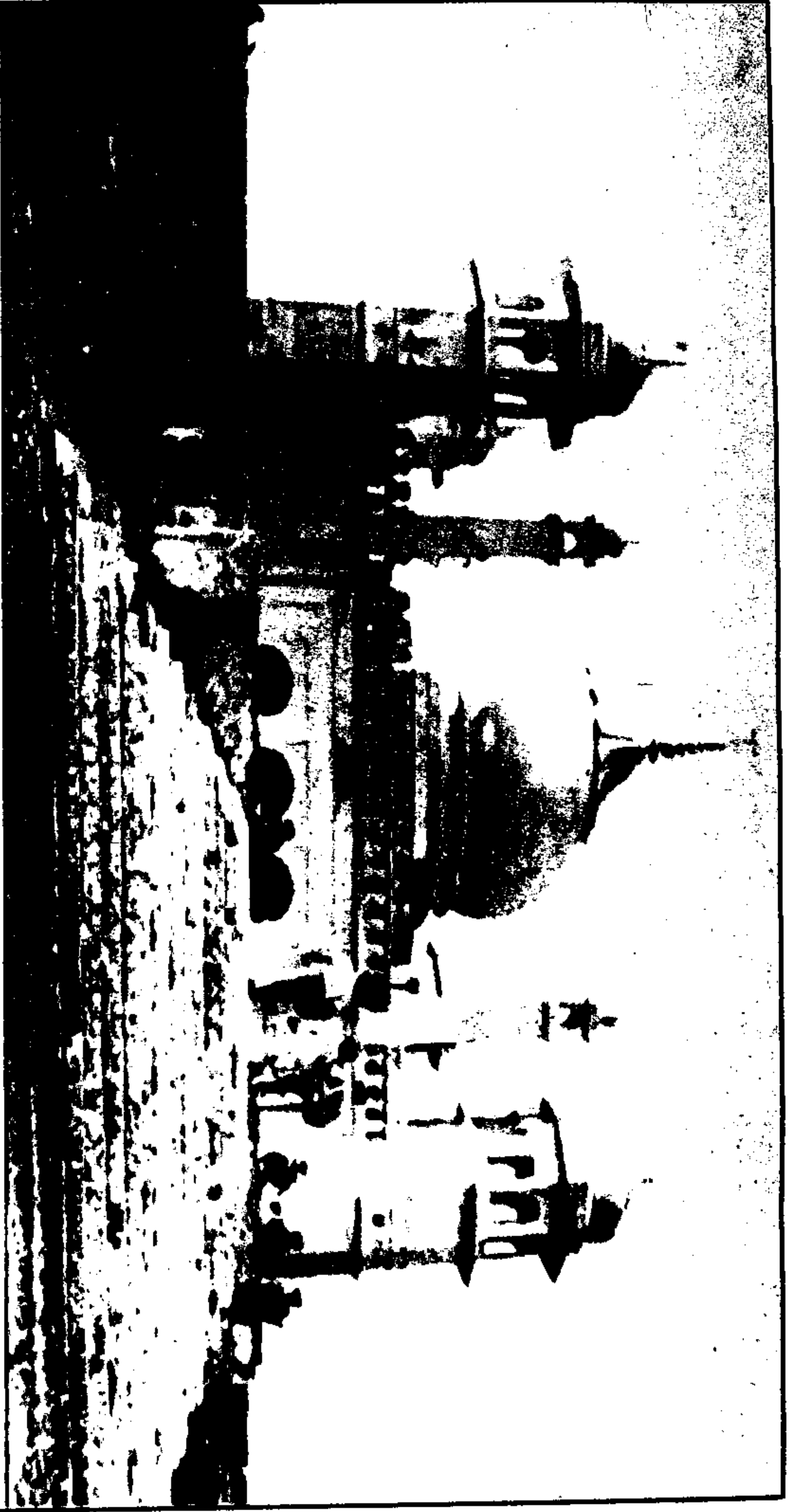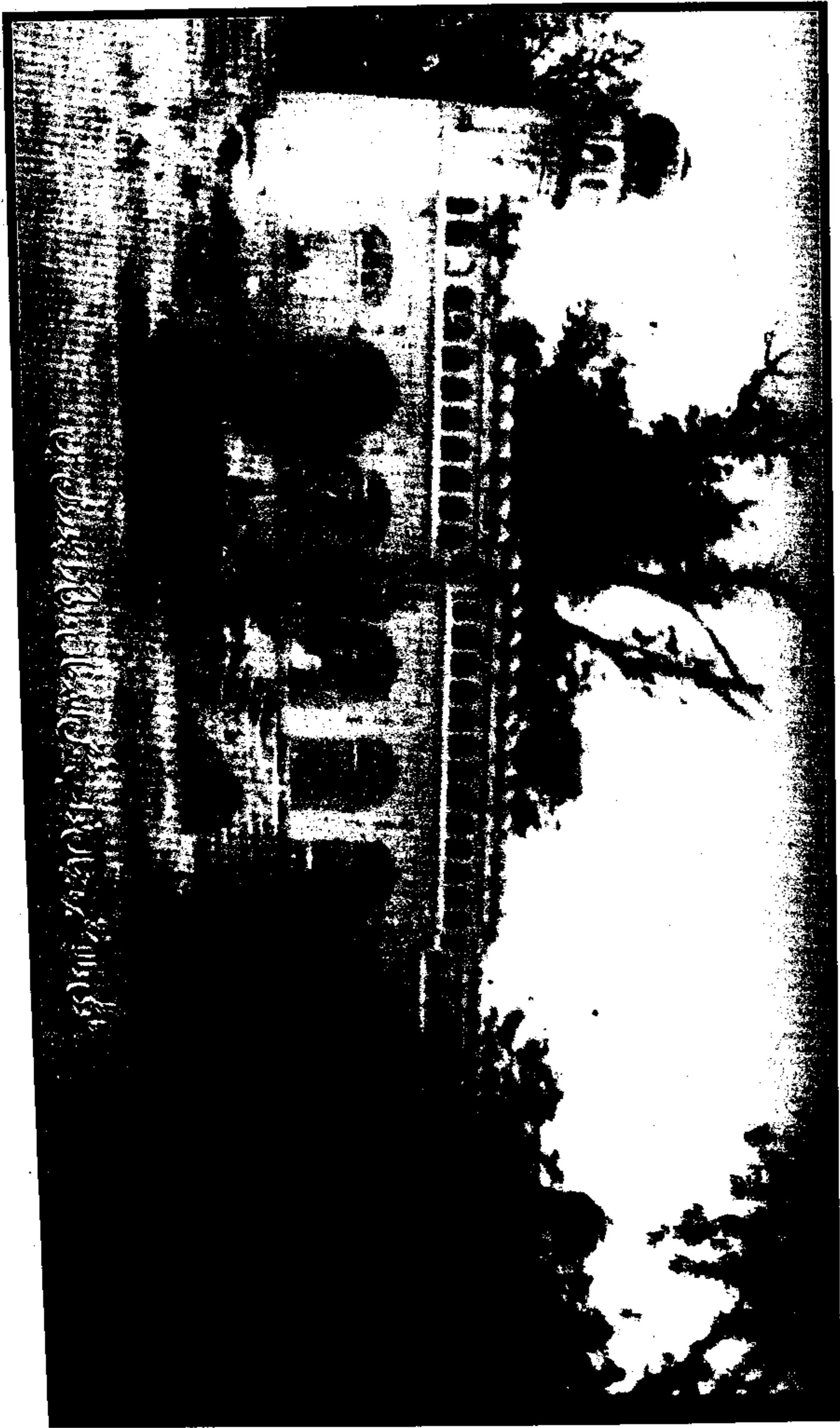
میں بلوچستان تک پھیلا ہوا ہے۔ یہ علاقہ اب دو ملکوں میں منقسم ہے۔ کابل، قندھار، جلال آباد افغانستان میں۔ جبکہ پشاور، مرداں، نوشہرہ، باجوڑہ، وزیرستان کا علاقہ پاکستان میں شامل ہے۔ لسانی تقسیم کے اعتبار سے جس علاقہ میں پشتو بولی جاتی ہے وہی ملکِ روہ ہے۔ پختو زبان کی نسبت سے روہیلوں کو پختون بھی کہا جاتا ہے۔ اور یہی پختون لفظ پٹھان ہو گیا ہے۔ ملکِ روہ کی نسبت سے ہر مورّخ نے نواب علی محمد خاں کو روہیلہ لکھا ہے۔ اور اس علاقہ میں روہیلوں کے اجتماع کی وجہ سے پورے خطّہ کو روہیلکھنڈ کہا جانے لگا۔[1]

ریاست روہیلکھنڈ کا عروج وزوال

۱۷۰۷ء میں اورنگ زیب کے انتقال کے بعد مغلیہ حکومت کمزور ہو کر بکھرنے لگی تھی اور یکے بعد دیگرے کئی بادشاہ تخت نشیں ہوئے اور قتل کر دئے گئے پورے ہندوستان میں افراتفری کا ماحول تھا محمد شاہ کے عہدِ حکومت ۱۷۳۹ء میں نادر شاہ نے دہلی کو لوٹا اور قتلِ عام کیا۔ برھان الملک نے صوبہ اودھ کو دبا لیا۔ حیدرآباد میں نظام الملک نے خود مختار ریاست قائم کر لی۔ بہار، بنگال میں کئی سردار آزاد ہو گئے۔ دکن، گجرات اور مالوہ میں مرہٹوں نے قوت پیدا کر لی۔ آگرہ کا بڑا حصّہ راجہ جے سنگھ والیِ جے پور نے چھین لیا۔ گجرات کا بہت سا علاقہ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے اپنی ریاست میں شامل کر لیا۔ غرض کہ مغلیہ حکومت کی گرفت کمزور ہونے کی وجہ سے سلطنت کے علاقے اس کے ہاتھوں سے نکلتے گئے۔ ملک چھوٹی چھوٹی خود مختار ریاستوں میں تقسیم ہو گیا حالات کو سازگار دیکھتے ہوئے اس علاقہ میں موجود روہیلوں کی مدد سے داؤد خاں نامی پٹھان نے اپنی قوت میں اضافہ کر کے دہلی کے

---

[1] رضا لائبریری جرنل نمبر ۳ مضمون شجاعانِ روہیلکھنڈ از دلدار نصری ص ۱۶۱

بادشاہ سے دو جاگیریں حاصل کیں پھر اسکے جانشین علی محمد خاں نے مزید علاقے فتح کر کے ریاست روہیلکھنڈ کی بنیاد رکھی۔

داؤد خاں[1]

نواب علی محمد خاں بانی روہیلکھنڈ کے سرپرست داؤد خاں ۱۷۰۷ء بغرضِ تجارت علاقہ روہ سے ہندوستان آئے تھے۔ ان کے ساتھ افغانوں کی ایک جمعیت تھی ان لوگوں نے علاقہ کٹھیر میں بن گڑھ کی ایک گڑھی میں سکونت اختیار کی۔ شاہی حکومت کے کمزور ہو جانے کی وجہ سے کٹھیر میں ہر زمیندار خودسری کا دم بھرنے لگا تھا اکثر افغان جو یہاں آتے تھے یہ زمیندار اپنے یہاں ملازم رکھ لیتے اور انکی بہادری کے بل بوتے پر باہم جنگ وجدال کرتے اور ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کے لئے ان افغانوں کو استعمال کرتے۔ چنانچہ ابتداء میں داؤد خاں نے بھی ان زمینداروں کی ملازمت کی۔ پہلے پہل انھوں نے مدار سہائے جو بدایوں سرکار پرگنہ کا زمیندار تھا، کی نوکری کی۔ مدار سہائے کی جانب سے چومحلہ پرگنہ کے زمیندار سے ایک جنگ کے دوران بانکولی گاؤں سے انھیں سات آٹھ سال کا ایک بچّہ ملا جسے انھوں نے متبنّیٰ کر لیا۔ اس کا نام علی محمد خاں رکھا۔ یہ گمنام بچہ آگے چل کر اتنا بڑا نام پیدا کرے گا۔ کسی کو نہیں معلوم تھا۔ داؤد خاں زمینداروں کی آپسی جنگ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنی قوت میں اضافہ کرتے رہے انکی بہادری اور دلیری کی وجہ سے دو ڈھائی سو افغان ان کے ساتھ جمع ہو گئے تھے۔ جن کی مدد سے انھوں نے زمینداروں کی سرکوبی کر کے

---

[1] تفصیل کے لیئے دیکھئے اخبار الصنادید ج ۱ ص ۶۰ تا ۷۹، رام پور ڈسٹرکٹ گزیٹیر ص ۳۵ تا ۳۸

ان پر اپنی طاقت کا سکہ بٹھا دیا اس عرصہ میں انھوں نے کئی زمینداروں کی ملازمت کی پھر مراد آباد کے شاہی فوجدار عظمت اللہ کی ملازمت میں داخل ہو گئے۔ اپنی بہادری کی وجہ سے فوج کے ایک دستہ کے رسالہ دار متعین ہوئے اور آخر کار انھیں اپنی جواں مردی دکھانے کا ایک موقع ہاتھ آ گیا۔ واقعہ یوں ہے کہ اس وقت مغل دربار میں ہر روز نت نئی سازشیں تیار ہوتی تھیں جس کے سرغنہ جانسٹھ (مظفر نگر) کے دو سید برادران سید حسین علی خاں اور سید عبداللہ خاں تھے۔ انھیں بادشاہ گر کہا جاتا تھا۔ جسے چاہا تخت پر بٹھا دیا۔ جسے چاہا قتل کرا دیا۔ ان کے برخلاف ترک امراء کا ایک گروہ تھا جو بادشاہ کو اپنے زیرِ اثر دیکھنا چاہتا تھا۔ ۱۷۲۰ء میں سید برادران کے اکسانے پر محمد شاہ بادشاہ نے دکن پر حملہ کرنے کا پروگرام بنایا۔ اس کے لئے اطرافِ ملک سے فوجیں طلب کیں۔ عظمت اللہ خاں نے مراد آباد سے ایک فوج بھیجی۔ جس میں داؤد خاں کا رسالہ شامل تھا۔ اس مہم کے وقت سید عبداللہ خاں دلی میں بادشاہ کے نائب کی حیثیت سے کام کر رہا تھا۔ سید حسین علی خاں بادشاہ کے ساتھ مہم پر روانہ ہو گیا تھا۔ فوج ابھی آگرہ میں تھی کہ سید حسین کو اکیلا پا کر مخالف ترک امراء نے بادشاہ کی مرضی سے اسے قتل کر دیا۔ سید حسین کے قتل کئے جانے کی وجہ سے اس کی فوج نے بغاوت کر دی۔ ادھر دلی میں سید عبداللہ خاں کو جب اپنے بھائی کے قتل کی خبر ملی تو وہ مرہٹوں کی فوج کی مدد لے کر بادشاہ سے مقابلہ کرنے آگرہ کی طرف بڑھا۔ بادشاہ دلی کی طرف روانہ ہوا۔ آگرہ اور دلی کے درمیان شاہ پورا میں ۳ر نومبر ۱۷۲۰ء کو دونوں فوجوں میں ٹکراؤ ہوا۔ سید عبداللہ خاں کی فوج کو شکست ہوئی۔ داؤد خاں کے دستے کا مقابلہ مراٹھا کی ایک ٹکڑی سے ہوا تھا داؤد خاں نے مرہٹہ جماعت کو شکست دی۔ اور ان کا ہاتھی چھین لیا۔ بادشاہ

داؤد خاں کی بہادری اور جرأت دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ اور ان کو دو گاؤں بوبلی پرگنہ ستاسی سرکار بدایوں اور موضع سراسی پرگنہ اجاوامیر گنج ضلع بریلی جاگیر میں عطا کیا۔

آگرہ سے واپس آکر داؤد خاں نے راجہ کمایوں کی ملازمت کرلی۔ رودر پور میں ان کا رسالہ تعینات کیا گیا۔ اس دوران ایک باغی شہزادہ اس علاقہ میں آکر فوج منظم کر رہا تھا۔ راجہ کمایوں اس کی مدد کر رہا تھا۔ عظمت اللہ خاں نے شہزادہ اور راجہ کمایوں کے خلاف فوج کشی کی۔ داؤد خاں، عظمت خاں کے دیرینہ تعلق کی بناء پر راجہ کمایوں کی حمایت سے الگ ہو گئے۔ نتیجتاً راجہ کمایوں کی فوج کو شکست ہوئی داؤد خاں کی غداری سے راجہ بہت ناراض ہوا۔ لیکن بظاہر اس نے اس کا کوئی اظہار نہیں کیا مزید پرانی تنخواہ دینے کے بہانے سے انھیں المورہ بلایا اور قید کر کے ان کے تمام ساتھیوں سمیت انھیں قتل کرا دیا۔

نواب علی محمد خاں بانیِ ریاست روہیلکھنڈ [1]

داؤد خاں کے قتل کے بعد سرداروں نے ان کے لے پالک بیٹے علی محمد خاں کو سردار مقرر کیا۔ عظمت اللہ خاں نے بھی علی محمد خاں کی سرداری کو تسلیم کر کے داؤد خاں کی جاگیر ان کے سپرد کر دی۔ پرگنہ ستاسی عمدۃ الملک امیر خاں کی جاگیر میں تھا۔ اس کے گاؤں دیہات راجپوت زمینداروں کے پاس مستاجری کی صورت میں تھے۔ علی محمد خاں نے بزورِ طاقت ان دیہاتوں پر قبضہ کرلیا۔ ان میں آنولہ کا راجپوت زمیندار نہایت طاقت ور تھا اس کے پاس کافی علاقہ اور بڑی فوج تھی۔ نواب علی محمد خاں آنولہ پر قبضہ کرنے کی فکر میں تھے آخر اس کے نوکر کو لالچ دے کر اسی کے ہاتھوں راجہ کو قتل کرا دیا۔ اور اس اثناء میں کہ اس

---

[1] تفصیل کے لئے دیکھئے اخبار الصنادید ص ۹ تا ۱۹۶۷، رام پور ڈسٹرکٹ گزیٹیر ص ۴۳ تا ۵۸

کے لڑکے اس کی آخری رسم ادا کر رہے تھے، علی محمد خاں نے حویلی پر حملہ کر کے اس پر قبضہ کر لیا۔ ابھی علی محمد خاں نے آنولہ پر قبضہ کیا ہی تھا کہ عمدۃ الملک امیر خاں نے اپنے نائب محمد صالح خواجہ سرا کو منونہ بھیجا جو کہ آنولہ سے دو میل کے فاصلے پر ہے، یہ پرگنہ ستاسی کا صدر مقام تھا۔ حکم دیا کہ علاقہ کے زمینداروں سے حساب کتاب کر کے رقم وصول کرے اور علاقہ ان سے خالی کرا لے۔ علی محمد خاں جو اس وقت اس علاقہ کے سب سے طاقتور سردار تھے علاقہ چھوڑنے کے لئے آمادہ نہیں ہوئے۔ جب خواجہ سرا نے علاقہ خالی کرنے کی ضد کی تو علی محمد خاں نے عظمت اللہ خاں کے اشارہ پر محمد صالح پر حملہ کر کے اس کو قتل کر دیا، اور تمام ساز و سامان چھین لیا۔ اس حملہ میں بے شمار قیمتی سامان ان کے ہاتھ آیا شاہی فوج کو شکست دینے سے ان کے حوصلے بلند ہو گئے۔ آخر ۱۷۳۰ء میں انھوں نے اپنے آپ کو خود مختار نواب ہونے کا اعلان کر دیا اور آنولہ کو ریاست کی راجدھانی بنا کر حافظ رحمت خاں کو ریاست کا مدار المہام، دوندے خاں کو سپہ سالار، فتح خاں کو خانساماں (افسر رسد و تعمیرات) اور سردار خاں کمال زئی کو بخشی (افسر تقسیمِ تنخواہ) مقرر کیا۔

۱۷۳۰ء سے ۱۷۳۷ء تک نواب علی محمد خاں عظمت اللہ خاں کی حمایت سے علاقہ کے راجپوت زمینداروں پر دھاوا بولتے رہے اور ان کی جاگیروں پر قبضہ کرتے رہے۔ اس اثناء میں علی محمد خاں کی شہرت سن کر صوبہ سرحد سے کثرت سے پٹھان یہاں آئے۔ اور علی محمد خاں کا رسالہ ایک بڑی فوج میں تبدیل ہو گیا۔

۱۷۳۸ء میں عظمت اللہ خاں کا انتقال ہو گیا اسی زمانے میں ۱۷۳۹ء میں نادر شاہ نے دلی پر حملہ کر کے وہاں قتلِ عام کیا۔ سرکاری خزانہ اور رعایا کو لوٹا۔ تختِ طاوس اور کوہِ نور لے کر چلا گیا۔ اس افراتفری کے دور میں کوئی بادشاہی فوجدار نہ ہونے کی وجہ سے علی محمد خاں

اپنی طاقت میں اضافہ کرتے رہے۔ آخر بادشاہ کو علی محمد خاں کی بڑھتی طاقت سے تشویش ہوئی۔ عظمت اللہ کے انتقال کے بعد وزیر اعظم قمر الدین نے ۱۷۴۱ء میں ہرنند رائے کھتری کو سنبھل سرکار کا فوجدار مقرر کر کے حکم دیا کہ علی محمد خاں کو علاقہ سے باہر نکال دے اور اس کی مدد کیلئے اپنے بیٹے میر منو کو روانہ کیا۔ علی محمد خاں نے آنولہ سے نکل کر راجہ ہرنند پر حملہ کر دیا۔ راجہ کی فوج کو شکست دے کر اسے قتل کر دیا اور مراد آباد پر بھی قبضہ کر لیا۔ میر منو راستہ ہی میں تھا کہ اسے راجہ کی شکست کی خبر ملی۔ وہ دارانگر میں ٹھہر گیا۔ شاہی عتاب سے بچنے کے لئے نواب علی محمد خاں نے نواب محمد خاں بنگش کے توسط سے صلح صفائی کی پیش کش کی اور ۱۶ ر جولائی ۱۷۴۱ء کو معاہدہ صلح ہو گیا۔ اس معاہدہ کی رو سے سنبھل سرکار اور بدایوں سرکار کو ملا کر کل ملک کٹھیر کا صوبہ دار نواب علی محمد خاں کو بنا دیا گیا۔ نواب علی محمد خاں نے کٹھیر کا نام بدل کر روہیلکھنڈ رکھ دیا اور آنولہ کو راجدھانی بنا کر تمام پرگنوں پر قبضہ کر کے اپنے عامل تعینات کر دیئے[1]۔

محمد شاہ بادشاہ کا نواب علی محمد خاں پر فوج کشی کرنا اور قید کر کے دہلی لے جانا

۱۷۴۵ء میں محمد شاہ بادشاہ نے علی محمد خاں سے ناراض ہو کر ریاست پر چڑھائی کی۔ علی محمد خاں نے کچھ حد تک مدافعت کی لیکن شاہی فوج سے مقابلہ کی تاب نہ لا کر اپنے دونوں بیٹے فیض اللہ خاں اور نواب عبداللہ خاں سمیت اپنے آپ کو بادشاہ کے حوالے کر دیا۔ بادشاہ انھیں گرفتار کر کے دلی لے گیا، بعد میں ۱۷۴۶ء میں انھیں رہا کر کے سرہند کا صوبہ دار بنا دیا گیا۔ ۱۷۴۸ء میں احمد شاہ درانی نے ہندوستان پر حملہ کیا۔ اس موقع پر بادشاہ

---

[1] رامپور ڈسٹرکٹ گزیٹیر ص ۴۰

کونواب علی محمد خاں کی طرف سے اندیشہ ہوا کہ مبادا وہ احمد شاہ سے نہ مل جائیں لہٰذا انھیں روہیلکھنڈ واپس جانے کا حکم دیدیا۔احمد شاہ نے جب سرہند پر حملہ کیا تو وہاں نواب علی محمد خاں کے دونوں بیٹے فیض اللہ خاں اور عبداللہ خاں ہاتھ لگے جنھیں وہ اپنے ساتھ قندھار لے گیا۔نواب علی محمد خاں سرہند سے تھوڑے بہت بیمار آئے تھے بیٹوں کی گرفتاری نے ان کی صحت پر برا اثر ڈالا اور ۵ ستمبر ۱۷۴۹ء کو استسقاء کے مرض میں ان کا انتقال ہو گیا۔

ریاست روہیلکھنڈ کی تقسیم

نواب علی محمد خاں کے انتقال کے بعد بڑے بیٹوں کی غیر موجودگی میں سرداروں نے نوعمر سعد اللہ خاں کو تخت نشیں کیا اس اثناء میں حافظ رحمت خاں اور دوسرے روہیلہ سردار فیض اللہ خاں اور عبداللہ خاں کو رہا کرانے کی کوشش میں لگے تھے۔۱۷۵۲ء میں جب احمد شاہ درانی نے دوبارہ پنجاب پر حملہ کیا تو اس موقع پر اس نے دونوں بیٹوں کو روہیلکھنڈ جانے کی اجازت دیدی۔فیض اللہ خاں اور عبداللہ خاں کے واپس آنے کے بعد روہیلکھنڈ ریاست تقسیم ہوگئی۔اس تقسیم میں شاہ آباد بشمول رامپور نواب فیض اللہ خاں کے حصے میں آئے۔بریلی، پیلی بھیت اور شاہجہانپور حافظ رحمت خاں کو ملا۔مرادآباد، بسولی، سنبھل دوندے خاں کو۔بدایوں فتح خاں خانساماں کو آنولہ اور اس سے متصل علاقے بخشی سردار خاں کو ملے۔نواب سعد اللہ خاں کو حافظ رحمت خاں نے ۸ لاکھ کی پنشن دے کر ریٹائر کر دیا۔۱۷۶۱ء میں ان کا انتقال ہو گیا۔۱۷۵۴ء میں احمد شاہ ابدالی ایک بار پھر پنجاب آیا۔ اور اپنے بیٹے تیمور شاہ کو پنجاب کا صوبے دار مقرر کر کے دلی آیا۔ یہاں عالمگیر ثانی کو

بادشاہ اور نجیب الدولہ کو امیر الامراء مقرر کر کے قندھار چلا گیا۔ کچھ عرصہ بعد عماد الملک نے مرہٹوں کی مدد سے نجیب الدولہ کو دلی سے بے دخل کر دیا۔ پنجاب کو تیمور شاہ سے چھین لیا اور عالمگیر ثانی کو ۱۷۵۸ء میں قتل کر دیا۔ ولی عہد شہزادہ شاہ عالم عماد الملک کے ڈر سے بنگال بھاگ گیا۔

۱۷۶۱ء میں احمد شاہ ابدالی نے پھر پنجاب کا رخ کیا۔ اور پانی پت کے میدان میں مرہٹوں کو عبرت ناک شکست دی اور نجیب الدولہ کو دوبارہ دلی لاکر امیر الامراء مقرر کیا۔ ۱۷۶۱ء میں پانی پت کی عبرت ناک شکست کے باوجود مرہٹوں کے زخم نو سال میں مندمل ہو گئے۔ انھوں نے ۱۷۷۰ء میں پھر دلی کا رخ کیا۔ نجیب الدولہ نے مرہٹوں سے مقابلہ کی طاقت نہ پاکر ان سے صلح کر لی۔ اور یہ مشورہ دیا کہ ۱۷۵۱ء کے معاہدہ چلکیا کے ۸۰ لاکھ روپئے احمد خاں بنگش والیِ فرخ آباد سے وصول کریں۔ اگر یہ رقم نہ ملے تو اٹاوہ اور شکوہ آباد حاصل کر لیں۔ مرہٹوں نے یہ شرط رکھی کہ نجیب الدولہ اس مہم میں ساتھ رہیں گے۔ اگرچہ وہ بیمار تھے اور راستے میں ہاپوڑ میں ان کا انتقال ہو گیا۔ ان کا جنازہ نجیب آباد لیجایا گیا۔ لیکن انکے لڑکے ولیِ عہد ضابطہ خاں کو مرہٹوں نے اپنے ساتھ رکھا۔ فرخ آباد اور اٹاوہ کو بچانے کے لئے حافظ رحمت خاں مدد کو آئے۔ لیکن انھیں شکست ہو گئی۔ اسی اثناء میں مرہٹوں نے شاہ عالم کو انگریزوں سے بچا دلی کے تخت پر بٹھایا۔ ضابطہ خاں نجیب آباد چلے گئے مرہٹوں نے نجیب آباد پر حملہ کر دیا۔ ضابطہ خاں وہاں سے بھاگ کر حافظ رحمت خاں کے پاس آئے۔ حافظ رحمت خاں نے روہیلکھنڈ کو بچانے کے لئے شجاع الدولہ سے مدد چاہی۔ نواب شجاع الدولہ نے چالیس لاکھ روپئے کے عوض مدد کرنے کی شرط رکھی۔ جسے حافظ رحمت خاں نے منظور کر لیا اور چالیس لاکھ کا تمسک لکھ کر اسے دیدیا۔

اس دوران مرہٹے واپس چلے گئے۔ اور شجاع الدولہ کو مدد کرنے کی ضرورت نہیں پڑی۔ یہی چالیس لاکھ کا تمسک آگے چل کر روہیلوں کی تباہی کا سبب بنا۔

۱۷۷۳ء میں مرہٹوں نے دباؤ ڈال کر کڑہ کی جاگیر کی سند حاصل کر لی۔ یہ علاقہ الٰہ آباد کے قریب ہے اور اس وقت شجاع الدولہ کے قبضہ میں تھا۔ اس علاقہ پر مرہٹوں کو قبضہ دلانے کے لئے بادشاہ نے اپنے سپہ سالار نجف خاں کو مرہٹوں کے ساتھ روانہ کیا۔ مرہٹہ لشکر نے جب بدایوں میں رام گھاٹ کے پاس پڑاؤ ڈالا تو حافظ رحمت خاں یہاں پہنچے کیونکہ یہ علاقہ بخشی خاں کا تھا۔ مرہٹوں نے حافظ رحمت خاں سے کہا اگر آپ اودھ کو فتح کرنے میں ہماری مدد کریں تو ہم آپ کا چالیس لاکھ کا تمسک جو شجاع الدولہ کے پاس ہے آپ کے حوالے کر دیں گے۔ حافظ رحمت خاں نے مرہٹوں کو باتوں میں الجھایا۔ اور شجاع الدولہ کے پاس پیغام بھیجا کہ اگر تم جلد از جلد یہاں آ جاؤ اور میرا چالیس لاکھ کا تمسک واپس کر دو تو میں اودھ بچانے کے لئے مرہٹوں سے جنگ کرنے کو تیار ہوں۔ شجاع الدولہ نے جواب میں کہلا بھیجا کہ میں جلد از جلد پہنچ رہا ہوں اور اس درمیان تم کسی طرح مرہٹوں کو روکے رکھو تمسک کے بارے میں میں نے شاہ مدن سے کہہ دیا ہے وہ جو کچھ کہیں گے وہ میرا ہی قول ہوگا میں اس کی پابندی کرونگا۔ شاہ مدن نے حافظ رحمت خاں سے کہا کہ شجاع الدولہ نے مجھے بھیجا ہے اور کہا ہے کہ مرہٹوں کا قضیہ نمٹ جانے کے بعد آپ کا تمسک واپس کر دیا جائیگا۔ چنانچہ اس درمیان میں حافظ رحمت خاں نے مرہٹوں کی پیش قدمی کو روکے رکھا۔ یہاں تک کہ شجاع الدولہ انگریزوں کی فوج کے ہمراہ آ گیا اور حافظ رحمت خاں اور شجاع الدولہ نے ملکر مرہٹوں کو بھگا دیا۔ اب سوال تمسک واپس کرنے کا آیا تو شجاع الدولہ نے صاف انکار کر دیا۔ اور کہا کہ شاہ مدن سے میں نے کوئی وعدہ نہیں کیا تھا

اور یہ کہ رام گھاٹ کی یہ جنگ روہیلکھنڈ بچانے کی تھی نہ کہ اودھ کو بچانے کی۔ جب کہ حافظ رحمت خاں کا کہنا تھا کہ مرہٹوں نے اودھ پر چڑھائی کی تھی اور انھوں نے اودھ کو بچانے میں تعاون دیا تھا۔ نتیجتاً دونوں میں اس مسئلہ پر شدید اختلافات پیدا ہو گئے۔

روہیلکھنڈ سے واپس جانے کے بعد شجاع الدولہ نے بنارس میں گورنر جنرل وارن ہیسٹنگز سے ملاقات کر کے روہیلکھنڈ پر قبضہ کرنے لئے اکسایا۔ اور بدلہ میں چالیس لاکھ کا نذرانہ پیش کرنے کا وعدہ کیا۔ ۱۷۷۴ء میں روہیلکھنڈ پر فوج کشی کے لئے شجاع الدولہ کو کرنل چمپین کی قیادت میں انگریزی فوج مل گئی اور زبردست تیاری کر کے وہ روہیلکھنڈ کی طرف چل پڑا بعد میں نواب مظفر جنگ والیِ فرخ آباد اور نواب ضابطہ خاں والیِ نجیب آباد کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا۔ مزید یہ کہ بادشاہِ دِلّی نے بھی مدد کیلئے اپنے سپہ سالار نجف خاں کی قیادت میں ایک لشکر روانہ کر دیا۔ اس طرح حافظ رحمت خاں کے خلاف ایک بڑا محاذ بنانے میں شجاع الدولہ کامیاب ہو گیا[1]

کرنل چمپین نے روہیلکھنڈ سرحد پر پہنچ کر حافظ رحمت خاں کو کہلا بھیجا کہ روہیلکھنڈ کی حفاظت کے لئے شجاع الدولہ کا دو کروڑ روپیہ خرچ ہوا ہے یہ رقم ادا کرو ورنہ میں روہیلکھنڈ میں داخل ہو جاونگا۔ حافظ رحمت خاں کو چالیس لاکھ کے بجائے دو کروڑ کا نوٹس ملا تو انہوں نے سمجھ لیا کہ یہ انکو ختم کرنے کی سازش ہے مزید جنگ کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے۔ چنانچہ وہ اپنی فوج لیکر شاہجہانپور کی طرف بڑھے اور کڑا میران پور پہنچے جہاں شجاع الدولہ اور انگریزی فوج پڑاو ڈالے ہوئی تھی۔ حافظ رحمت خاں کے ساتھ نواب فیض اللہ خاں اور نواب نصر اللہ خاں وغیرہ تھے۔ دونوں فوجیں آمنے سامنے ہوئیں اور

---

[1] رضا لائبریری جنرل نمبر ۳ مضمون: شجاعانِ روہیلکھنڈ از دلدار نصری ص ۱۵۸
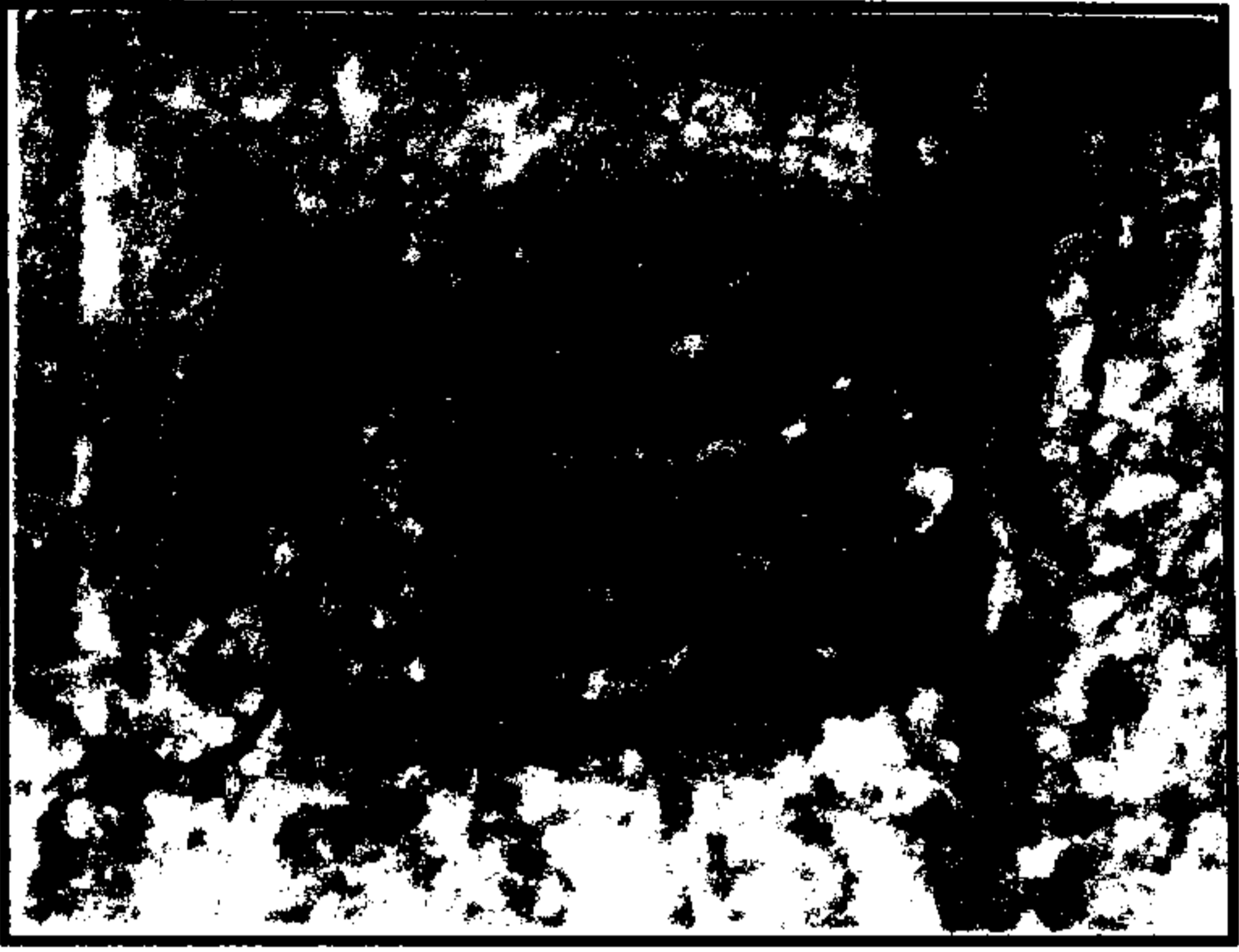
نواب فیض اللہ خاں کے واحد فرمان مخزونہ رضا لائبریری میں
مہر نواب فیض اللہ خاں بہادر والیٔ رامپور ۱۱۸۲ھ (۱۷۶۸ء

نواب حافظ رحمت خاں بہادر کی ۱۱۸۸ھ مطابق ۱۷۷۴ء کی مہر
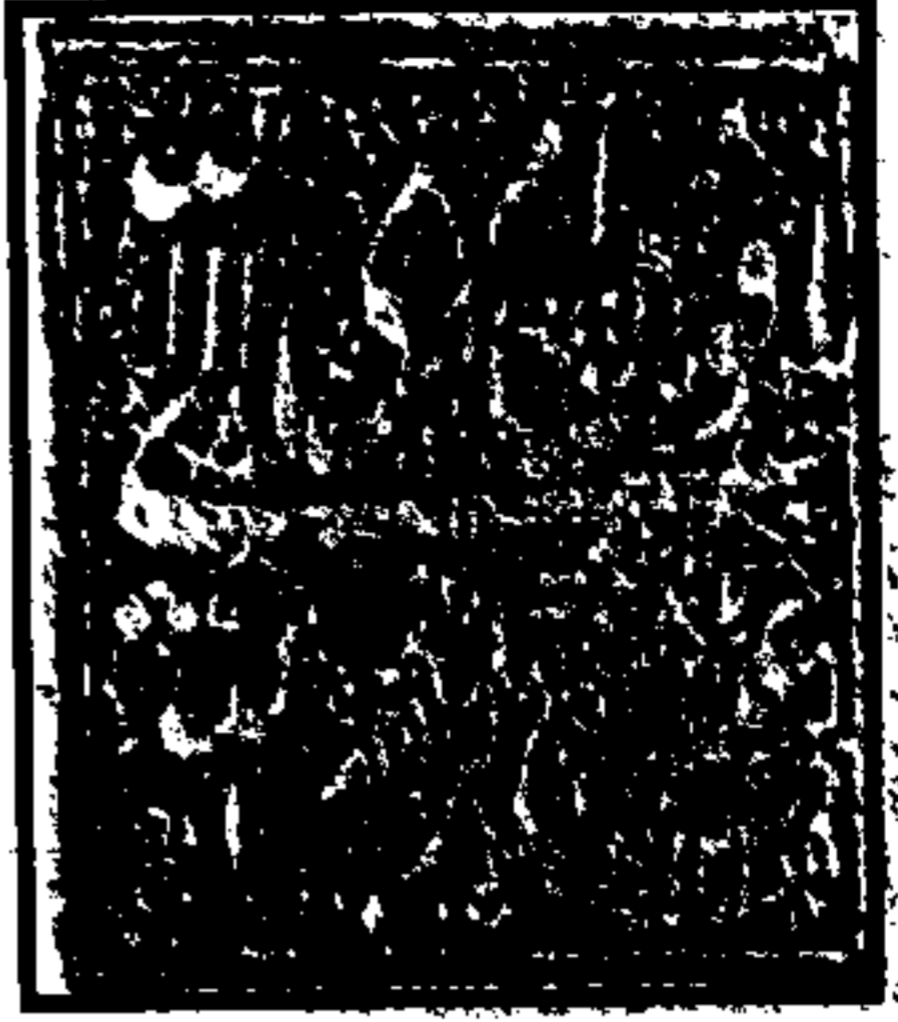
صاحبزادہ کریم اللہ ابن نواب فیض اللہ خاں (م ۱۲۳۶/۱۸۳۰ء) کی ۱۲۳۵ کی مہر۔

مفتی محمد سعد اللہ خاں کی مہر ۱۲۳۹ھ

مولانا عبدالحق خیر آبادی کی ۱۲۵۹ھ کی مہر۔
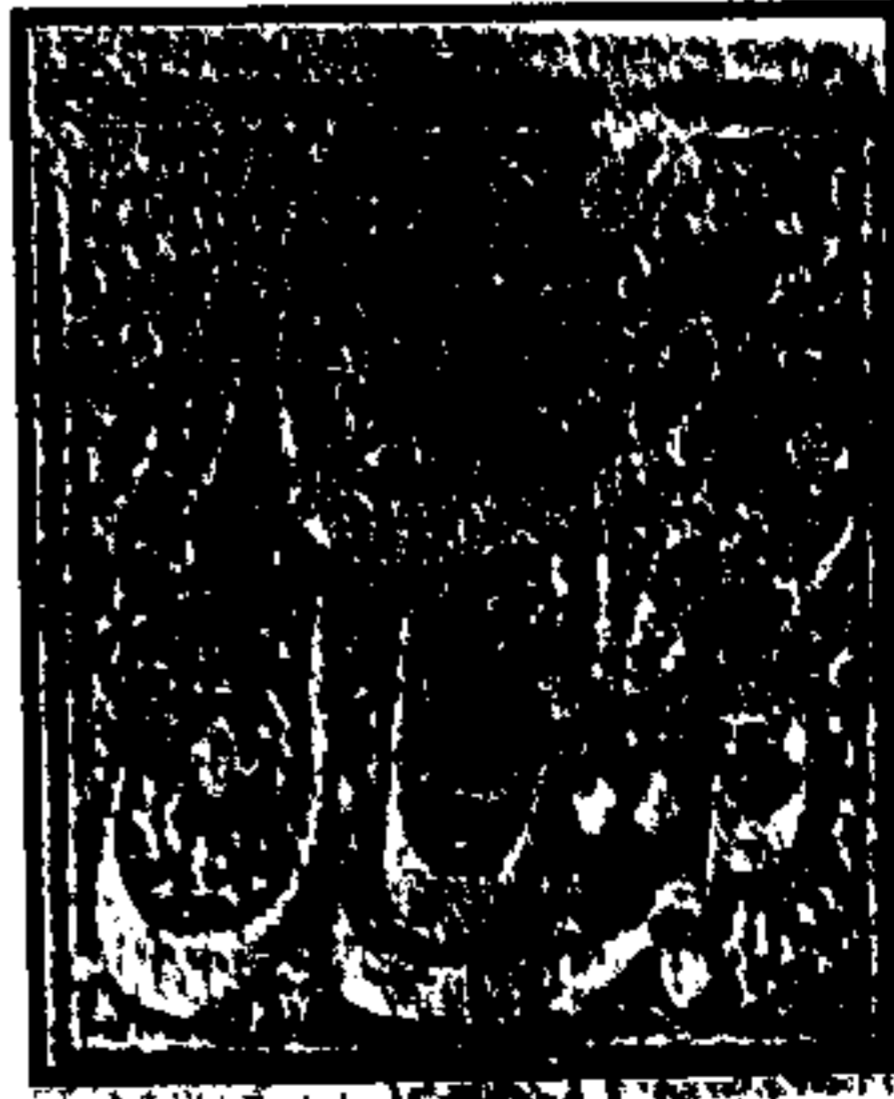
مہر نواب محمد سعید خاں "ایں مہر بر کتب خانہ والیٔ رامپور فرزانہ ۱۲۶۸ھ"

نواب کلب علی خاں کی ۱۲۶۲ھ کی مہر

صاحبزادہ سید عباس علی خاں بہادر مصنف تفسیر سورہ یوسف کی مہر ۱۲۶۲ھ مطابق ۱۸۴۷ء۔

غلام علی جیلانی کی مہر ۱۲۷۴ھ مطابق ۱۸۵۷ء

نواب کلب علی خاں کے ولی عہد کے زمانے ۱۲۷۴ھ مطابق ۱۸۵۷ء کی مہر۔

"مہر تا نیدہ ایں مہر کتب خانہ جو دشبت نواب ولی عہد بہادر فرمودہ ۱۲۷۴"

گھمسان کی جنگ ہوئی روہیلہ فوجوں نے جوان مردی سے مقابلہ کیا لیکن شجاع الدولہ کی کثیر فوج کے سامنے روہیلوں کی ہمت جواب دے گئی۔ حافظ رحمت خاں شہید ہو گئے۔ روہیلہ فوج کو ہزیمت اٹھانی پڑی۔ نواب فیض اللہ خاں کچھ سرداروں کے ساتھ بھاگ کر لال ڈانگ میں مورچہ بند ہو گئے۔ شجاع الدولہ تعاقب کرتے ہوئے لال ڈانگ پہنچا لیکن جنگل، پہاڑ اور دلدل کی وجہ سے نواب فیض اللہ خاں پر قابو نہیں پا سکا۔

نواب فیض اللہ خاں ایک طرف مورچہ پر ڈٹے رہے اور دوسری طرف کرنل چیمپین سے صلح و مصالحت کے لئے خط و کتابت کرتے رہے آخر ۷/اکتوبر ۱۷۷۴ء کو ایک معاہدہ کے تحت نواب فیض اللہ خاں کو انکی جاگیر واپس مل گئی اور وہ رامپور واپس آ گئے۔[1]

نواب فیض اللہ خاں (۱۷۷۴ء-۱۷۹۴ء)

نواب فیض اللہ خاں ۱۷۳۲ء کو آنولہ میں پیدا ہوئے، روہیلکھنڈ کی تقسیم کے بعد شاہ آباد و رامپور کے حاکم ہوئے۔ نواب شجاع الدولہ و حافظ رحمت خاں کے مابین جنگ میں حافظ رحمت خاں کی شہادت کے بعد ۷/اکتوبر ۱۷۷۴ء میں لال ڈانگ معاہدہ کی بدولت پندرہ لاکھ روپے کی آمدنی کا علاقہ آپ کے تصرف میں آیا۔ رامپور کو ریاست کی راجدھانی بنایا۔ نظم و نسق کو درست کیا جنگ سے تباہ شدہ رعایا کو سہارا دیا روہیلکھنڈ کے ہر طرف کے رئیس و رئیس زادے جو ان کے پاس آئے سب کو آسرا دیا۔ نواب زادوں کی نوابینِ اودھ سے جاں بخشی کرائی اور حسب حیثیت وظیفہ مقرر کیا ان کے حسن انتظام سے تھوڑے ہی دنوں میں پندرہ لاکھ آمدنی کی ریاست بائیس لاکھ آمدنی والی ریاست بن گئی۔ مولوی قدرت اللہ شوق جامِ جہان نما میں نواب صاحب کے حالات بیان کرتے

---

[1] دیکھئے رام پور ڈسٹرکٹ گزیٹیر انگریزی ص ۵۳

ہوئے لکھتے ہیں ''نواب صاحب کی نیک نیتی سے ان کا تمام علاقہ سرسبز وآباد ہے، اور سپاہ و رعایا شاد ہے۔ دین کے کاموں کا رواج جس قدر ریاست رامپور کی حدود کے اندر ہے اس کا دسواں حصّہ بھی کسی دوسرے ملک میں نہیں ہے'' [1]

دیوان منولال فلسفی دہلوی نے اپنی کتاب مساکن فلسفی میں لکھا ہے کہ نواب فیض اللہ خاں کی سرکار میں پانچ سو علماء کو وظیفے ملتے تھے جو طلباء کو پڑھاتے تھے اس زمانے میں علم کی بڑی رونق تھی۔ چنانچہ رامپور ''بخارائے ھند'' کہلاتا تھا۔ نواب صاحب کے عہد میں مسجدیں بکثرت تعمیر ہوئیں۔ جامع مسجد قدیم ان ہی کی تعمیر کرائی ہوئی ہے۔ نہایت متقی و جری انسان تھے۔ معاہدہ لال ڈانگ کے بعد بیس سال حکومت کی ۶۴ رسال کی عمر میں ۱۷۹۴ء میں انتقال ہوا۔ رامپور میں عیدگاہ دروازہ کے قریب دفن ہوئے۔

نواب علی محمد خاں ابنِ نواب فیض اللہ خان (۱۷۹۴ء)

۱۷۹۴ء میں نواب فیض اللہ خاںؒ کے انتقال کے بعد ان کے بڑے بیٹے نواب محمد علی خاں تخت نشیں ہوئے۔ جب آصف الدولہ کو معلوم ہوا کہ نواب فیض اللہ خاں کا انتقال ہوگیا ہے تو اس نے نواب محمد علی خاں کو لکھنؤ طلب کیا۔ یہ لکھنؤ جانے کے لئے تیار ہوگئے لیکن تمام سردارانِ فوج اور بھائی بند انکے خلاف تھے انھیں خدشہ تھا کہ نواب آصف الدولہ انھیں گرفتار کر کے ریاست ضبط کرلے گا۔ لیکن سب لوگوں کے کہنے کے باوجود انھوں نے اپنا ارادہ ترک نہیں کیا اس کے علاوہ تمام سردار انکے برے برتاو اور سخت مزاجی سے ناراض تھے اور ان کی جگہ ان کے چھوٹے بھائی غلام محمد خاں کو نواب بنانا چاہتے تھے۔ چنانچہ ایک سازش کے ساتھ انھیں قتل کردیا گیا۔ انھوں نے کل ۲۵ روز حکومت کی تھی۔

---

[1] اخبار الصنادید جلد اوّل ص ۵۹۷

نواب غلام محمد خاں ابنِ نواب فیض اللہ خاں (۱۷۹۴ء)

نواب محمد علی خاں کے قتل کے بعد سرداروں نے نواب غلام محمد خاں کو تخت پر بٹھایا ادھر نواب آصف الدولہ اور انگریز گورنر جنرل کے سامنے نواب محمد علی خاں کے قتل کا استغاثہ پیش ہوا۔ چونکہ رامپور ریاست انگریزوں کی وساطت اور ضمانت سے تھی اور ان کی منظوری کے بغیر یہ تاجپوشی غلط تھی اس لئے نواب آصف الدولہ اور انگریز حکام نے نواب غلام محمد کی جانشینی کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ انکے خلاف فوج کشی کر دی۔ نواب آصف الدولہ کی فوج انگریزی فوج کے ساتھ پیش قدمی کرتے ہوئے بریلی تک پہنچی ابتداء میں نواب غلام علی خاں جنگ سے بچنا چاہتے تھے اور اس کے لئے حکومت سے دست بردار ہونے کو تیار تھے لیکن فوج کے سرداروں نے جب ان پر اعتماد اور انکی حمایت کرنے کا مکمل یقین دلایا تو نواب غلام محمد خاں بھی اپنی فوج کو آراستہ کر کے بریلی کی جانب روانہ ہوئے۔ ۲۴ر اکتوبر ۱۷۹۴ء بروز جمعہ سنکھا کے مغربی کنارے پر دونوں فوجوں میں ٹکر ہوئی۔ شروع میں روہیلہ فوج کا پلڑا بھاری رہا۔ اور فتح کی خوشی میں نوابی فوج بے قابو ہو کر مالِ غنیمت لوٹنے میں مصروف ہوگئی۔ لیکن اچانک انگریزی فوج نے توپوں کا رخ بدل کر پھر جو نئے سرے سے گولہ باری کی تو نقشہ بدل گیا۔ روہیلہ فوج کے پاؤں اکھڑ گئے انجام کار روہیلوں کو شکست ہوگئی اور نواب غلام محمد خاں کو مجبوراً رامپور واپس ہونا پڑا۔ یہاں سے اپنے خاندان کو لیکر پہاڑ پر فناچور مقام پر چلے گئے انگریزوں اور اودھ کی فوجوں نے ان کا تعاقب کیا لیکن وہ ان کی گرفت سے محفوظ رہے تھک ہار کر یہ فوجیں رامپور واپس آ گئیں۔ آخر کار چھوٹے موٹے ہنگاموں اور صلح و مصالحت کے بعد نواب غلام محمد خاں نے اپنے آپکو انگریزوں کے حوالے کر دیا انھیں گرفتار کر کے بنارس بھیج دیا گیا۔ ان کی جگہ نواب محمد علی خاں کے لڑکے

نواب احمد علی خاں کو ریاست کی گدی پر بٹھایا گیا۔اس وقت نواب احمد علی خاں کی عمر نو (۹) سال کی تھی۔اس لئے ریاست کے انتظام کیلئے نواب سید نصر اللہ خاں کو ریاست کا مدار المہام مقرر کیا گیا۔کچھ دنوں کے بعد انگریزوں کی اجازت سے نواب غلام محمد خاں حج کو گئے۔حج سے واپس آتے ہوئے کابل میں احمد شاہ درانی کے لڑکے زماں شاہ کے پاس ٹھہرے پھر پنجاب میں نادوں کے راجہ سنسار چند کے ہاں مقیم ہوئے اور وہیں تریسٹھ سال کی عمر میں ۱۲۳۸ھ/۱۸۲۳ء میں انتقال ہوا۔نادوں میں دفن ہیں۔

نواب احمد علی خاں بن نواب محمد علی خاں (۱۷۹۴ء۔۱۸۴۰ء)

نواب احمد علی خاں ۱۷۸۵ء میں پیدا ہوئے، نواب غلام محمد خاں کے معزول کئے جانے کے بعد اور ان کے ترکِ وطن کے بعد نواب آصف الدولہ نے نواب فیض اللہ کے مقبوضہ علاقہ کا نصف حصہ اور تین لاکھ اکیس ہزار مہر طلائی لے کر صرف دس لاکھ آمدنی کا علاقہ نواب احمد علی خاں کو دے کر تخت پر بٹھایا۔اس وقت ان کی عمر نو (۹) سال تھی اس لئے نواب سید نصر اللہ خاں کو نائب مقرر کیا گیا۔نواب آصف الدولہ کے انتقال کے بعد نواب سعادت علی نے پھر انگریزوں کو باور کرایا کہ نواب فیض اللہ خاں کے لڑکے شر و فساد کا ارادہ کرتے ہیں اور انھیں لکھنؤ طلب کر لیا۔لیکن ڈیڑھ سال لکھنؤ میں قیام کرنے کے بعد جب انگریزوں کو انکی بے گناہی کا یقین ہوا تو انھیں رامپور واپس جانے کی اجازت دیدی ۱۸۱۰ء/ ۱۲۲۵ھ میں نواب نصر اللہ خاں کا انتقال ہو گیا اس طرح نواب احمد علی خاں کو مکمل اختیار حاصل ہو گیا۔اس وقت ان کی عمر ۲۵ سال کی تھی لیکن انھیں حکومت کے نظم و نسق سے زیادہ عیش و عشرت اور سیر و شکار سے دلچسپی تھی شاعری کا شوق تھا، رندؔ تخلص تھا ان کے عہد میں ریاست کو بڑی تباہی کا سامنا کرنا پڑا، بدنظمی کی وجہ سے ہزاروں لوگ شہر چھوڑ کر چلے گئے،

ناموافقت کی وجہ سے خاندان کے اکثر لوگ بھی رامپور سے باہر چلے گئے ،نواب غلام محمد خاں کے لڑکے نواب سعید محمد خاں نے انگریزوں کی حکومت میں ڈپٹی کلکٹر کی نوکری اختیار کر لی نواب احمد علی خاں نے سینتالیس برس حکومت کی اور ۱۸۴۰ء میں اُن کا انتقال ہوا۔

نواب محمد سعید خاں بن غلام محمد خاں (۱۸۴۰ء-۱۸۵۵ء)

نواب محمد سعید خاں ۱۷۸۶ء میں پیدا ہوئے۔ چونکہ نواب احمد علی خاں کے کوئی نرینہ وارث نہ تھا لہٰذا انگریزی حکام نے انھیں والیِ ریاست تسلیم کیا اور ۱۸۴۰ء میں مسند نشین کیا۔نواب محمد سعید خاں ایک قابل مدبر اور منتظم حکمراں تھے انگریزی ملازمت کی وجہ سے انھیں انتظام کا عملی تجربہ تھا ،اسلئے ریاست کی باگ ڈور سنبھالتے ہی انھوں نے ریاستی انتظام کو چست درست بنانے کی طرف توجہ دی۔نواب احمد علی خاں کے دورِ حکومت میں ریاست کی حالت بہت خراب ہوگئی تھی حکومت کا یہ حال تھا کہ دس دس روپئے کے ملازم مالگذاری وصول کرنے پر مامور تھے عدالت میں مفتی قاضی تو تھے لیکن مقدمہ کا کوئی رجسٹر نہیں تھا۔کھڑے کھڑے صرف قسموں پر فیصلہ ہوجاتا تھا۔ ملک کا نہ تو کوئی ضابطہ آئین تھا نہ دستور۔نواب صاحب نے ریاست کے کل نظام کو باضابطہ کیا مالی بدنظمی کی وجہ سے ریاست کی جو آمدنی گھٹ گئی تھی جدید مالی انتظام کی بدولت ریاست کی آمدنی میں اضافہ کیا اس کے علاوہ متعدد شاندار عمارتیں تعمیر کرائیں ،سڑکیں کشادہ کرائیں ، بازار اور بنوائے گلی کوچوں کی صفائی ستھرائی کا انتظام کیا۔۱۸۵۱ء میں جب لارڈ ڈلہوری رامپور آئے تو نواب کے حسن انتظام کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور اسی وقت نواب یوسف علی خاں کو ولی عہد نامزد کردیا۔کتب خانہ رامپور جسے نواب فیض اللہ خاں نے قائم کیا تھا نواب صاحب نے دوسرے محکموں کی اصلاح کے ساتھ اس کی جانب بھی توجہ دی توشہ خانے میں کتابوں کے

لئے جداگانہ کمرہ مقرر کیا کتابوں پر ثبت کرنے کے لئے مہر کندہ کرائی جس پر ۱۲۶۸ھ (۲-۱۸۵۱ء) کے ساتھ یہ شعر کندہ ہے ۔

''ہست این مہر بر کتب خانہ- والیِ رامپور فرزانہ''

انھوں نے پرانی کتابوں کی فراہمی کے ساتھ نایاب کتابوں کی نقلیں کرائیں اس مقصد کے لئے کشمیر سے مرزا غلام رسول اور مرزا احمد حسن دو بھائیوں کو طلب کیا ان کے علاوہ لکھنؤ سے میر عوض علی کو طلب کیا ان خطاطوں کی وجہ سے شہر میں گھر گھر خطاطی کا شوق پیدا ہوا اور رفتہ رفتہ سینکڑوں خوش نویس مصروفِ کار نظر آنے لگے نواب سعید خاں کا اکہتر سال کی عمر میں ۱۸۵۵ء میں انتقال ہوا انکی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ پہلے سنیوں نے نمازِ جنازہ پڑھی پھر شیعوں نے نماز ادا کی دونوں ہی یہ سمجھتے تھے کہ نواب صاحب ان کے مسلک کے ہیں۔

نواب یوسف علی خاں بن نواب محمد سعید خاں (۱۸۵۵ء-۱۸۶۵ء)

نواب یوسف علی خاں ۱۸۱۶ء میں پیدا ہوئے باپ کی زندگی ہی میں ولیِ عہد نامزد ہو گئے تھے پھر ان کے انتقال کے بعد ریاست کے حکمراں ہوئے اور ریاست کو مستحکم کرنے میں خصوصی توجہ دی لیکن ابھی تھوڑا ہی وقت ہوا تھا کہ ۱۸۵۷ء کا ہنگامہ برپا ہو گیا اس موقع پر انھوں نے نہایت سمجھ بوجھ سے کام لیا اور ریاست کو ہنگامہ سے بچائے رکھا نہ صرف رامپور بلکہ مرادآباد کا انتظام بھی اپنے ہاتھ میں لے کر بغاوت کی آگ کو ٹھنڈا کیا بریلی اور نینی تال میں پھنسے انگریز افسروں کی مدد کی سنبھل، حسن پور اور ٹھاکردوارہ کے انقلابیوں کی سرکوبی کی اسی طرح امروہہ میں بدنظمی ہوئی تو نوابی فوج نے وہاں جا کر امن و امان قائم کیا، اسکے علاوہ نہ صرف روہیلکھنڈ بلکہ دلی تک کے ہنگامے کے بارے میں خبر رسانی

کا پختہ انتظام کر کے انگریزی حکومت کی حمایت اور وفاداری کا پورا ثبوت دیا، چنانچہ جب ہنگامہ فرو ہوا تو انگریزی حکومت نے ان کا بھرپور شکریہ ادا کیا، اور مراد آباد و بریلی کے چند علاقے بطور انعام عطا کئے اور ہنگامہ کے دوران جو اخراجات ہوئے تھے اُن سب کی ادائیگی گورنمنٹ نے کی۔ ۱۸۶۱ء میں انھیں ملکہ برطانیہ کی جانب سے اسٹار آف انڈیا کا خطاب عطا کیا گیا اور ۱۸۶۴ء میں امپیریل لجس لیٹو کونسل Imperial Legislative Council) کا ممبر نامزد کیا گیا نواب یوسف علی خاں ایک اعلیٰ مدبر اور منتظم ہونے کے ساتھ ایک علم دوست اور علم پرور انسان تھے۔ ۱۸۵۷ء کے ہنگامے میں دلی اور لکھنؤ سے اجڑے ہوئے صاحبِ علم ان کے دربار میں پہنچے تو انھوں نے نہایت پرتپاک انداز سے ان کا خیر مقدم کیا ان کی فراخدلی دیکھ کر ملک کے کونے کونے سے آ کر کثیر تعداد میں علماء ادباء شعراء ان کے دربار میں جمع ہو گئے تھے۔ خود بھی شاعری کا شوق تھا۔ ناظم تخلص کرتے تھے۔ پہلے مومنؔ پھر غالبؔ آخر میں مظفر علی اسیرؔ لکھنوی سے کلام پر اصلاح لی کتابوں سے بیحد دلچسپی تھی نادر الوجود کتابیں جمع کرنے اور نقلیں کرانے کا شوق تھا۔ ۲۱ را پریل ۱۸۶۵ء کو کینسر کے مرض میں انتقال ہوا۔

نواب کلبِ علی خاں ابن نواب یوسف علی خاں (۱۸۶۵ء۔۱۸۸۷ء)

نواب کلبِ علی خاں ۱۸۶۵ء میں تخت نشیں ہوئے ان کا عہد ریاست کا سنہری دور کہلاتا ہے ان کے عہد میں ریاست مستحکم اور رعایا خوش حال تھی عدل و انصاف کا بول بالا تھا۔ دربار میں ہر علم و فن کے صاحب کمال جمع تھے۔ انھوں نے مالگذاری مستاجری کا نیا نظام جاری کیا۔ پولیس و فوج کو جدید طرز پر مسلح کیا تعلیم کی طرف توجہ دی۔ جدید اسکول و مدرسے قائم کئے۔ نئی عمارتیں تعمیر کرائیں۔ انگریزی سرکار ان کے حسن انتظام سے بہت

خوش تھی۔ چنانچہ ۱۸۶۶ء میں انھیں مجلس لیٹو کونسل (Legislative Council) کا ممبر نامزد کیا گیا۔ ۱۸۷۰ء میں ڈیوک آف اڈنبرا سے ملنے آگرہ گئے تو پورے اعزاز کے ساتھ ان کا استقبال کیا گیا۔ پھر ۱۸۷۳ء میں جب شہنشاہ ایڈورڈ جو اسوقت ولیِ عہد تھے ہندوستان آئے تو انھوں نے آگرہ بلا کر نواب صاحب کو گرینڈ کمانڈر آف انڈیا کا خطاب عطا کیا۔ اس کے بعد ۱۸۷۷ء میں انھیں دربارِ قیصری سے مشیرِ قیصر ہند کا اعزاز ملا۔

نواب صاحب کی فیاضی اور سخاوت کے بہت چرچے تھے۔ ان کے وقت میں بڑے بڑے لوگ ریاست میں آئے اور انکی مہمان نوازی کی تعریف کیے بنا نہیں گئے۔ ۱۸۷۲ء میں حج کرنے گئے تو وہاں بھی عربوں کو اپنی فیاضی کا گرویدہ کر لیا رفاہی کاموں کے لئے دل کھول کر امداد کرتے تھے تین لاکھ کے خرچے سے نہر زبیدہ کی مرمت کرائی۔ ڈیڑھ لاکھ روپیہ جامع مسجد کی مرمت کے لئے دیا۔ روم وروس کی جنگ میں لاکھوں روپیہ سے مدد کی عام خیراتی کاموں میں کوئی جماعت اور سوسائٹی ایسی نہ تھی جس کی نواب صاحب نے مدد نہ کی ہو۔

نواب کلب علی خاں صوم وصلوٰۃ کے پابند نہایت متقی مذہبی اور سچے مسلمان تھے علم وفضل میں تمام نوابوں پر فوقیت رکھتے تھے علم وادب کی سرپرستی میں اپنے خاندان میں سب سے بڑھ کر تھے۔

نجم الغنی خاں اخبار الصنادید میں لکھتے ہیں ''اس ریاست کو آج سو برس سے زیادہ ہوئے اس مدت میں ایک بھی رئیس ایسا نہیں گذرا جو فضل وکمال کے شوق میں نواب کلبِ علی خاں کی شانِ یکتائی کا حریف ہو سکتا تھا۔ افسوس یہ ہے کہ ریاست کے انتساب نے ان کو نوابوں کے پہلو میں جگہ دی ورنہ شاعری، تاریخ، ادب، موسیقی اور فقہ کون سی بزم ایسی ہے

جہاں فخر وشرف کے ساتھ ان کو جگہ نہیں دی جاسکتی"۔ مولانا امتیاز علی عرشی اپنے ایک مضمون کتابوں کا تاج محل میں لکھتے ہیں "۱۸۶۵ء میں نواب سید کلبِ علی خاں نے مسندِ ریاست پر قدم رکھا تو چند سال کے اندر رامپور بغداد اور قرطبہ کا ہم پلّہ بن گیا۔ خلد آشیاں (نواب کلبِ علی خاں) اپنے خاندان میں سرپرستی علم وادب کے لحاظ سے یکتا تھے۔ بچپن سے کتابیں جمع کرنے کا شوق تھا۔ اور جب کوئی اچھا نسخہ ہاتھ آجاتا تو اس پر بقیدِ تاریخ لکھا کرتے تھے، کہ مجھے ایسی خوشی میسر آئی ہے کہ اس سے پہلے کبھی نصیب نہ ہوئی تھی ان کے عہد میں کتب خانہ (کتب خانہ سرکاری موجودہ رضا لائبریری) اپنی ترقی کے اعلیٰ مدارج تک پہنچ گیا تھا۔ خلد آشیاں کی قدردانی دیکھ کر ہندوستان کے گوشے گوشے سے کتابیں برسنا شروع ہو گئیں اور چند سال کے اندر اتنا بڑا ذخیرہ جمع ہو گیا کہ انھیں اس کے لئے نئی عمارت تعمیر کرانا پڑی"۔ منشی امیر احمد مینائی مرحوم ترتیب فہرست کے نگراں مقرر ہوئے نواب صاحب نے فہرست کا نمونہ خود پسند فرمایا اور اس کے مطابق مولوی مہدی علی خاں تحویلدار کتب خانہ (مرتب تاریخ لطیف) نے فہرست کی تکمیل کی۔ نواب کلبِ علی خاں کا ۵۳ سال کی عمر میں ۱۸۸۷ء میں انتقال میں ہوا اور اُنھیں شاہ جمال اللہ کے مزار کے احاطے میں اُنھیں دفن کیا گیا۔

نواب مشتاق علی خاں بن نواب کلبِ علی خاں (۱۸۸۷ء-۱۸۸۹ء)

نواب مشتاق علی خاں ۱۸۵۷ء کو پیدا ہوئے نواب کلبِ علی خاں کے انتقال کے بعد ۲۲ / مارچ کو تخت نشیں ہوئے۔ اگرچہ ان کا عہدِ حکومت بہت مختصر رہا لیکن ریاست کی ترقی کے کئی اہم اور یادگار کام انجام دئے گئے۔ تخت نشینی کے فوراً بعد انھوں نے ریاست کے انتظام کے لئے ایک کونسل قائم کی جس میں نادر شاہ خاں، اصغر خاں، عبد اللہ خاں، پنمسیری داس کو ممبر نامزد کیا اور جنرل اعظم الدین خاں کو مدار المہام مقرر کیا۔ خاندانی

معاملات کے تصفیہ کے لئے پانچ ممبروں پر مشتمل مزید ایک کونسل تشکیل دی۔ ہندوؤں کے لئے ان کے پرنسل لاء کے مطابق فیصلہ کرنے کے لئے ایک پنچایت مقرر کی۔ جس میں صرف ہندو ممبر تھے زیارت گاہ و مساجد کی دیکھ بھال و مرمت کے لئے ایک کمیٹی بنائی اور دینی علماء کو اسکا ممبر نامزد کیا۔ مدرسہ عالیہ کے تعلیمی نصاب میں اصلاح کی اس میں مضامین کا اضافہ کیا۔ دینی تعلیم کیلئے مزید مدرسے قائم کئے۔ اور انگریزی تعلیم کے لئے اسکول کھولا۔ پہلے سے چل رہے اسکولوں کو اور بھی ترقی دی مستاجری اور مالگذاری کے قانون میں اصلاح کی جس سے ریاست کی آمدنی میں اضافہ ہوا۔ محکمہ قانون میں تبدیلی کرتے ہوئے دیوانی و فوجداری کی نئی عدالتیں قائم کیں، دفتروں میں فارسی زبان کی جگہ اردو زبان کو رائج کیا۔

نواب مشتاق علی خاں کے عہد سے انگریزی طرزِ تعمیر کی ابتداء ہوئی۔ انھوں نے مسٹر رائٹ کو طلب کر کے چیف انجینئر مقرر کیا۔ جس نے اصطبل اور مہمان خانے کی عمارتیں نواب مشتاق علی خاں کے عہد میں تعمیر کی تھیں بعد میں نواب حامد علی خاں کے عہد میں اور کئی عمارتیں تعمیر کیں جس میں حامد منزل کی شاندار عمارت بھی ہے۔ اس عمارت کا طرز تعمیر دیکھ کر لوگ حیرت کرتے ہیں۔

چونکہ نواب صاحب اکثر بیمار رہتے تھے۔ اس لئے ۱۸ اپریل کو سر آکلینڈ کالون لفٹنٹ گورنر نے رامپور آ کر ریاست کے انتظام کے لئے ایک کونسل انتظامیہ قائم کی نواب صاحب کو پریسیڈنٹ، جنرل اعظم خاں کو وائس پریسیڈنٹ، کنور لطف علی خاں رئیس چھتاری اور سید آلِ حسن کو کونسل کا ممبر نامزد کیا۔ نواب صاحب نے کل ۲۷ مہینے حکومت کی ۲۵ فروری ۱۸۸۹ء کو بحالت علالت ان کا انتقال ہوا۔ حافظ شاہ جمال اللہ کے مقبرے

کے احاطے میں دفن ہوئے۔

نواب حامد علی خاں بن نواب مشتاق علی خاں (۱۸۸۹ء۔۱۹۳۰ء)

نواب حامد علی خاں ۱۸۷۵ء میں پیدا ہوئے والد کے انتقال کے بعد چودہ سال کی عمر میں تخت نشیں ہوئے نواب مشتاق علی خاں کے عہد میں ریاست کے انتظام کے لئے ایک کونسل قائم کی گئی تھی نواب حامد علی خاں کی تخت نشینی کے وقت اس کا نام بدل کر کونسل آف ریجنسی کر دیا گیا۔سید صفدر علی خاں پریسیڈنٹ اور جنرل اعظم الدین خاں وائس پریسیڈنٹ مقرر ہوئے۔ کپتان کالون کونواب صاحب کا اتالیق مقرر کیا گیااور تعلیم کے لئے انھیں کپتان صاحب کے ساتھ بریلی و نینی تال بھیجد یا گیا.

۱۸۹۱ء میں جب جنرل اعظم الدین کوقتل کر دیا گیا تو ان کی جگہ میجر ونسنٹ کو بھیجا گیا۔میجر نے آتے ہی جنرل کے قتل میں ملوث لوگوں کی گرفت کی اور سزادلائی۔۳/ مارچ ۱۸۹۳ء کونواب صاحب نے یورپ کا سفر کیا۔سفر کے دوران برطانیہ میں ملکہ وکٹوریہ، شہزادہ ولیِ عہد اوردوسرے شاہی ممبران سے ملاقات کی۔ اس سفر سے انکے تجربے اور معلومات میں کافی اضافہ ہوا جسے انھوں نے بڑی تفصیل سے اپنے سفرنامے میں بیان کیا ہے۔۴رفروری ۱۸۹۴ء کوسفر سے واپس آئے۔۲۶رفروری ۱۸۹۴ء کونواب آف جاورہ کی بہن سے نہایت دھوم دھام سے شادی کی۔۲/اپریل ۱۸۹۴ء کوسر چارلس کراسٹیٹ لفٹنٹ گورنر نے انھیں ریاست کا اختیار دیااور مدد کے لئے ایک کونسل بنائی۔نواب صاحب کواس کا پریسیڈنٹ اور صاحب زادہ حمید الظفر (برادر جنرل اعظم الدین خاں) کو وائس پریسیڈنٹ مقرر کیا۔نواب محمد علی رئیس جہانگیر آباد کو ریونیو ممبر، خاں بہادر زین العابدین کو جوڈیشنل ممبر، خاں بہادر عبدالمجید خاں کوکونسل کا سکریٹری نامزد کیا۔صاحب زادہ عبدالصمد

خاں نواب صاحب کے پرائیویٹ سیکریٹری اور مولوی فرخی میر منشی مقرر ہوئے۔ یکم جون ۱۸۹۶ء کو ۲۱ سال کی عمر میں انگریزی حکومت نے انھیں مکمل اختیار دیدیا۔ اس لئے بعد میں انھوں نے کونسل برخواست کردی۔ مدار المہام کے عہدے کو ختم کردیا اور ہر محکمہ کے لئے جدا جدا سیکریٹری مقرر کئے جنھیں اپنے محکمے کے مکمل اختیار حاصل تھے۔ صاحب زادہ عبدالصمد کو چیف سیکریٹری مقرر کیا۔ اور ریاست کے تمام امور کی نگرانی براہِ راست خود کرنے لگے۔ ان کی خاص توجہ کی وجہ سے ریاست نے کافی ترقی کی۔ نواب حامد علی خاں ایک قابل حکمراں تھے۔ ان کے حسنِ انتظام اور قابلیت کی بناء پر برٹش حکومت نے انھیں متعدد اعزازات سے نوازا تھا۔ نواب حامد علی خاں کو تعلیم و تعمیر سے خصوصی دلچسپی تھی مدرسہ عالیہ اور ریاست کے دیگر اسکولوں کو ترقی دینے کے ساتھ قصبات و دیہات میں کثیر تعداد میں مدارس و اسکول قائم کئے تعلیمی و فلاحی اداروں کی مدد کرنے میں فراخدل تھے۔ علی گڑھ کالج کو ایک بار ایک لاکھ کی گرانٹ دی تھی یہ کالج جب یونیورسٹی بنا تو دو لاکھ روپے دئے۔ انجمن حمایتِ اسلام پنجاب، مدرسہ عربیہ دیوبند اور مدرسہ طبیہ کالج دہلی کو مالی مدد انکی فیاضی اور کشادہ دلی کی عمدہ مثال ہے۔ تعمیرات کے سلسلے میں نواب حامد علی خاں کی مثال شاہجہاں سے دی جاتی ہے۔ قلعہ کے اندر ''حامد منزل''، رنگ محل''، مچھلی بھون، ''مہمان خانہ انگریزی''، ''مہمان خانہ ہندوستانی''، کتب خانے کی عمارت، چیف سیکریٹری کا دفتر، امام باڑہ وغیرہ۔ قلعہ سے باہر کی عمارتیں مثلاً کچہری صدر عمارت، عدالت، اسکول، کوتوالی، جامع مسجد، اسپتال، فیل خانہ، اصطبل، فراشخانہ وغیرہ۔ شہر سے باہر کی عمارتیں جیسے کوٹھی بے نظیر، خاص باغ، کوٹھی خسرو باغ، شاہ آباد پیلیس جیسی شاندار عمارتوں کے رکھ رکھاؤ کو دیکھ کر عمارتوں سے ان کی دلچسپی کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ خاص طور پر حامد منزل کی بناوٹ، بلندی،

اندرونی سجاوٹ، گیلری میں نصب مجسمے، دربار ہال کی سنہری سجاوٹ، جھاڑ فانوس، کھڑکی دروازے، دروازے کے منقش شیشے، کشادہ کمرے، کمروں میں ہوا کے گذرنے اور کمرے کو گرم رکھنے کے انتظام کو دیکھ کر کوئی بھی شخص تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ نواب صاحب کو اگر ایک طرف سیر و سیاحت کا شوق اور مختلف ریاستوں کے حکمرانوں، ملک و ملک کے باہر بڑی بڑی شخصیتوں سے تعلقات بنانے کا جذبہ تھا تو دوسری طرف مہمان نوازی میں بھی انکی مثال ملنی مشکل تھی۔ علامہ نجم الغنی خاں نے اخبار الصنادید میں نواب صاحب کے سفر اور ریاست میں مہمانوں کی آمد کے بارے میں بہت تفصیل سے لکھا ہے۔

نواب صاحب کو شعر و شاعری سے بھی دلچسپی تھی رشک تخلص تھا۔ منشی امیر احمد مینائی سے شاعری میں مشورہ تھا۔ ۱۹۳۰ء کو انتقال ہوا۔

نواب رضا علی خاں بن نواب حامد علی خاں (۱۹۳۰۔۱۹۴۹) [۱]

نواب رضا علی خاں ۱۹۰۶ء میں پیدا ہوئے۔ والد کے انتقال کے بعد ۱۹۳۱ء میں ریاست کے حکمراں ہوئے۔ ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ انھوں نے ہر محکمہ میں جدّت پیدا کی۔ اور ریاست کے انتظام کو برٹش گورنمنٹ کے طرز پر ڈھالنے میں گہری دلچسپی لی۔ ۱۹۳۱ء میں ریاست کی باگ ڈور سنبھالتے ہی انھوں نے عوام کے بنیادی حقوق کی حفاظت کیلئے نیا دستور بنایا جسمیں لوگوں کو ملکیت اور اظہارِ رائے کی آزادی کا حق اور پریس کی آزادی کی ضمانت دی گئی تھی اور اس بات کی یقین دہانی کرائی گئی کہ کسی بھی شخص کو علاقہ ذات قومیت یا مذہب کی بنیاد پر اس کے بنیادی حقوق سے محروم نہیں کیا جائے گا۔

---

[۱] تفصیل کے لئے دیکھئے حقیقت رامپور، اکرام عالم، بدایوں ۱۹۴۰ء اور
Rampur District Gazetteer edited by Amar Singh Baghel, Lucknow, 1974

دستور میں لوکل انتظامی ادارے میونسپل بورڈ، ٹاؤن ایریا اور پنچایت کو قائم کرنے کی تجویز شامل تھی اس کے علاوہ تعلیمی معاشی اور صنعتی طور پر ہر شخص کو اپنی مرضی اور اپنی محنت اور صلاحیت کی بنیاد پر ترقی کرنے کا حق دیا تھا۔ انھوں نے حکومت میں جمہوری طرزِ نظام کی حوصلہ افزائی کی۔ ریاست کی ایک لجس لیٹو کونسل بنائی جس کے ۵۴ ممبران تھے۔ اس میں سے ۳۱ ممبران کو عوام منتخب کرتے تھے ۲۳ ممبران حکومت کی طرف سے نامزد کئے جاتے تھے۔ انتخاب کے بعد نو منتخب مجلس کے ممبران نے ایک نیا دستور پاس کیا جس میں آزاد عدلیہ، آزاد محکمہ آڈٹ اور پبلک سروس کمیشن بنانے کی سفارش کی گئی تھی۔ نئے ہاؤس، نئے صدر اور نائب صدر کا انتخاب براہِ راست کیا۔ کیبنٹ تشکیل دی۔ ہر ٹیم ایک چیف منسٹر اور پانچ منسٹروں پر مشتمل تھی بعد میں اتفاقِ رائے سے اس میں مزید چار ممبر شامل کئے گئے۔ نئے دستور کے ذریعہ جدید انتخابی حلقے طے کئے گئے۔ جس کے دو حصّے تھے جنرل اور اسپیشل۔ جنرل حلقہ انتخاب میں شہر قصبات و دیہات سے ممبران کو چننے کا انتظام تھا۔ اسپیشل زمرے میں فیکٹری کے ملازمین، تاجران، جاگیرداران و معافی داران میں سے ممبران منتخب ہوتے تھے۔ عدالتی نظام کو اور بھی قابلِ اعتماد بنانے کے لئے اس کی از سرِ نو ترتیب ہوئی۔ عوام کو عدالتوں پر مکمل بھروسہ کرنے اور انھیں صحیح انصاف دلانے کی غرض سے جوڈیشنل منسٹر کے ماتحت مختلف قوانین جیسے قانونِ تعزیراتِ رامپور، ضابطہ فوجداری، ضابطہ دیوانی، قانونِ اسلحہ، قانونِ مطالباتِ دفینہ، قانون کورٹ فیس، قانون اسٹامپ، قانونِ معاہدہ، قانونِ شہادت، قانونِ بیعِ مال، قانونِ انتقال جائداد، قانونِ میعادِ سعادت، قانونِ دادرسی خاص، قانونِ میونسپلٹی وغیرہ تیار کرایا اور انھیں نافذ کیا۔ میونسپلٹی نظام میں اصلاح کی جس

میں سرکاری ملازمین کے علاوہ عوامی انتخاب کے ذریعہ ممبران منتخب ہوتے تھے۔ اسپتال و شفا خانے کی طرف توجہ دی۔ قابل ڈاکٹروں کا تقرر کیا اسپتال میں ضرورت کے مطابق ضروری دوائیں و آلات فراہم کئے۔ بنیادی اور اعلیٰ تعلیم کے لئے لڑکے اور لڑکیوں کیلئے متعدد اسکول قائم کئے۔ پولیس و فوج کو جدید طرز پر منظم کیا۔ انکی ٹریننگ کیلئے اسکول قائم کیا۔ مزید ٹریننگ کیلئے انھیں انگریزی ٹریننگ کیمپ میں بھیجا جاتا تھا۔ محکمہ مالیات کے لئے جدید اصول و ضابطے بنائے گئے۔ ایک انگریز فائنینشیل وزیر کے ماتحت ٹریڈ اکاونٹنٹ کا تقرر کیا جس کی مدد سے ریاست کا حساب و کتاب انگریزی حکومت کے طرز پر ہونے لگا۔ اور ہر چھوٹی سے چھوٹی رقم کے لئے محکمہ آڈٹ سے سرٹیفکیٹ حاصل کرنا ضروری تھا۔ نواب رضا علی خاں نے اپنے عہد میں کئی صنعتیں اور فیکٹریاں قائم کیں رضا ٹیکسٹائل، شوگرمل، ماچس فیکٹری، چمڑا فیکٹری اور دیگر چھوٹے کارخانوں اور کاروبار کی وجہ سے رامپور ایک صنعتی شہر بن گیا تھا اور اسے چھوٹا کانپور سے تعبیر کیا جانے لگا تھا۔

نواب رضا علی خاں سب سے پہلے حکمراں تھے جنھوں نے آزادی کے فوراً بعد اپنی ریاست کو انڈین گورنمنٹ میں ضم کیا۔ آزادی کے بعد ۱۵ رمئی ۱۹۴۹ء کو انھوں نے حکومتِ ہند کے ساتھ ریاست رامپور کے الحاق کے معاہدہ پر دستخط کئے۔ اور یکم جون ۱۹۴۹ء کو اسے مرکزی حکومت کو سونپ دیا۔ یکم دسمبر ۱۹۴۹ء کو مرکزی حکومت نے رامپور کو اترپردیش کے سپرد کردیا۔ صوبائی حکومت نے رامپور کو ضلع بنادیا۔ اور تمام انتظام ضلع انتظامیہ کو دیدئے۔ ریاست کے انضمام کے بعد نواب رضا علی خاں کو ان کے ذاتی اخراجات کیلئے ساڑھے چھ لاکھ روپیہ سالانہ اور کچھ مراعات و اعزاز دیا گیا۔ ان کا انتقال ۱۹۶۶ء میں ہوا۔

نواب رضا علی خاں کے انتقال کے بعد ان کے بڑے لڑکے نواب مرتضی علی خاں کے لئے مثل سابق نواب ساڑھے چھ لاکھ روپیہ سالانہ اور خاص مراعات باقی رکھی گئیں۔ لیکن ۱۹۷۱ء کے دستور کی دفعہ ۲۹۱ و۲۶۲ کے تحت یہ سہولتیں ختم کر دی گئیں اسطرح دوسو سال تک قائم رہنے والی روہیلکھنڈ ورامپور ریاست کا خاتمہ ہو گیا۔

روہیلکھنڈ کے نوابین نے علم وادب کی جو خدمت کی ہے وہ تاریخ کا ایک روشن باب ہے ریاست کے بانی نواب علی محمد خاں سے لے کر آخری نواب سر رضا علی خاں تک تمام نوابین علم دوست علم پرور اور ادباء، شعراء، علماء اور فضلاء کے قدر دان رہے ہیں یہی وجہ ہے کہ ہر ایک نواب کے دربار میں علماء وادباء کی ہمیشہ ایک بڑی جماعت موجود رہی ہے اور ان کی بھرپور سرپرستی بھی ہوتی رہی ہے۔ نواب علی محمد خاں کے دربار میں کاظم خاں شیدا خٹک جیسے شاعر، سید احمد گیلانی اور حکیم فیض جیسے حکماء اور سید محمد معصوم وسید حسن شاہ جیسے علمائے دین موجود تھے۔

نواب فیض اللہ خاں کے دربار میں پانچ سو علماء رہتے تھے اور رامپور کو بخارائے ہند کہا جاتا تھا۔ اگر ایک طرف افغانستان سے آئے ہوئے علماء میں ملا مغل، ملا عرفان، مولوی غلام جیلانی، ملا غفران جیسے صاحب تصنیف عالم تھے تو دوسری طرف ہندوستانی علماء میں ملا عبد العلی فرنگی محلی، ملا محمد حسن فرنگی محلی، مولوی رستم علی اور مولوی سلام اللہ محدث جیسی نابغہ روزگار شخصیتیں موجود تھیں کتب خانہ رضا اور مدرسہ عالیہ نواب صاحب ہی کا قائم کردہ ہے مدرسہ عالیہ سے بیشمار عالم پیدا ہوئے جنہوں نے دیگر زبانوں کے علاوہ عربی زبان وادب میں بے مثال علمی خدمات انجام دیں ہیں اسی طرح رضا لائبریری کی شہرت تمام عالم میں پھیلی ہوئی ہے۔

نواب محمد سعید خاں کو بھی علم کا بے حد شوق تھا ان کے دربار سے منسلک علم و منطق کے مشہور عالم دین اور مجاہدِ آزادی مولانا فضل حق خیر آبادی نے اپنی عربی کتاب ''ہدیہ سعیدیہ'' نواب صاحب کو معنون کی ہے۔ نواب کلب علی خاں علم و فضل میں اپنے بزرگوں سے بڑھ چڑھ کر تھے ان کے عہد میں رامپور علم و فضل کی بنا پر بغداد و قرطبہ کے ہم پلہ سمجھا جاتا تھا۔ بے شمار ادباء شعرا دربار سے منسلک تھے اُن میں مفتی سعد اللہ، مولوی عبد الحق خیر آبادی، مولوی عبد العلی ریاضی داں وغیرہ مشہور ہیں۔

نواب حامد علی خاں اور نواب رضا علی خاں کا عہد اگرچہ جدید اصلاحات اور جدید علوم و فنون اور انگریزی طرز معیار کی وجہ سے ممتاز ہے لیکن ان کے دربار میں بھی بے شمار علماء فضلاء موجود تھے جنھوں نے عربی زبان و ادب میں بھی کثیر کتابیں تصنیف کی ہیں۔

اگلے ابواب میں ہم گذشتہ دوسو سال کے دوران میں روہیلکھنڈ میں عربی علم و ادب کا جائزہ پیش کریں گے۔ مزید اس سلسلے میں جو ترقیات ہوئی ہیں نیز ان کے اسباب و عوامل اور ان شخصیات پر بھی روشنی ڈالیں گے جو اس میدان میں کارفرما تھیں۔

بابِ دوم

ہندوستان میں عربی زبان وادب کی سرگرمیاں اور اس کی ترقی میں روہیلکھنڈ کا حصہ

روہیلکھنڈ میں عربی زبان وادب کا جائزہ لینے سے قبل ضروری ہے کہ ہندوستان میں عربی زبان ادب کی حیثیت کا مختصر تاریخی جائزہ لیا جائے تا کہ اس پسِ منظر میں روہیلکھنڈ کے عربی ادب کا جائزہ لیا جاسکے۔ کیونکہ روہیلکھنڈ ہندوستان ہی کا ایک چھوٹا سا علاقہ ہے اور عربی زبان وادب کے لحاظ سے جو حیثیت ہندوستان کے دیگر علاقوں کی رہی ہے وہی حیثیت اس علاقے پر بھی ثابت ہوتی ہے۔

ہندوستان کے مسلمانوں کا علمی وتہذیبی سرمایہ بیشتر عربی فارسی اور اردو زبان میں ہے اس کے علاوہ تھوڑا بہت سرمایہ علاقائی زبانوں میں بھی ہے۔ عربی مسلمانوں کی مذہبی زبان رہی ہے۔ اس لئے عرب لوگوں کو چھوڑ کر (کیونکہ یہ انکی مادری زبان ہے) مسلمان دنیا کے جس کسی بھی خطے میں رہ رہے ہیں، عربی زبان ان کی مذہبی زبان کی حیثیت سے رائج ہے۔ ہندوستان میں اسلام اور مسلمانوں کے آنے کے بعد سے اب تک یہاں عربی زبان کو مذہبی زبان کی حیثیت سے ایک امتیازی مرتبہ حاصل رہا ہے اور چونکہ اسلامی اور

دینی علوم کو سیکھنے اور سکھانے کے لئے اس زبان کا جاننا بہت ضروری ہے۔ اس لئے ان علوم کی برکت سے یہ زبان ہندوستان میں آج تک باقی ہے۔ ابتدائی عہد سے اب تک اس کی اہمیت میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی ہے۔ اس کے برخلاف فارسی زبان کا چلن جب سے ہندوستان میں ختم ہوا ہے عربی کے مقابلہ اس کے علمی سرمایہ میں کمی آتی جارہی ہے۔

ہندوستان میں عربی زبان وادب کے بارے میں تاریخی جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتدائی عہد میں جب سندھ کا علاقہ اموی وعباسی خلفاء کے ماتحت تھا اس کی سرکاری زبان عربی تھی۔ عربوں کے دورِ حکومت میں سندھ میں علومِ اسلامیہ کو کافی فروغ حاصل ہوا۔ اس عہد میں منصورہ (بھکر)، دیبل (ٹھٹھ) اور ملتان اسلامی علوم وفنون کے مرکز تھے اور دوسری صدی ہجری کے آغاز ہی میں فقہ وحدیث کے ماہرین اس علاقے میں پیدا ہوئے تھے۔ چنانچہ حدیث کی کتابوں میں سندھی راویوں کی ایک بڑی جماعت کا تذکرہ ملتا ہے۔ مشہور محدث ابوحفص ربیع بن صبیح بصری جو ایک روایت کے مطابق کتاب تصنیف کرنیوالے پہلے مسلمان تھے۔ عربوں کی فتوحات کے ابتدائی زمانے میں سندھ آئے تھے۔ وہ تبعِ تابعین میں سے تھے۔ ۱۶۰ھ میں غزوہ باربد (بھاڑ بھوٹ گجرات) میں مہدی کی فرستادہ فوج میں شامل تھے۔ ایک بیماری میں وفات پائی۔ آپ کا مدفن بھاڑ بھوٹ شہر بھڑوچ سے بیس کلومیٹر فاصلہ پر نرمدا ندی کے کنارے ہے۔ ہندوستانی علوم وفنون سے عباسی خلفاء کی گہری دلچسپی تھی۔ اس سلسلہ میں برامکہ کی خدمات قابل ذکر ہیں۔ خاص طور پر یحیٰ برمکی کی جنھوں نے ۸۰۵ء میں ہندوستان سے جڑی بوٹیاں لانے اور ہندوؤں کے مذاہب قلمبند کرنیکے لئے ایک وفد بھیجا تھا۔ اسی وفد کے کسی شخص کے ذریعے ہندوستان کے ادیان و مذاہب پر سب سے پہلی عربی کتاب ''ملل الہند وادیانہا'' دوسری صدی ہجری/

آٹھویں صدی عیسوی میں لکھی گئی تھی۔ اس زمانے میں بہت سے ہندوستانی، جس میں ہندو مسلمان دونوں تھے عرب گئے۔ ابنِ ندیم نے دو ہندو پنڈتوں ننکا اور دھن کا تذکرہ کیا ہے۔ جن کی مدد سے سنسکرت کی چند کتابوں کا عربی میں ترجمہ کیا گیا تھا۔ بدقسمتی سے ساری کتابیں ضائع ہوگئیں۔ صرف ایک مختصر رسالہ ملا ہے جو مختلف زہروں سے متعلق ہے اور اس وقت برلن لائبریری میں موجود ہے۔ اس رسالہ کو شاناق[1] نامی پنڈت نے تصنیف کیا تھا۔ اس کے دیباچے میں تحریر ہے کہ اصل کتاب کا ترجمہ پہلے فارسی میں ابو حاتم بلخی نے خالد برمکی کے لئے ۲۰۰ھ میں کیا تھا اس کے بعد العباس بن سعید الجوہری نے ۲۱۰ھ (۸۲۵ء) میں اس کا عربی ترجمہ کیا۔ اس عہد کے عالموں میں جو ہندی یا سندھی ادباء و شعراء مشہور ہوئے ہیں ان میں ابوعطاء سندھی کا نام سرِفہرست ہے۔ ان کے اشعار کو ابوتمام اور بحتری نے اپنے حماسہ میں جگہ دی ہے۔ اسی طرح سندھ کی تاریخ سے متعلق سب سے پہلی عربی کتاب ''منہاج المسالک'' ہے۔ یہ کتاب اب ناپید ہے لیکن اس کا فارسی ترجمہ جسے علی بن حامد ابوبکر کوفی نے ۶۱۲ھ/۱۲۱۶ء میں چچ نامہ کے نام سے لکھا تھا، سندھ کی تاریخ کے ابتدائی ماخذ کے طور پر تمام مؤرخین کا مرجع ہے۔

غزنوی عہد میں عربی زبان کو کافی فروغ حاصل ہوا۔ اس عہد میں ابوریحان بیرونی کی مشہورِ زمانہ کتاب ''تحقیق ماللہند۔ ہندو مذہب، فلسفہ، رسم رواج کے اوپر اب بھی سب سے اہم کتاب تصور کی جاتی ہے۔

عہدِ سلاطین میں بغداد اور دہلی کے گہرے مراسم تھے۔ اس عہد میں جبکہ ہلاکو نے بغداد کو تباہ کیا تو وہاں سے بھاگ کر بہت سے عالموں نے دہلی میں پناہ لی۔ ماہرِ لسانیات

---

[1] تفصیل کے لئے دیکھئے عربی ادبیات میں پاک و ہند کا حصہ از ڈاکٹر زبید احمد (ترجمہ شاہد حسین رزاقی) مطبوعہ لاہور

اور محدث حسن صغانی لاہوری عباسی خلیفہ کے سفیر کی حیثیت سے التمش کے دربار سے وابستہ تھے۔علمِ حدیث میں ان کی تصنیف ''مشارق الانوار'' اور لغت میں ''عباب'' اب تک اعلیٰ درجہ کی کتابیں شمار کی جاتی ہیں۔

خلجیوں کے عہد میں مشہور مصری محدث شمس الدین ہندوستان آئے تھے۔اس عہد کے مشہور عالموں میں حسام الدین اور ابوبکر اسحاق معروف بہ تاج وغیرہ تھے۔نظام الدین اولیاء کا عربی خطبہ آج بھی پڑھا جاتا ہے۔امیر خسرو کی اگرچہ عربی میں کوئی کتاب نہیں ہے۔لیکن فارسی ہندی کے علاوہ عربی میں بھی شعر کہتے تھے۔اسی طرح چشتی سلسلہ کے صوفی شیخ نصیر الدین چراغ اور ان کے شاگرد عبدالمقتدر کے عربی اشعار تذکروں میں محفوظ ہیں۔عبدالمقتدر نے ''لامیۃ العجم'' کے جواب میں ''القصیدۃ الامیہ'' تحریر کیا ہے۔عہدِ تغلق میں شہاب الدین ملتانی ایک مشہور فقیہ تھے۔اور سراج الدین عمر بن اسحاق ہندی کی شہرت نہ صرف ہندوستان بلکہ مصر میں بھی تھی۔وہ قاہرہ میں قاضی مقرر ہوئے۔سید محمود الحسینی گیسودراز فارسی کیساتھ عربی میں بھی شعر کہتے تھے۔علی بن مہائی کی فقہ اور تصوف میں عربی کتابیں ہیں۔قاضی شہاب الدین دولت آبادی نے مختلف موضوعات پر عربی میں کتابیں تصنیف کی ہیں۔سید علی متقی اور ان کے شاگرد عبدالوہاب متقی کا شمار حدیث کی معروف ہستیوں میں ہوتا ہے۔دونوں نے عربی کتابیں لکھی ہیں۔عبدالوہاب کے شاگرد عبدالحق دہلوی کی بیشتر تصنیفات فارسی میں ہیں لیکن فقہ میں ''فتح المنان فی تائید المنان'' کے علاوہ تصوف و اخلاقیات پر عربی کتابیں ہیں۔[1]

---

[1] Islamic Survey & Intellectual History of Islam in India, By Azeez Ahmad

عہدِ مغلیہ میں فارسی زبان کا زیادہ رواج تھا۔ بیشتر عربی کتابوں کا فارسی میں ترجمہ ہوا۔عربی میں تصنیف وتالیف کا کام اگرچہ کم تھا لیکن بہت سے ایسے عالم تھے جن کا عربی زبان وادب میں بڑا حصہ ہے۔ان میں سب سے اہم نام عبدالحکیم سیالکوٹی کا ہے جنھوں نے مشہور کتاب تفسیرِ بیضاوی اور تفتازانی کی العقائد النفیسیہ ''پر حاشیہ لکھا ہے۔

دور آخر کے عالموں میں شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی خدمات قابلِ ذکر ہیں۔ انکی معرکتہ الآ راء کتاب ''حجۃ اللہ البالغہ'' اسرارِ شریعت میں بیحد اہم اور مشہور کتاب ہے اسکے علاوہ تاویل الاحادیث،مسوّیٰ شرحِ موطا،عقد الجمان فی احکام الاجتہاد والتقلید، فیوض الحرمین جیسی اہم کتابوں کے علاوہ ان کے عربی اشعار بھی قابلِ ذکر ہیں۔غلام علی آزاد بلگرامی جنھوں نے تذکرہ میں اہم کتاب السبحۃ المرجان لکھی ہے ہندوستان کے عربی شاعروں میں سب سے اہم اور بلند مرتبہ کے حامل ہیں۔دورِ جدید میں مولانا ابوالحسن علی ندوی (علی میاں) متوفی ۱۹۹۹ء کی شخصیت ہے جنھیں عربی تقریر وتحریر میں اہلِ زبان جیسی قدرت حاصل تھی۔ان کی کتاب ''ماذا خسر العالم بانحطاط المسلمین، المسلمون فی الہند، الصراع بین الفکرۃ الاسلامیۃ والفکرۃ الغربیہ، رجال الفکر والدعوۃ'' وغیرہ بے حد مقبول و معروف ہیں۔مختلف موضوعات پر درجنوں کتابوں کے علاوہ ہزاروں مضامین شائع ہوئے،دورِ جدید کی ایک اور معروف شخصیت قاضی اطہر مبارکپوری کی ہے جنھوں نے عرب و ہند کے تعلقات پر کئی کتابیں تصنیف کیں۔اس سلسلہ میں ان کی عربی کتاب ''رجال السند والہند'' بہت مشہور ہے۔کتاب کو انھوں نے بڑی تحقیق سے مرتب کیا ہے۔ اس میں پہلی صدی ہجری سے لے کر ساتویں صدی ہجری تک کے ہندوستانی علماء وفضلاء

---

[1] دیکھئے ہندوستان میں عربی علوم وفنون کے ممتاز علماء از ڈاکٹر یونس نگرامی

کا ذکر ہے۔ یہ کتاب اس لحاظ سے بھی اہم ہے کہ ساتویں صدی ہجری سے قبل تذکرہ نویسی کا ذوق عام نہیں تھا۔ جس کی وجہ سے اس عہد کے ہندوستانی علماء کا تذکرہ بہت مشکل سے ملتا ہے۔ اس کے علاوہ الفتوحات الاسلامیہ، العرب والہند فی عہد الرسالہ، الدول العربیہ فی الہند وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔

ہندوستان میں عربی زبان وادب کی اس مختصر سی سرگرمی کے بعد اب ہم روہیلکھنڈ میں عربی زبان وادب کی ترقی پر نظر ڈالیں گے ہندوستان کے دیگر خطوں کی طرح علاقہ روہیلکھنڈ ہمیشہ سے علم وادب کا مرکز رہا ہے، ریاست روہیلکھنڈ کے قیام سے اختتام تک یہاں کی علمی وادبی سرگرمیوں پر نظر ڈالیں تو معلوم ہوگا کہ عربی زبان وادب میں یہاں کے علماءِ کرام کا وافر ذخیرہ موجود ہے، خاص طور پر علومِ عقلی میں رامپور اور مدرسہ عالیہ کو ماضی قریب میں ہندوستان بھر میں بے حد شہرت حاصل رہی ہے ملک اور بیرونِ ملک کے طلباء یہاں تعلیم حاصل کرنے کیلئے آتے تھے۔

سر رادھا کرشن کی رپورٹ کے مطابق مدرسہ عالیہ غدر سے پہلے کی یونیورسٹی تھی اور منطق وفلسفہ اس کے امتیازی مضامین میں رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عربی ذخیرہ کتب کا تقریباً پچاس فیصد حصہ اس فن سے متعلق ہے۔ بہرحال روہیلکھنڈ کے گہوارہ علم وادب میں علماءِ کرام کی ایک طویل فہرست ہے جن کا مشغلہ تصنیف وتالیف رہا ہے۔ متداول علوم کے ہر موضوع پر ان کی تصانیف پائی جاتی ہیں۔

مثلاً علوم القرآن اور تفاسیر القرآن میں مولانا رفیع المراد آبادی کی ''الافادات العزیزیہ'' مولوی سلام اللہؒ کی کمالین حاشیہ جلالین، قطب الدین امروہوی کی مرآۃ القرآن، صاحب زادہ علی عباس خاں کی تفسیرِ سورہ یوسف، ریاست علی شاہجہانپوری کی جواہر التنزیل

اور مولانا عرشی کی ''تفسیرِ سفیان ثوری'' قابلِ ذکر ہیں۔

علمِ حدیث میں مولوی سلام اللہؒ کی محلی شرحِ مؤطا، محمد حسن سنبھلی کی ''مسند الامام الاعظم لابی حنیفہ''۔ علمِ فقہ میں فتاویٰ فیض اللہ خانی، ملا بحر العلوم کی رسالہ ارکانِ اربعہ۔ فقہ جعفریہ میں سید محمد عبادت نقوی کی ''مراجع الفقہیہ'' وغیرہ۔

علمِ تصوف میں مولوی سلام اللہ کی ''کشف القناع عن اباحۃ السماع''۔ فضلِ حق خیرآبادی کی ''الروض المجود فی تحقیق الوجود''۔ علمِ کلام میں مولوی فضل رسول بدایونی کی "المعتقد المنتقد'' حکیم رحیم اللہ بجنوری کی ''احسن الکلام فی اصول عقائد الاسلام''۔ علم منطق و الفلسفہ میں فضلِ حق خیرآبادی کی ''الہدیۃ السعیدیہ'' ملاحسن اور بحر العلوم کے حواشی و شروحات، مولانا عبدالسلام خاں کی ''الفلسفۃ الہندیہ القدیمہ''۔ علمِ طب میں حکیم محمد درویش کا ''رسالہ طب''، رضی الدین محمد مرشد کی ''کتاب الاوراق الرضیہ'' علم الحساب والہندسہ میں منولال فلسفی کا ''رسالہ فی الحساب اور العجاب''۔ صرف ونحو میں ملا بحر العلوم کی ''ہدایۃ الصرف''، فضلِ حق خیرآبادی کی ''رسالہ فی النحو''، مولانا عرشی کی کتاب ''المقطوع والموصول''، تاریخ وتذکرہ میں فضلِ حق خیرآبادی کا ''رسالہ غدریہ''، عربی نثر میں محمد حسین شاہجہانپوری کی ''ریاض الادب''، کندن لال بریلوی کی ''رسالہ فی الانشاء'' اور شاعری میں فیض احمد بدایونی، فضلِ حق خیرآبادی، محمد طیب عرب مکی، غلام حسین رامپوری کے مجموعے قابلِ ذکر ہیں۔

عربی زبان وادب کی ترقی میں روہیلکھنڈ کے علماء کے ساتھ ساتھ یہاں کے نوابین کا بھی اس اعتبار سے حصہ ہے کہ انھوں نے اس زبان کے علوم اور علماء کی سرپرستی کی۔ ورنہ ممکن تھا کہ اتنا بڑا علمی سرمایہ وجود میں نہ آپاتا۔ حافظ رحمت خاں اور نواب فیض اللہ خاں

کے عہد میں علماءِ کرام کی ایک کثیر جماعت تھی۔ اگر ایک طرف افغانستان سے آئے ہوئے علماءِ کرام میں ملا مغل محدّث، ملا عرفان، مولوی غلام جیلانی، اور ملا غفران جیسے صاحبِ تصنیف علماء تھے تو دوسری طرف ہندوستانی علماء میں ملا عبدالعلی بحرالعلوم، ملا محمد حسن فرنگی محلی، مولوی رستم علی اور مولانا سلام اللہ محدثؒ جیسی نابغہ روزگار شخصیتیں تھیں۔ جن کی وجہ سے روہیلکھنڈ میں علم کا دور دورہ تھا۔ نواب فیض اللہ خاں کے دربار میں پانچ سو علماء تھے جنھیں ریاست کی طرف سے وظیفے ملتے تھے۔ یہ علماءِ کرام طلباء کو پڑھاتے تھے۔ ان کے عہد میں علوم وفنون کی اسقدر شہرت تھی کہ رامپور کو ''بخارائے ہند'' کہا جاتا تھا۔ ملا محمد حسن، ملا بحرالعلوم، ملا عثمان لبکنی، ملا رستم علی وغیرہ ان کے دربار سے منسلک تھے جنھوں نے کثیر تعداد میں عربی کتابیں تصنیف کیں ہیں۔

نواب محمد سعید خاں کو بھی علم کا شوق تھا، انھوں نے ریاست کے کتب خانے کو ترقی دی، اور کتابوں کو نقل کرنے اور نقاشی کے لئے کشمیر سے غلام رسول اور محمد حسن دو بھائیوں کو بلایا، میر عوض علی کو طلب کیا۔ مولانا فضلِ حق خیرآبادی کو بلا کر قضا کے عہدے پر سرفراز کیا۔ مولانا فضلِ حق خیرآبادی نے اپنی مشہور عربی کتاب ''ہدیہ سعیدیہ'' نواب صاحب کے نام معنون کی ہے نواب یوسف علی خاں کے دور میں ۱۸۵۷ء کے واقعات کے بعد دلی و لکھنؤ سے اجڑے ہوئے اصحابِ علم وفن رامپور آئے۔ نواب صاحب نے فراخدلی سے ان کا خیر مقدم کیا وہ خود بھی شاعر تھے۔ مومن غالب اور اسیر لکھنوی سے کلام پر اصلاح لی ہے۔ مفتی سعداللہ مرادآبادی رامپوری نے اپنی عربی تصنیفات یوسفیہ فی علوم العروض والقافیہ نواب صاحب کو معنون کی ہے۔

نواب کلبِ علی خاں کے سلسلہ میں نجم الغنی خاں لکھتے ہیں[1] نواب صاحب خوش اقبالی میں اپنے آباء واجداد سے بڑھے ہوئے تھے۔ علماء، فقراء، شعراء وغیرہ تمام اہلِ ہنر کے قدردان و جویائے کمال تھے دربار میں اہلِ فضل وکمال کی کثیر تعداد تھی۔ علماء میں مولوی عبدالحق خیرآبادی، مولوی سعد اللہ، مولوی ارشاد حسین، مولوی عبدالعلی ریاضی داں، مولوی سید حسن شاہ محدث، مولوی عبدالقادر خاں، مولوی رستم علی، مولوی لطف اللہ وغیرہ دربار سے منسلک تھے۔

یہ مقدمہ ناقص رہے گا اگر اس موقع پر عربی مدارس کا ذکر نہ کیا جائے حقیقت یہ ہے کہ عربی زبان وادب کی ترقی میں عربی مدارس کا بہت اہم کردار ہے۔ مدارس قائم کرنے کا رواج صدرِ اسلام ہی سے تھا۔ یہ مدرسے پہلے تو مسجدوں اور خانقاہوں میں قائم ہوتے تھے، پھر بعد میں ان کے لئے الگ عمارتیں بنائی جانے لگیں۔ چونکہ تمام اسلامی سرمایہ عربی زبان میں ہے اس لئے اسلامی علوم وفنون سے واقفیت کے لئے عربی زبان کا جاننا اور اس کے لئے عربی مدارس قائم کرنا مسلمانوں کے لئے بہت ضروری تھا۔ ہندوستان میں اسلام اور مسلمانوں کے آنے کے بعد ہی سے مدارس قائم کرنے کی روایت چلی آرہی ہے۔ تاریخ کی کتابوں میں باقاعدہ مدرسہ کا ذکر علاء الدین خلجی کے عہد میں ملتا ہے۔ اس کے بعد بڑے بڑے مدارس کا تذکرہ ملتا ہے جسے عبدالحئ نے اپنی کتاب ''قدیم اسلامی درسگاہیں'' میں تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ انھوں نے ان مدارس میں رائج عربی نصاب پر بھی تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔

ہندوستان کے دیگر علاقوں کی طرح روہیلکھنڈ میں بھی کثرت سے عربی مدارس

---

[1] اخبار الصنادید ۲۰۲

قائم ہوئے۔جن کی وجہ سے عربی زبان وادب کو ترقی ملی۔اس علاقے کے تاریخی قدیم اور اہم مدارس میں سے ''مدرسہ شاہجہانپور تھا۔ جسے نواب حافظ رحمت خاں نے قائم کیا تھا اور ملا بحر العلوم اس میں درس دیتے تھے حافظ رحمت خاں کی شہادت تک وہ یہاں مقیم رہے اور طلباء کو پڑھاتے رہے۔بعد میں وہ نواب فیض اللہ خاں کے دربار سے منسلک ہوئے اور مدرسہ عالیہ کے پرنسپل ہوئے۔

ایک دوسرا مدرسہ دارانگر نجیب آباد میں تھا جس کے بانیوں میں نواب ضابطہ خاں کا نام ہے۔ضابطہ خاں کی درخواست پر ملا محمد حسن فرنگی محلی لکھنؤ سے دارانگر تشریف لائے اور مدرسہ میں درس شروع کیا۔ان کے استاد ملا کمال الدین سہالوی بھی اس مدرسہ کے استاد تھے اسی طرح مولوی برکت اللہ الہ آبادی بھی مدرسہ کے اساتذہ کی فہرست میں شامل تھے۔

روہیلکھنڈ کا سب سے اہم اور تاریخی مدرسہ رامپور کا مدرسہ عالیہ ہے جسے نواب فیض اللہ خاں نے قائم کیا تھا اس مدرسہ کا شمار ۱۸۵۷ء سے قبل کی یونیورسٹیوں میں ہوتا ہے۔اس کے پہلے پرنسپل عبد العلی بحر العلوم تھے۔عبد العلی بحر العلوم کے رامپور سے چلے جانے کے بعد ملا محمد حسن اس کے پرنسپل ہوئے۔ مدرسہ عالیہ عربی زبان و ادب کا بے مثل مرکز رہا ہے۔خصوصاً معقولات کی تعلیم کے لئے ہندوستان بھر میں مشہور تھا مختلف علاقوں سے طلباء یہاں آتے تھے اس کے نامور اساتذہ میں مولانا فضلِ حق خیر آبادی، عبد الحق خیر آبادی، مولانا ظہور حسین رامپوری، مولانا وزیر احمد رامپوری، مولانا محمد طیب عرب مکی، مفتی سعد اللہ مراد آبادی، ہدایت علی بریلوی اور مولانا عبد السلام خاں رامپوری کے نام شامل ہیں۔ مدرسہ عالیہ سے بیشمار طلباء فارغ ہوئے جنھوں نے ملک و بیرون ملک میں نام پیدا کیا۔ یہ مدرسہ آج بھی موجود ضرور ہے مگر افسوس صرف نام کا۔نہ اب پہلے جیسے معتبر مدرسین رہے اور نہ ہی پڑھنے والے طلباء۔

روہیلکھنڈ کا ایک اور قدیم مدرسہ مراد آباد کا جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی ہے۔اس مدرسہ کو

مولانا محمد قاسم نانوتوی نے قائم کیا تھا اور بہت سی مشہور ہستیاں اس مدرسہ سے پیدا ہوئیں ہیں۔ ان میں مولانا مفتی کفایت اللہ، مولانا شبیر احمد شاہ، مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی، قاضی اطہر مبارکپوری کے نام شامل ہیں۔ مدرسہ کے طلباء نے خلافت تحریک میں بھرپور حصہ لیا اور متعدد بار جیل گئے۔

روہیلکھنڈ کا ایک اور مشہور مدرسہ ''مدرسہ عربیہ اسلامیہ'' امروہہ ہے، اس مدرسہ کو بھی مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے قائم کیا تھا دارالعلوم دیوبند کے بعد چند مشہور مدرسوں میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ یہ مدرسہ تبلیغی جماعت کی سرگرمیوں کا بھی مرکز ہے۔ مولانا سید احمد حسن محدث امروہویؒ ۲۷ سال تک اس مدرسہ کے صدر مدرس رہے اور مدرسہ کو بہت ترقی دی۔ ان کے بعد مولانا حافظ عبد الرحمٰن صدیقی، حسین احمد، مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی و مولانا عبد القدوس صدیقی اس مدرسہ کے پرنسپل رہے۔[1]

روہیلکھنڈ کے ان تمام مدارس میں درسِ نظامی کا نصاب پڑھایا جاتا تھا۔ اس نصاب میں عام طور پر عربی کی یہ کتابیں شامل تھیں مثلاً تفسیر میں مدارک التنزیل، حدیث میں مشارق الانوار، اصولِ فقہ میں منار الانوار، اصول البزدوی، تصوف میں عوارف المعارف، فصوص الحکم، منطق وفلسفہ میں رسالۃ الشمسیہ، ادب میں مقاماتِ حریری، نحو و صرف میں مصباح، کافیہ، لب اللباب وغیرہ۔

روہیلکھنڈ میں عربی زبان وادب کا جو سرمایہ ہے وہ بیشتر انھیں عربی مدارس اور ان میں رائج نصاب کے پڑھنے پڑھانے والوں کی کوشش کا نتیجہ ہے۔

اس باب میں روہیلکھنڈ میں عربی زبان وادب کی سرگرمیوں اور ترقیوں پر نظر ڈالنے کے بعد اب اگلے باب میں ہم عربی سرمائے کی فہرست کو موضوع کے اعتبار سے تقسیم کر کے اہم عربی تصنیفات کا تعارف پیش کریں گے تاکہ اس سرمایہ کی کمیت وکیفیت کا اندازہ ہو سکے۔

---

[1] دیکھئے کشورِ اولیاء امروہہ/ احمد حسن صدیقی مطبوعہ کراچی، پاکستان

فضل حق خیرآبادی کی کتاب الہدایۃ السعیدیۃ کے قلمی نسخے کا عکس۔

رام پور رضا لائبریری۔

باب سوم

روہیلکھنڈ کا عربی سرمایہ اور اُن کی موضوع وار تقسیم اور تعارف

فصل اوّل

تفاسیر وعلوم القرآن

قرآن مجید کی تفاسیر کو اسلامی ادب میں سب سے بلند مقام حاصل ہے۔ علماءِ کرام کی ایک بڑی تعداد نے قرآن کی تفسیر وتشریح کو ہمیشہ بہت اہمیت دی ہے۔ خلافتِ راشدہ کے دور ہی سے قرآن کے معانی ومفاہیم میں غور وفکر اور قرآن کی روشنی میں مسائل کے استنباط کرنے کی کوشش کی گئی۔ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ، ابنِ زبیرؓ، انس بن مالکؓ، ابنِ مسعودؓ، زید بن ثابتؓ اور دوسرے صحابہ کرامؓ کا شمار اوّلین مفسرین میں ہوتا ہے۔ تاریخ وار ترتیب سے مفسرین کو کئی طبقوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ مختلف تفاسیر کو کئی حصوں میں منقسم کیا جا سکتا ہے۔ بیرونِ ہند لکھی گئی مشہور تفسیروں میں ابن جریر طبری کی جامع البیان فی تفسیر القرآن، ثعلبی کی الکشف والبیان عن تفسیر القرآن، زمخشری کی الکشاف عن حقائق التنزیل، فخر الدین رازی کی التفسیر الکبیر کے علاوہ تفسیرِ بیضاوی وتفسیرِ جلالین وغیرہ مشہور ہیں۔ ہندوستانی مفسرین کی لکھی تفسیروں میں محمد بن احمد گجراتی کی کاشف الحقائق

،سید محمد گیسو کی الدرر المتلقط ،علامہ علی المہائمی کی تبصیر الرحمن وتیسیر المنان ،محمد بن احمد میانجیو کی تفسیرِ محمدی، شیخ ابوالفیض فیضی کی سواطع الالہام ،قاضی ثناء اللہ کی تفسیرِ مظاھری، شیخ احمد بن ابی سعید صالح امیٹھوی کی التفسیرات الاحمدیہ وغیرہ قابلِ ذکر ہیں ۔[1]

تفاسیر وعلوم القرآن کے فن میں روہیلکھنڈ کے علماء نے عربی میں جو کتابیں لکھی ہیں انکی فہرست اور ماخذ کے حوالے ذرج کیۓ ذیل ہیں ۔

(۱) الافادات العزیزیہ رفیع الدین مرادآبادی (دیکھئے ڈاکٹر سالم قدوائی ص ۲۵۳)

(۲) برہان التاویل فی شرح الاکلیل از سراج احمد بن مرشد رامپوری (دیکھئے ڈاکٹر سالم قدوائی ص ۱۹۷)

(۳) کمالین حاشیۂ جلالین از مولوی سلام اللہ بن شیخ الاسلام رامپوری ۔(رامپور کیٹلاگ ۱/۲۹۲)

(۴) مرآۃ القرآن از قطب الدین بن شاہ محمود امروہوی ۔(دیکھئے سالم قدوائی ص ۱۳۳)

(۵) تفسیر سورہ یوسف بےنقط از صاجزادہ علی عباس خاں رامپوری ۔(دیکھئے رامپور کیٹلاگ ۱/۲۹۲)

(۶) الکلام الرفیع فی تفسیر الم نشرح از مولوی نقی علی خاں بن مولوی رضا علی خاں بریلوی ۔(دیکھئے تذکرہ علماءِ ہند ص ۵۳۰)

(۷) تفسیرِ عمادی از مولوی محمد عماد الدین رامپوری ۔(دیکھئے تذکرہ کاملانِ رامپور ص ۲۶۴)

(۸) جواہر التنزیل از ریاست علی شاہجہانپوری ۔(دیکھئے سالم قدوائی ص ۱۸۴)

(۹) تفسیرِ سفیان ثوری از مولانا امتیاز علی عرشی ۔(دیکھئے رامپور فہرست مطبوعات عربی تفسیر ص ۳۴۳)

اس کے علاوہ نور النبی رامپوری نے تین پاروں کی عربی میں تفسیر لکھی تھی بقول حافظ شوق ان کے فرزند حیات النبی ہوشنگ آباد لے گئے، پھر اس کا پتہ نہیں ۔

آگے بعض اہم کتابوں کی تفصیل پیش کیجارہی ہے۔

---

[1] تفصیل کے لئے دیکھئے ہندوستانی مفسرین اوراُن کی عربی تفسیریں از ڈکٹر سالم قدوائی، عربی ادبیات میں پاک وہند کا حصہ باب دوم تفاسیر قرآن از ڈاکٹر زبید احمد۔

(۱) الافادات العزیزیہ/ مولوی رفیع الدین مرادآبادی

اس کتاب کے تعارف میں پروفیسر سالم قدوائی لکھتے ہیں ''الافادات العزیزیہ'' کے دو نسخے کتب خانہ ندوۃ العلماء میں موجود ہیں دونوں مکمل ہیں البتہ دونوں کے خط میں خاصہ فرق ہے۔ مخطوطہ نمبر ۱۷۸، اصل کتاب کی عبارت سے شروع ہوتا ہے۔ لیکن مخطوطہ نمبر ۹۴، شروع کے چار صفحوں میں فیضی کی سواطع الالہام کے معموں کو حل کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس کے بعد چند سطریں ہیں جو اصل کا مقدمہ کہی جا سکتی ہیں۔ لکھتے ہیں کہ شاہ عبد العزیز نے فتح العزیز نامی ایک تفسیر کی کتاب لکھی تھی جس میں بیشمار تحقیقات و لطائف بیان کئے ہیں لیکن پانچ مستقل علوم اس کے ساتھ مخصوص ہیں (۱) ہر سورت کا عنوان اور اجمالاً مضمون (۲) ربطِ آیات (۳) متشابہاتِ قرآن (۴) اسرارِ قصص و احکام (۵) لطائفِ نظم۔ گو آن کہ شاہ صاحب نے ان علوم کے بارے میں جستہ جستہ مجھے خطوط لکھے نیز میرے بعض سوالوں کا جواب دیا یہ ساری باتیں اس کتاب میں نقل کر دی ہیں۔

کتاب کی اصل عبارت اس طرح شروع ہوتی ہے۔ ''فلا یظهر علی غیبه احد الّا من ارتضیٰ من الرسل''

اس کتاب کو دیکھنے سے یہ اندازہ تو نہیں ہوتا کہ کہاں سوال ہے اور کہاں جواب۔ یا کہاں خط کی شکل ہے یا کہاں نہیں۔ کہیں پر تو کسی آیت کی تفسیر ہے اور کہیں پر اور دوسری بحثیں ہیں البتہ اس کا اندازہ ضرور ہوتا ہے کہ تفسیرِ فتح العزیز جسے عام طور پر نامکمل سمجھا جاتا ہے وہ مکمل ضرور ہوگئی ہے اس لئے کہ جا بجا اس قسم کے حوالے ملتے ہیں'' من فتح العزیز فی

سورۃ النحل'' یا ایضاً من تفسیرِ سورۃ نساء'' اس میں بعض جگہوں پر عبارتیں فارسی کی ہیں لیکن اکثریت عربی عبارتوں کی ہے شروع میں جن پانچ خوبیوں کی طرف اشارہ کیا ہے اس کتاب میں ان سب کا ثبوت ہے[۱]

(۲) برھان التاویل فی شرح الاکلیل/ مولوی سراج احمد بن محمد مرشد رامپوری

اس کتاب کا ایک قلمی نسخہ مسلم یونیورسٹی علیگڑھ میں محفوظ ہے۔ علامہ جلال الدین سیوطی نے ''الاکلیل فی استنباط التنزیل'' نامی کتاب میں صرف ان آیات کی تشریح و توضیح وتفسیر کی ہے جن سے کوئی مسئلہ یا اصول استنباط ہوتا ہو۔ مولانا سراج احمد نے برہان التاویل کے نام سے اس کی شرح لکھ کر جہاں اس کو مفیدِ عام بنایا وہیں تفسیر کے فن میں ایک گرانقدر اضافہ بھی کیا۔ اس کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ انھوں نے خاص طور سے تفسیرِ کبیر کی مدد سے اس کی تفسیر وتشریح کی ہے جو علامہ سیوطی کے قلم سے چھوٹ گئی تھیں مولانا کی زبان شستہ اور صاف ہے حمد وثنا کی تشریح کے ساتھ دونوں کا فرق بیان کیا اور ہر بات کے استناد اور ثبوت میں عقلی دلائل اور احادیث کے حوالے پیش کیے ہیں برہان التاویل کا یہ نادر نسخہ چار سو تراسی صفحات پر مشتمل ہے ہر صفحے میں ۲۵ سطریں ہیں خط درمیانی ونستعلیق ہے شروع کے کچھ اوراق کرم خوردہ ہیں مجموعی اعتبار سے نسخہ اچھا اور قابلِ استفادہ ہے پورے نسخے میں ''قولہ تعالیٰ'' سرخ روشنائی سے لکھے ہوئے ہیں

نسخہ کی ابتداء یوں ہے

"الحمد لله الذی انزل علیٰ عبدہٖ آیاتٍ بینات منها محکمات و اخر متشابهات و اودع فیها لطائف واسرار آیات واضحات" .... وبعد فیقول

---

[۱] دیکھئے ڈاکٹر سالم قدوائی ص ۱۹۷

العبد المفتقر الیٰ رحمة خالق الارضین والسماوات سراج احمد بن محمد مرشد بن محمد ارشد ....بن مجدد الف ثانی الشیخ احمد سرهندی مولداً والفاروقی نسباً و الحنفی مذهباً قدسنا الله تعالیٰ اسرارهم ۔ لما كان كتاب الاكليل فی استنباط التنزيل للشيخ الامام خاتم الحفاظ جلال الدين سيوطی انار الله مرقده كافياً و وافياً فی استنباط احكام الشرائع مع اختصاره و ايجازه اردت ان ....مستنبطاً من كتب التفاسير و الاحاديث خصوصاً التفسير الكبير...... و زدت فيها من بعض الآيات التی لم يتعرض اليها شيخ الانس و الجنات كما ذهب اليها فی الكتاب من الاشارات و سميتهٔ ببرهان التاويل فی شرح الاكليل"۔

مختلف مفسرین ومحدثین کے اقوال اور کتابوں کی صراحت ہے مثلاً سورہ تکاثر کے سلسلے میں حضرت علیؓ مرتضیٰ سے ترمذی کی روایت نقل کی ہے "ما زلنا نشك فی عذاب القبر حتیٰ نزلت الهكم التكاثر" یعنی ہم عذابِ قبر کے بارے میں برابر شک میں مبتلا رہے یہاں تک کہ الھکم التکاثر نازل ہوئی۔ "الحمد اللہ رب العالمین" میں عالمین کی تشریح کی ہے اس ضمن میں متقدمین مفسرین کے اقوال درج کئے ہیں۔ "الرحمٰن الرحیم" میں صفاتِ ذاتیہ کا اثبات ہے اور یہ دلیل ہے کہ بسم اللہ سورہ فاتحہ کا جز نہیں ہے وغیرہ۔

آخری عبارت یوں درج ہے

"قد تم الكتاب المدعو ببرهان التاويل فی شرح الا كليل " يوم الثلاثاء لخمس بقين من جمادی لآخره سنة الف و مأتين وثلاث و عشرين (۱۲۲۳ھ) من الهجرة النبويه علیٰ صاحبها افضل الصلوات و

اکمل التحیات و البرکات و الانعامات[1]

(۳) مرآۃ القرآن/محمد قطب الدین چشتی امروہی۔

یہ کتاب ۱۲۹۳ھ میں عمدۃ المطابع امروہہ سے شائع ہوئی ہے رضا لائبریری میں دو کاپیاں موجود ہیں کتاب ۱۶۹ صفحات پر مشتمل ہے، یہ قرآن مجید کے آخری پارے کی تفسیر ہے مصنف کا سلسلہ نسب اس طرح ہے محمد قطب الدین بن شاہ محمد بخش بن شاہ رحمٰن بخش بن شاہ عبدالباری بن شیخ ظہور اللہ بن عبدالہادی الچشتی امروہی۔

اس میں انھوں نے مطالبِ قرآن کے ساتھ ساتھ اعراب وترکیب سے بھی بحث کی ہے ان کا تفسیر بیان کرنے کا انداز بہت اچھا ہے پہلے آیت لکھ دیتے ہیں پھر اس کے الفاظ کی الگ الگ تشریح کرتے ہیں اور ایک دوسرے سے مرتبط کرتے ہیں اس کے بعد آخر میں ''والمعنیٰ'' کہہ کر مطلب بیان کرتے ہیں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی تفسیر بہت تفصیل سے کی ہے ہر لفظ کی الگ الگ تشریح کرنے کے بعد کہتے ہیں ''اے لوگو تلاوت وقراءت کے وقت بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہو۔

انھوں نے تشریح وتفسیر کے ساتھ ساتھ لغوی باتوں سے بھی بحث کی ہے۔ عبارتوں کی ترکیب اور گرامر کا ذکر بھی کرتے ہیں ضرورت کی جگہوں پر احادیث نقل کی ہیں طرزِ بیان چونکہ سادہ ہے اس لئے مطلب آسانی سے سمجھ میں آجاتا ہے کسی کسی سورت کی شانِ نزول بھی بیان کرتے ہیں اگر کسی سورت سے کوئی واقعہ متعلق ہے تو اس کا بھی مختصر تذکرہ کردیتے ہیں مصنف نے اس کو رمضان المبارک ۱۲۹۳ھ میں لکھا تھا کتاب کے خاتمہ پر مختلف علماء کی تقریظیں بھی ہیں کچھ قطعاتِ تاریخ بھی ہیں[2]۔

---

[1] دیکھئے ڈاکٹر سالم قدوائی ص ۱۹۷

[2] دیکھئے ڈاکٹر سالم قدوائی ص ۱۳۳

(۴) تفسیرِ سورہ یوسف/ صاحب زادہ علی عباس خاں

رضا لائبریری رامپور میں اس کا نسخہ موجود ہے ۹۲ صفحات پر مشتمل کتاب کا سائز ۱۲×۸ انچ ہے سطر ۹ خط خوشخط نسخ آیات شنجرفی اور تفسیر سیاہی سے بلا اعراب لکھی ہے

ابتداء: الحمدللہ الملك الواحد لهٗ ملك السموٰات ......"

خاتمہ: لقومٍ یومنون للله و رسلهٖ والمو عو د علیٰ الدوام کمل الامر والکلامِ۔

کتاب نواب سید کلبِ علی خاں والیِ رامپور کو معنون کی ہے خاتمہ پر مولف کا نام مع ولدیت درج ہے کاتب کا نام نہیں ہے لیکن بقول حافظ احمد علی خاں شوق، تحقیق سے معلوم ہوا کہ حافظ حبیب اللہ خاں خوش نویس رامپوری کی لکھی ہے جن کا انتقال ۱۲۱۸ھ میں ہوا ہے۔ اس کا ایک نسخہ نواب حامد علی خاں کے حکم سے مرزا محمد باقر کشمیری نے ۱۹۱۶ء میں نقل کیا تھا پوری تفسیر میں کوئی خاص بات نہیں ہے بس اس کی جو بھی اہمیت ہے وہ یہ ہے کہ انھوں نے اسے بے نقط لکھا ہے یعنی جسطرح فیضی نے سواطع الالہام میں اپنی قادر البیانی کا ثبوت دیا ہے اسی طرح انھوں نے بھی اس صنعت کو اپنا کر بے نقط الفاظ کا استعمال کیا ہے کسی مسئلہ پر کوئی بحث نہیں کی ہے آیت کا مطلب مختصر طریقے پر بیان کیا ہے۔[۱]

(۵) جواہر التنزیل/ محمد ریاست علی شاہجہانپوری۔

یہ کتاب ۱۳۲۵ھ میں شیاما پریس شاہجہانپور سے شائع ہوئی ہے۔ اسمیں ۲۱۲ صفحات ہیں آصفیہ لائبریری میں موجود ہے اس کی ابتداء ان الفاظ سے ہوتی ہے

"الحمد لله الذی خلق الانسان و علم البیان ونور قلبهٗ بنور الایمان

---

[۱] دیکھئے ڈاکٹر یونس نگرامی ص ۵۸۔

و العرفان''۔

اس کتاب میں پورے قرآن کی تفسیر نہیں بیان کی گئی ہے بلکہ بعض آیتوں کے مطالب پیش کئے گئے ہیں خود اپنی اس تصنیف کے متعلق لکھتے ہیں ''اس میں بعض آیتوں کی تفسیر ہے جو مخلص ایمان والوں کو نفع پہنچائیگی طالبوں کے ایمان میں اضافہ ہوگا آخرت کی جانب رغبت ہوگی اور دنیائے فانی سے تنفر ہوگا۔اس کے بعد انھوں نے ان تفسیروں کے نام لکھے ہیں جس سے انھوں نے استفادہ کیا ہے ۔مثلاً تفسیرِ کبیر،تفسیرِ ابنِ کثیر،مدارک التنزیل،جلالین،کشاف،تفسیرِ احمدی،تفسیرِ محی الدین ابنِ عربی،معالم التنزیل وغیرہ کے جا بجا حوالے پیش کئے ہیں کتبِ احادیث سے بھی بعض مسائل کے حوالے دیتے ہیں صحیح بخاری،مسلم،ترمذی،نسائی،ابوداود،اور مشکوٰۃ وغیرہ قابلِ ذکر ہیں کتبِ فقہ سے بھی مدد لی ہے۔ھدایہ،درِمختار،طحاوی،وغیرہ سے مسائل حل کئے ہیں عقائد کے سلسلے میں فقہِ اکبر از ملا علی قاری۔شرحِ عقائد نسفی وغیرہ۔کتبِ تصوف میں فتوح الغیب از غوث ثقلین شیخ عبدالقادر،العوارف از شیخ شہاب الدین سہروردی،مکتوباتِ امام ربانی وغیرہ سے استفادہ کیا ہے۔

اس کتاب میں مصنف نے ۱۲۲ عنون قائم کئے ہیں اور ہر عنوان کے تحت آیت و ضروری تشریح اور اس سے متعلق احادیث وفقہ کے اقوال پیش کئے ہیں عناوین میں افضل الایمان ،الاعمال التی ینجو بھا الومنون،النبی مأذون للشفاعة فی الدنیا،فی فضیلة الصدقه، فی ذمّ علماء السوء،فی خصائص امة محمد ﷺ ،فی علامات قبول العمل فی التوبه وغیرہ،اس طرح اور بہت سے عنوانات ہیں اور

---

[1] دیکھئے ڈاکٹر سالم قدوائی ص ۱۸۴

ان کے متعلق مفصل باتیں تحریر کی ہیں تیسوں پاروں سے انھوں نے آیات الگ کی ہیں، اور ان سے جن مسائل کا استنباط ہوتا ہے انھیں بیان کر دیا ہے۔[1]

(۶) تفسیرِ سفیان ثوری/مولانا عرشیؒ۔

رضا لائبریری میں ابوعبداللہ سفیان ثوری کا ایک نسخہ موجود ہے جو دنیا کا واحد نسخہ بتایا جاتا ہے امام سفیان ثوری کے نسخے کی دریافت کا سہرا مولانا عرشی کے سر باندھا جاتا ہے یہ مختصر رسالہ صرف ۱۸ ورق کا ہے اور اس کا سائز ۱۷×۲۶ سینٹی میٹر ہے سطر ۲۷ ہے اور خط ابتدائی نسخ ہے۔ شروع اور آخر سے ایک ایک ورق کے ضائع ہونے سے ناقص ہے مجموعی اعتبار سے نسخے کی حالت ٹھیک ہے بعد میں حاشیہ کی مرمت کی گئی ہے اور حاشیہ پر سورتوں کے نام لکھے گئے ہیں ابتداء یوں ہے۔

...الاسلام ظهورتهم فنزلت لا اكراه فی الدین ۔ سفیان عن منصور بن المعتمر عن مجاهد فی قوله ، یلعنهم اللاعنون قال: العقارب و الخنافس و الدواب یقولون :حبس عنا المطر بذنوب بنی آدم۔ الخ

مولانا عرشی نے بڑی محنت اور تحقیق کیساتھ ایڈٹ کیا ہے اور ہندوستان پرنٹنگ پریس رامپور سے ۱۹۶۵ء میں شائع کرایا ہے ۴۸۵، صفحات پر مشتمل اس ضخیم تفسیر کا مقدمہ ۴۰ صفحات کا فصیح عربی میں تحریر کیا ہے جس میں بتایا ہے کہ علمِ تفسیر کی تدوین عہدِ تابعین میں کی گئی عہدِ صحابہؓ میں آنحضرت ﷺ کی صحبت و برکت کی وجہ سے صحابہ کرام تدوین علوم سے مستغنی تھے عہدِ تابعین کی پہلی تفسیر ابی العالیہ رفیع الدین بن مہربان الریاحی (م ۹۰ھ) کی ہے جس کو ربیع بن انس نے روایت کیا ہے پھر مجاہد بن جبیر (م ۱۰۱ھ) کی تفسیر ہے پھر عطاء

---

[1] دیکھئے ڈاکٹر سالم قدوائی ص ۱۸۴

بن رباح (م ۱۱۴ھ) کی تفسیر ہے پھر کعب القرظی (م ۱۱۷ھ) کی تفسیر ہے۔ مزید براں مولانا عرشی نے علمِ تفسیر اور سفیان ثوری کی سوانح پر سیر حاصل تبصرہ کیا ہے بحث اور خاتمہ کتاب میں رجالِ ثوری کا تذکرہ کیا ہے آخر میں فہرس المآخذ و المراجع کے تحت ۱۵۳ مصنفین کی ۲۰۵ کتابوں کی فہرست دی ہے۔

مولانا عرشی کی اس تفسیر پر عرب کے علماء و فضلاء نے جو تبصرے عربی جرائد و رسائل میں لکھے ہیں ان کو قرآن پڑھ کر انکی تحقیق کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ شام کے شیخ محمد بہجۃ البیطار نے دمشق سے شائع ہونے والے عربی جریدہ المجمع والعلمی جریدہ المجمع والعلمی العربی کے شمارہ جولائی ۱۹۶۶عیسوی صفحہ ۵۲۰ پر ہے: "والحق اقول انی لم ار کتاباً شرقیاً او غربیاً اوسع استیعاباً و اکثر اتفاقاً من هذه الکتاب و تعلیقات الاستاد المصحح العرشی لیس علیها اثر العجمة بل هی مثل رائع فی فصاحتها۔

امام عبدالحلیم محمود شیخ ''الجامعہ الاوھر'' اپنی کتاب سفیان ثوری امیر المومنین فی الحدیث'' مطبوعہ دارالمعارف مصر کے صفحہ ۸ پر لکھتے ہیں۔

الواقع ان للاستاد (امتیاز علی عرشیؔ) حقق النسخة تحقیقاً ممتازاً و هو صورة مثالیة للعمل العلمی المتقن و هو تحقیقاً یدل علی سعة فی الاطلاع و علی اناه فی البحث و الصبر علی المشقة فجزاه الله خیر الجزاء علی ما قدم من جهد و من صبر فی تحمل المشقة فی سبیل هذا۔

مشہور مستشرق مونتجری واٹ بلیٹن آف دی اسکول آف اورینٹل اینڈ افروایشین اسٹڈیز لندن جلد ۳۰۔ ۱۹۶۷ء کے صفحہ ۶۰ ۷، پر لکھتے ہیں:

"و بالجملة لا یمکن للباحث الاول الا ان یعجب بهذا و یقدره یدهش امامه وبما ورائه من علم و معرفة متسمة بالمشاهرة و

الاتقان۔

محمد قاسم محمد رجب ڈائریکٹر مثنیٰ لائبریری بغداد نے لکھا ہے:

و الحق لم نر من يقوم بمثل هذه الخدمة (تحقيق تفسير سفيان الثوری) فی العصر الذی قل فيه العلم و العلماء[1]

---

[1] دیکھئے رضا لائبریری جرنل نمبر ۲ ص ۱۸۵

فصل دوم

علوم الحدیث

اسلامی علوم میں قرآن کے بعد حدیث کا نمبر آتا ہے، و نبی اکرم ﷺ سے متعلق احادیث جمع کرنے کا کام پانچویں صدی ہجری تک مکمل ہو چکا تھا اس ذخیرے کی بنیاد پر علوم الحدیث اور اس سے متعلق دوسرے فن وجود میں آئے ابتدائی دور سے لیکر ہر عہد میں یہ فن علماء کی توجہ کا مرکز رہا ہے۔ ہندوستان میں علمِ حدیث کی ابتداء سندھ میں مسلمانوں کی آمد کے بعد سے ہوئی تاریخ وتذکرہ کی کتابوں میں متعدد ہندوستانی محدثین کے نام ملتے ہیں علومِ حدیث سے متعلق ہندوستان میں کافی کتابیں لکھی گئیں ہیں جو کہ صحاحِ ستہ کی شرحوں، سابقہ مجموعوں کی ترتیب وتہذیب، لغاتِ حدیث، اصولِ حدیث، اسماء الرجال، موضوع احادیث سے متعلق ہیں۔ صحاح ستہ کی شرحوں میں عبدالحق محدث دہلوی کی لمعات التنقیح علیٰ مشکوٰۃ المصابیح، ابوالحسن سندھی کی الحاشیہ علیٰ صحیح البخاری، شاہ ولی اللہ کی المسوّیٰ، محمد عابد سندھی کی المواہب اللطیفہ وغیرہ سابقہ کتب کی ترتیب وتہذیب سے متعلق حسن بن حسن صغانی لاہوری کی مشارق الانوار النبویہ من صحاح الاخبار المصطفویہ، علی متقی برہانپوری کی کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال، لغتِ حدیث میں محمد بن طاہر پٹنی کی بحار الانوار فی غرائب التنزیل و لطائف الاخبار وغیرہ۔ علمِ اسرارِ حدیث میں شاہ ولی اللہ کی حجۃ اللہ البالغہ۔ اصولِ حدیث میں عمر بن محمد عارف النہروالی کی الفیض النبوی فی اصول الحدیث و

فہارس البخاری۔ علم الرجال میں ''الصحابہ فی بیان مواضع وفیات الصحابہ''۔ موضوعات میں حسن صغانی کی الرسالہ فی الموضوعات من الحدیث وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔[1]

روہیلکھنڈ میں اس موضوع پر عربی میں بہت کم کتابیں ہیں حالانکہ رامپور خصوصاً علوم معقولات کے علاوہ علمِ حدیث کا مرکز رہا ہے۔ رامپور میں علمِ حدیث کا سلسلہ مولانا حسن شاہ سے شروع ہوا جنھوں نے علمِ حدیث میں کافی شہرت حاصل کی ہے۔ ان کے بعد ان کے صاحبزادے سید محمد شاہ مدرسہ عالیہ کے پرنسپل ہوئے جنھوں نے علمِ حدیث کا سلسلہ برقرار رکھا۔ مولوی سلام اللہ اور ان کے بڑے صاحبزادے نور الاسلام کا شمار رامپور کے مشہور محدثین میں ہوتا ہے۔ اس طرح گویا رامپور علمِ حدیث اور علمِ معقولات کا سنگم تھا۔ مدرسہ عالیہ میں علمِ حدیث کا درس دینے والے اساتذہ کی ایک لمبی فہرست ہے بہر حال تلاش کے بعد جو کتابیں مل سکی ہیں ان کی فہرست مع حوالہ ذیل میں درج کی جارہی ہے:

(۱) رسالہ فی تقسیم الحدیث/ بحر العلوم (دیکھئے رامپور کیٹلاگ ۱/۳۶۴)

(۲) محلی شرح موطا/ سلام اللہ (دیکھئے رامپور کیٹلاگ ۱/۲/۳۷، زبید ص ۳۸۸)

(۳) رسالہ فی اصول الحدیث/ سلام اللہ (دیکھئے نزہہ ۷/۲۰۱)

(۴) مسند الامام الاعظم ابی حنیفہ/ محمد حسن سنبھلی (دیکھئے رامپور فہرست مطبوعات عربی سلوک ۱۷۳)

(۵) حدیث الاربعین فی فضائل امیر المومنین/ محمد علی بن غلام رسول کشمیری رامپوری (دیکھئے رامپور کیٹلاگ ۱/ ۶۴۸)

---

[1] تفصیل کے لئے دیکھئے ڈاکٹر زبید احمد کی کتاب ''عربی ادبیات میں ہندوستان کا حصہ'' باب فی علوم الحدیث، ڈاکٹر مسعود انور کی کتاب ''عربی ادب میں اودھ کا حصہ باب علوم الحدیث''

آگے بعض کتابوں کی تفصیل دی جا رہی ہے۔

(۱) رسالہ فی تقسیم علوم الحدیث۔ از ابوالعیاش عبدالعلی بحرالعلوم۔

یہ کتاب رضا لائبریری میں محفوظ ہے لیکن ڈاکٹر زبید احمد نے اس کا نام رسالہ فی تقسیم الحدیث لکھا ہے تین ورق کا ایک مختصر رسالہ ہے اسکا سائز ۱۳×۲۲، سطر ۱۹ اور خط نسخ ہے کیٹلاگر نے لکھا ہے کہ یہ رضا لائبریری کی کاپی مصنف کے اصل نسخے سے انکی زندگی میں نقل کیا گیا ہے۔ کتاب کی ابتداء یوں ہے الحمد لله الذی بعث نبینا بالوحی والکتاب۔

اسکا قلمی نسخہ خدا بخش پٹنہ، انڈیا آفس اور کتب خانہ آصفیہ میں بھی موجود ہے۔

(۲) مسند الامام الاعظم ابی حنیفہ/ محمد حسن اسرائیلی سنبھلی۔

مولانا محمد حسن سنبھلی کو محمد عابد سندھی کا مرتب کردہ ''مسند امامِ اعظم'' کا ایک نسخہ ملا جس میں صدرالدین زکریا حصکفی متوفی ۶۵۰ھ نے امام ابوحنیفہ کی احادیث کو شیوخ کی ترتیب سے ذکر کیا تھا۔ پھر علامہ سندھی نے اس کو فقہی ابواب کی ترتیب سے سنن و جوامع کے طریقے پر مرتب کیا تھا۔ اور ملا علی قاری نے بھی اس کی شرح لکھی تھی مولانا محمد حسن اسرائیلی نے اپنے بیحد قریبی دوستوں کی خواہش پر تین کام کیے (۱) انکے حواشی مرتب کیے (۲) جامع مسند کی احادیث و روایات کی تصحیح کا کام کیا کیونکہ ملا سندھی کے نسخے میں روایات اغلاط سے پر تھیں اور گویا سب کچھ خلط ملط تھا۔ انھوں نے بڑی محنت سے ایک ایک روایت کی تصحیح کی اور اس میں رجال حدیث کے حالات شامل کیے (۳) اور تیسرا کام یہ کہ اس پر نہایت اہم مقدمہ لکھا جس میں امام ابوحنیفہ کے سوانح اور تابعیت کا ذکر کیا دوسرے امام

ابوحنیفہ سے لے کر حضور ﷺ تک کے درمیانی عرصے کے رجالِ حدیث کے حالات تحریر فرمائے اور اس طرح اپنی پوری کتاب کا نام "تنسیق النظام لمسند الامام" رکھا۔ ملا عابد سندھی کے نسخے سے مولانا محمد حسن سنبھلی نے ۲ صفر ۱۲۹۹ھ کو سنبھل میں یہ نسخہ نقل کیا۔ شوال ۱۲۹۵ھ میں مولانا مظہر علی سیتاپوری کے قدیم نسخے سے انھوں نے موازنہ کیا۔ حاشیہ کی تصنیف جمعہ ۹ ربیع الاول ۱۳۱۶ھ میں بھوپال میں مکمل ہوئی جس کی کتابت علی حسین لکھنوی نے کی تھی۔ اس مکمل کتاب کو محمد علی آسی مدراسی نے بڑے اہتمام سے نقل کروا کے مع حواشی و مقدمہ اصح المطابع سے طبع کروایا۔ اس کی کاپی رضا لائبریری میں محفوظ ہے۔

(۳) المحلیٰ / سلام اللہ رامپوری۔

یہ کتاب مؤطا کی شرح ہے کتاب کے شروع میں ایک مقدمہ لکھا گیا ہے جس میں مصنف نے فنِ حدیث کی باریکیاں بیان کیں ہیں امام مالک کے مختصر حالاتِ زندگی لکھے ہیں اور مؤطا پر ایک تنقید بھی قلم بند کی ہے مولانا سلام اللہ نے اپنی شرح لکھنے کا سبب یہ بیان کیا ہے کہ زرقانی کی شرح ہندوستان میں رائج ہے اس کے علاوہ یہاں کوئی اور شرح نہیں لکھی گئی اس لئے انھوں نے مؤطا کی ایک جامع شرح لکھنا ضروری سمجھا۔ یہ بات تعجب خیز لگتی ہے کہ انھوں نے شاہ ولی اللہ کی المسوی کا کوئی ذکر نہیں کیا ہے حالانکہ یہ کتاب کوئی تیس سال پہلے لکھی جا چکی تھی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب انکی نظر سے نہیں گذری۔ سلام اللہ نے جو سبب بیان کیا ہے وہ عام بات ہے زرقانی نے بھی یہی عذر اپنی مشہور کتاب کے آغاز میں پیش کیا تھا۔ المحلیٰ ایک ضخیم شرح ہے اسمیں مشکل الفاظ اور عبارت کی وضاحت کے علاوہ فقہی مسائل پر بھی بحث کی گئی ہے شاہ ولی اللہ کی مسوی اتنی ضخیم نہیں ہے مگر بہتر

طریقے سے مرتب کی گئی ہے لیکن بقول زبید احمد محلی مسوّی سے زیادہ جامع ہے[1] اور بقول سید احمد قادری یہ کتاب سلام اللہ کے وفورِ علم پر شاہدِ عدل ہے[2] محلی کے نسخے خدا بخش لائبریری پٹنہ۔ انڈیا آفس لندن اور کتب خانہ آصفیہ میں محفوظ ہیں[3] اس کے علاوہ مولوی سلام اللہ نے اصولِ حدیث میں بھی ایک رسالہ تحریر کیا ہے رضا لائبریری میں اس کے چار نسخے ہیں لیکن چاروں ناکمل ہیں۔[4]

---

[1] دیکھئے زبید ص ۶۹۔

[2] تذکرہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی ص ۲۳۱۔

[3] زبید ص ۲۸۸۔

[4] دیکھئے رامپور کیٹلاگ عربی ۱/۳۷۲

فصل سوم

علم فقہ

اسلام کے شرعی احکام کو جاننا، اسلام میں جن چیزوں سے منع کیا گیا ہے اس سے بچنے اور جن چیزوں کے کرنے کا حکم دیا گیا ہے ان پر عمل کرنے کے احکام کو علمِ فقہ کہا جاتا ہے۔ فقہ کے اعتبار سے مسلمانوں کے چار بڑے مسلک ہیں۔ حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، اس کے علاوہ دو مزید مسلک فقہ جعفریہ اور اہلِ حدیث ہیں۔

ہندوستان میں حنفی مسلک کو شروع ہی سے مقبولیت حاصل رہی ہے۔ اس لئے اس مسلک کے مطابق زیادہ تر کتابیں لکھی گئی ہیں۔ فقہ سے متعلق جو کتابیں ہیں ان میں تنقیدِ فقہ، اصولِ فقہ، نصابی کتابیں، مستند کتابوں کی شرحیں، علمِ فقہ، فقہِ حنفی، فتاویٰ، مختلف فقہی مسائل جیسے موضوعات میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ تنقید فقہ میں شاہ ولی اللہ کی الانصاف فی بیان سبب الاختلاف، نصابی کتابوں میں محبّ اللہ بہاری کی مسلم الثبوت، شرحوں میں عمر بن اسحاق ہندی کی شرح المغنی، ملا جیون کی شرحِ منار الانوار، فتاویٰ میں ابوالفتح رکن الدین بن حسام الدین کی الفتاویٰ الحمادیہ، ابوالبرکات کی جامع البرکات، اور اورنگ زیب کے حکم سے تیار کی گئی فتاویٰ عالم گیری وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔[1]

---

[1] تفصیل کے لئے دیکھئے ڈاکٹر زبید احمد کی کتاب ''عربی ادبیات میں ہندوستان کا حصہ'' باب فی علم الفقہ، ڈاکٹر مسعود انور کی کتاب ''عربی ادب میں اودھ کا حصہ باب علم الفقہ''

روہیلکھنڈ میں عربی میں اس فن کی فہرست میں مندرجہ ذیل کتابیں ہیں:

(۱) فتاویٰ فیض اللہ خانی/محمد یوسف زئی، (دیکھئے رامپور کیٹلاگ ۳/۳۵۸)

(۲) شرحِ مسلم الثبوت/ملاّ محمد حسن (دیکھئے رامپور کیٹلاگ ۳/۳۸)

(۳) شرحِ مسلم الثبوت/ملاّ بحر العلوم (دیکھئے رامپور فہرست مطبوعات عربی لوہارو اصول فقہ ۵)

(۴) رسالہ ارکانِ اربعہ/ملاّ بحر العلوم (دیکھئے رامپور کیٹلاگ ۳/۳۶۰)

(۵) فواتح الرحموت شرحِ مسلّم الثبوت ملاّ بحر العلوم (رامپور فہرست مطبوعات عربی اصول فقہ ۲۰)

(۶) تنویر المنار / ملاّ بحر العلوم (دیکھئے رامپور فہرست مطبوعات عربی لوہارو اصول فقہ ۶)

(۷) الحاشیہ علیٰ رسالہ غدر المتعلقہ بمسائلِ الشائین،/ملاّ بحر العلوم (دیکھئے مسعود انور ۹۰)

(۸) دوار الاصول/محمد عرفان (دیکھئے رامپور کیٹلاگ ۳/۱۲)

(۹) رسالہ فی الاشارۃ بالسبابہ عند التشہد فی الصلوٰۃ/سلام اللہ، (دیکھئے نزھہ ۷/۲۰۱)

(۱۰) الفتاویٰ الشرفیہ/مفتی شرف الدین (دیکھئے رامپور کیٹلاگ ۳/۳۶۲)

(۱۱) خیر المسہل لمسئلۃ الطہر المتخلل /مفتی شرف الدین، (دیکھئے رامپور فہرست مطبوعات عربی فقہ ۲۹)

(۱۲) الحاشیہ علیٰ دائر الوصول/غلام نبی رامپوری شاہجہانپوری (دیکھئے رامپور کیٹلاگ ۳/۳۶۸)

(۱۳) تقریر الدائر/نور عالم (دیکھئے رامپور کیٹلاگ ۳/۱۲)

(۱۴) النظام الیوسفی/احمد علی رامپوری (دیکھئے رامپور کیٹلاگ ۳/۳۶۶)

(۱۵) کتاب التقویٰ ورسالہ حسنیٰ/نور الدین بن اسماعیل (دیکھئے زبید ص ۳۱۳)

(۱۶) فتاویٰ سعدیہ/مفتی سعد اللہ مخطوطہ رضا لائبریری

(۱۷) معتصر فرائضِ شریفی/محمد حسن سنبھلی (دیکھئے رامپور فہرست مطبو عات عربی فرائض ۱۲)

(۱۸) شرحِ مسلم الثبوت/عبدالحق خیرآبادی (دیکھئے رامپور فہرست مطبوعات عربی فقہ ۱۷)

(۱۹) رسالہ فی جوازِ توکیل المسلم لیاخذ الربوٰ/ارشاد حسین (دیکھئے رامپور کیٹلاگ ۳/۳۶۸)

(۲۰) القول الفیصل فی تحقیق الطہر المتخلل /نجم الغنی رامپوری (رامپور فہرست مطبوعات عربی فقہ ۲۹)

(۲۱) حاشیہ نور الایضاح/مولانا اعزاز علی امروہی (دیکھئے یونس نگرامی ص ۱۶۴)

(۲۲) حاشیہ کنز الدقائق/مولانا اعزاز علی امروہی (دیکھئے یونس نگرامی ص ۱۶۴)

(۲۳) حاشیہ شرح نقایہ/مولانا اعزاز علی امروہی (دیکھئے یونس نگرامی ص ۱۶۴)

۲۴) سراج الفقیہ/محمد عبادت بن سید اولاد حسین امروہی (دیکھئے رامپور فہرست عربی خاص ۹۴)

آئندہ صفحات میں کچھ اہم کتابوں کا تفصیلی تعارف پیش کیا جارہا ہے۔

(۱) فتاویٰ فیض اللہ خانی از محمد یوسف زئی رامپوری۔

تین جلدوں پر مشتمل کتاب کا قلمی نسخہ رضا لائبریری میں موجود ہے پہلی جلد کے سرِ ورق پر نواب محمد سعید خاں کی پھولدار چوکور مہر اور نواب فیض اللہ خاں کے صاحبزادے نواب کریم اللہ کی چوکور مہر ہے نواب محمد سعید خاں کی مہر میں یہ عبارت درج ہے ''ایں مہر بر کتب خانہ والیِ رامپور فرزانہ ۱۲۶۸ھ (۱۸۵۱ء) اور صاحبزادے کریم اللہ کی مہر کی عبارت اس طرح ہے افوض امری الی اللہ، عبدہٗ کریم اللہ ۱۲۲۵ھ۔ (یہ لائبریری کی سب سے قدیم مہریں ہیں)

تینوں جلد کے شروع میں مسائل کی فہرست دی ہے پہلی جلد میں ۳۵۰ اوراق ہیں اور یہ جلد باب الاسلام تا باب الکتابۃ پر مشتمل ہے۔ دوسری جلد میں ۵۳۰ اوراق ہیں اور یہ باب البیوع تا مسائلِ متفرقہ پر مشتمل ہے تیسری جلد میں ۳۰۴، اوراق ہیں اور یہ جلد کتاب الدعویٰ تا باب الوصایا پر مشتمل ہے مؤلف نے پہلی جلد کی ابتداء میں حمد وصلوٰۃ کے بعد اپنے بارے میں اور کتاب کے بارے میں یوں تحریر کیا ہے اما بعد فیقول العبد الضعیف الراجی الیٰ رحمة الغنی شیخ محمد تغمدہٗ اللہ بغفرانہٖ بمحضِ فضلہٖ لما رایت فی اکثر زماننا فی تحقیق الروایات لا سیماً فی بلاد الھند التقطت المسائل من الاصول و الفروع و الفتاویٰ المعتبرہ من نفسھا و عینھا من

غیر زیادۃٍ ونقصانٍ و لا یظن انها التقطت من الحاشیة تیسیراً علی القضاۃ علی غیر ھا فی زمان الامیر ابن الامیر فیض الله خاں المخدوم الاعظم ......و سمیتها بفتاویٰ فیض الله خانی لانه هو العامل علیها وهو بهذه النسبة اولی و احریٰ۔

اس کتاب کے بارے میں حافظ احمد علی خاں شوق لکھتے ہیں [1]

فتاویٰ عالمگیری کے بعض مسائل میں علماء کو اختلاف ہے حضرت (نواب فیض اللہ خاں) نے اپنے دربار کے علماء کو فتاویٰ لکھنے کا حکم دیا اور تاکید یہ تھی کہ مسائل میں حجت باقی نہیں رہے وہ فتاویٰ تین جلدوں میں لکھا گیا اور فتاویٰ فیض اللہ خانی نام رکھا گیا۔ مؤلف کے بارے میں کوئی تفصیل دستیاب نہیں۔ نجم الغنی اخبار الصنادید میں لکھتے ہیں [2] ''ایک فتاویٰ فقہ کا زبان عربی میں تین مجلد کے اندر کتب خانہ ریاست رامپور میں رکھا ہوا ہے مؤلف نے دیباچے میں اپنا نام محمد بتایا ہے نہ سنہ تالیف کا ذکر کیا نہ زیادہ پتہ بتایا۔ اس فتاویٰ کا نام فیض اللہ خانی رکھا ہے اس میں تیسری جلد خاص مؤلف کے قلم کی لکھی ہوئی ہے اس سے زیادہ پتہ نہیں، دیکھئے اپنے زمانے کے اعتبار پر آدمی کتنا بے غم ہوتا ہے مؤلف کا جو پایہ اس کی حیات میں ہوگا اس کے بھروسے پر اختصار کیا مگر اب کوئی جانتا بھی نہیں''۔

(۲) رسالہ ارکانِ اربعہ/ بحر العلوم۔

اس کتاب کے دو نسخے رضا لائبریری میں ہیں نسخہ ایک ۱۵۴، ورق پر مشتمل ہے۔ زمانہ کتابت چودھویں صدی ہجری۔ دوسرا نسخہ نواب کلبِ علی خاں کو پیش کیا گیا تھا۔ یہ کتاب

---

[1] تذکرہ کاملانِ رامپور ص ۱۰۴

[2] اخبار الصنادید جلد ۱/ ۶۰۲

مطبع علوی لکھنؤ سے ۱۳۰۹ھ میں چھپ چکی ہے۔

بحر العلوم کی یہ کتاب بہت مشہور ہے اس کی وجہِ تصنیف کے سلسلے میں ایک روایت بیان کی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ ملا محمد حسن جب لکھنؤ سے ترکِ وطن کر کے رامپور آئے تو اس درمیان وہ دہلی گئے وہاں شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کے شاگردوں سے ملاقات ہوئی، شاگردوں نے شاہ عبد العزیز سے ملا حسن کی تعریف کی تو شاہ صاحب نے شاگردوں سے کہا کہ ان معقولیوں کو قرآن وحدیث کا زیادہ علم نہیں ہوتا یہ بیچارے تو صرف قال الشیخ وقال الرازی تک جانتے ہیں ملا حسن اس دوران رامپور آ چکے تھے کسی نے شاہ عبد العزیز کا یہ جملہ بحر العلوم عبد العلی کو سنایا۔ بحر العلوم نے جواب میں ''الارکان الاربعہ'' لکھ کر شاہ صاحب کی خدمت میں روانہ کی شاہ صاحب نے جواب میں انکی بہت تعریف کی اور خط میں انھیں ''بحر العلوم'' کے لقب سے ملقب کیا رسالہ ارکانِ اربعہ میں اسلام کے چاروں رکن پر بحث ہے کتاب کی تقسیم اسطرح ہے۔

(۱)الرسالة الاولی فی الصلوٰة

(۲) الرسالة الثانیه فی الزکاة

(۳)الرسالة الثالثه فی الصوم

(٤)الرسالة الرابعه فی الحج

مذکورہ بالا ارکان پر بڑی سیر حاصل گفتگو کی ہے جس سے ان کی غیر معمولی بصیرت، نکتہ سنجی دقیقہ، رسی اور تفقہ فی الدین کا پتہ چلتا ہے ہر رسالہ کو متعدد فصلوں پر تقسیم کیا ہے اور ہر فصل متعدد ابواب پر مشتمل ہے مثلاً پہلا رسالہ نماز کے بیان میں اس میں پہلی فصل وضو سے متعلق ہے جس میں بیان فرائض الوضوء، بیان مسح الخف، بیان وضوء المسنون، بیان

نواقض الوضوء، بیان وضوء المعذ ورد وغیرہ شامل ہیں کتاب کا ابتدائی حصّہ یہاں نقل کیا جارہا ہے تاکہ قارئین انکی عربی تحریر وتقریر کا اندازہ لگا سکیں ...... "الحمد لله الذی خلق الانسان من الحوار المختلفة و جعلهٗ مظهر العجائب مؤتلفةً فتبارك الله احسن الخالقين و فضله على العالمين بجعلهٖ مخاطباً بكلامهٖ المبين فبعث اليهم الانبياء و المرسلين ليبينوا ما فيه سعادة حياة الدنيوية و الاخروية و خصنا بارسال من هو رحمة للعالمين سيد ولد آدم الذى كان نبياً و آدم ابو البشر بين الماء و الطين و بابقاء خلفائه لاقامة الدين المتين من اولياء الله المجتهدين ليطهر احكامه المتعلقة باالافعال المتجددة للمكلفين بآرائهم المتنوّرة بنور الله الذى لا ينطفى با طفائه المطفين فجعل ما راوا شرعاً مقرراً الى يوم الدين ......فيقول العبد الضعيف المفتقر الى رحمة الله رب العالمين عبد العلى محمد بن نظام الدين محمد الانصارى غفر الله لهما يوم الدين ان سعادة الانسان بتكميل القوة النظرية و العلمية ليهتدى به الى سبيل العرفان و معاملة الرحمن[1] .

(۳) شرح مسلم الثبوت/ بحر العلوم/ ملا حسن/ عبد الحق۔

اصول فقہ میں محبّ اللہ بہاری کی کتاب مسلم الثبوت نہایت اہم ہے درسی کتاب کی حیثیت سے یہ کتاب نہ صرف ہندوستان بلکہ مصر وعرب ملکوں میں بھی قدر کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے یہ کتاب ایک مقدمہ اور دو بڑے حصّوں پر مشتمل ہے۔ ایک حصّہ کا نام مبادی ہے اور

---

[1] تفصیل کے لئے دیکھئے مسعود انور ص ۱۰۰۔۱۰۲

دوسرے کا نام مقاصد اور آخر میں ایک ضمیمہ ہے چونکہ نصابی کتابوں میں اس کو ایک ممتاز حیثیت حاصل رہی ہے اس لئے متعدد عالموں نے اس پر شروح وحواشی لکھے ہیں۔

روہیلکھنڈ کے عالموں میں سے عبد العلی بحر العلوم، ملا محمد حسن بن غلام مصطفیٰ اور عبدالحق خیر آبادی کی شرحیں رضا لائبریری میں موجود ہیں۔

ملا محمد حسن کی شرح مسلم الثبوت کا ناقص قلمی نسخہ رضا لائبریری میں ہے اس میں صرف مقالہ ثالثہ موجود ہے نسخہ ۱۰۳ ورق پر مشتمل ہے اس کا سائز ۱۶×۲۷ سینٹی میٹر سطر ۱۹ خط نستعلیق ہے زمانہ کتابت ۱۳ ویں صدی ہجری ہے مولوی عبد العلی بحر العلوم کی شرح مسلم الثبوت ۱۸۵ صفحات پر مشتمل مطبع نول کشور سے ۱۲۸۲ھ میں چھپی ہے۔ مولوی عبدالحق خیر آبادی کی شرح مسلم الثبوت ۲۷۶ صفحات پر مشتمل انتظامی پریس کانپور سے شائع ہوئی ہے۔ دونوں مطبوعہ کتابیں رضا لائبریری میں محفوظ ہیں۔

(۴) تنویر المنار/ بحر العلوم۔

المنار اصول فقہ کی مشہور کتاب ہے اس کے مصنف ابوالبرکات حافظ الدین نسفی (متوفی آٹھویں صدی ہجری) ہیں۔ ہندوستان میں اس کی شرحوں میں سب سے زیادہ مشہور شرح ملا احمد جیون امیٹھوی کی شرح نور الانوار ہے۔ یہ شرح درسِ نظامی میں داخلِ نصاب ہے تنویر المنار بھی المنار کی شرح ہے رضا لائبریری میں جو مطبوعہ کاپی ہے وہ نور الانوار کے حاشیہ پر لکھی ہے یہ کتاب مطبع مصطفائی لکھنؤ سے ۱۲۸۸ء میں شائع ہوئی ہے۔

(۵) تقریر الدائر/ نور عالم بن تاج عالم رامپوری۔

یہ کتاب دائرۃ الاصول مؤلفہ شمس الدین بن محمد مبارک شاہ ملقب بہ محمد معین کی شرح ہے رضا لائبریری میں ایک نسخہ موجود ہے مخطوطہ کا ورق ۱۴۸، سائز ۱۵×۲۱ سطر ۱۷،

زمانہ کتابت تیرھویں صدی ہجری خط نسخ ہے۔

(۶) الحاشیہ علیٰ دائرۃ الاصول/ غلام نبی رامپوری شاہجہان پوری

یہ کتاب بھی دائرۃ الاصول مؤلفہ شمس الدین محمد بن مبارک شاہ ملقب بہ معین کی شرح ہے رضا لائبریری میں موجود نسخہ کی تفصیل یوں ہے ورق ۵، سائز ۲۳×۲۸ سطر ۱۹ تاریخِ کتابت ۱۲۳۵ھ خط نسخ کاتب عبدالرحیم رامپوری ہیں۔

(۷) دوارالاصول از محمد عرفان بن محمد عمران بن عبدالحلیم۔

مولوی عرفان بن محمد عمران عبدالحلیم التاجیکی الخراسانی الرامپوری (م ۱۲۲۵ھ) کے حالات دستیاب نہیں ہو سکے ایک عربی قلمی کتاب دوار الاصول کے نام سے رضا لائبریری میں محفوظ ہے اس مخطوطہ کی تفصیل فہرست عربی جلدِ دوم ص ۵۲۱ پر اس طرح ہے دوارالاصول ناتمام از مولانا محمد عرفان بن محمد عمران بن عبدالحلیم قلمی تعداد صفحات ۶۴۴، تقطیع کتابت ۴×۴، انچ ،سطر ۲۵، کاغذ دہلی، خط نستعلیق اوسط درجہ کی کتابت۔ بوجہِ ناتمام ہونے کے کاتب کا نام معلوم نہیں ہوسکا۔ اوراق پر کرمخوردگی کا اثر خفیف اور پیوند کاری قلیل ہے۔ ابتدائی صفحہ پر محمد مشکور نام کی چھوٹی سی مہر چسپاں اور یہ عبارت تحریر ہے حضرت ظلِ سبحانی خلیفۃ الرحمانی سلطان محمد معظم شاہ بادشاہ غازی من عواری الزمان حافظ رحمت خاں المخاطب بہ حافظ الملک ۱۱۷۰ھ درتحویلِ عبدالسلام خاں۔ یہ کتاب دائرۃ الاصول کا حاشیہ ہے جو منار کی شرح ہے۔ اور میرک شمس الدین محمد بن مبارک شاہ بن محمد بن محمد بن عمر الہروی الملقب بہ معین کی مؤلفہ ہے۔ فاضل محشی نے پہلے اس کتاب پر حاشیہ لکھا تھا جس کو اوائلِ مباحثِ سنت تک لکھ چکے تھے اور مدار الاصول سے موسوم کر چکے تھے۔ مگر تطویل اور زیادہ تفصیل کی وجہ سے اختصار کو مناسب خیال کر کے دوسری روش پر اس کتاب یعنی دوار الاصول کو تالیف کیا۔

جیسا کہ مؤلف دائرۃ الاصول نے پہلے منار کی شرح مدار الفحول لکھی پھر اس کا اختصار دائرۃ الاصول کیا۔ محشی علام نے بڑی خوبی اور ربط وضبط کے ساتھ تحشیہ کیا ہے۔ بعض مقام پر اصل متن کے کلام کی بھی تشریح وتفصیل کی ہے یہ حاشیہ ناقص ونا تمام ہے تقریباً نصف کتاب کے برابر ہے مباحثِ قرآن تو تمام وکمال لکھے ہیں مگر مباحثِ سنت پورے نہیں ہیں۔ دائرۃ الاصول کے صرف اس قول تک ہے" وهذا انكار معنى كحديث ابنِ عمرؓ في رفع اليدين ۔۔ عبارت کا آغاز...." الحمد لله الملك المنان رب العالمين كلهم بـا صناف التربية و الاحسان صفحہ ۲۶۶، قـولـه ان يغير كل ا قو ل ۔ لفظ یغیر مضارع مجہول۔ آخر صفحہ، سطر نمبر ۶۴۴، لانـهٗ يـوضـح بـاذن الـولى لتوقف بغير اذنه لا انه يبطل۔[1]

(۸) الفتاویٰ الشرقیہ/ مفتی شرف الدین رامپوری۔

مفتی شرف الدین رامپوری (۱۲۶۸ھ) کی فتاویٰ شرفیہ کے دو قلمی نسخے رضا لائبریری میں موجود ہیں پہلے نسخے کی تفصیل یوں ہے ورق ۲۳۰، سائز ۲۵×۳۱ سینٹی میٹر خط نستعلیق، نسخہ پر مفتی شرف الدین کی یاداشتیں ہیں جسے مصنف نے اپنی دوسری کتابوں سے لیا ہے یہ مصنف کی کاپی ہے دوسرا نسخہ ۱۸۷، ورق پر مشتمل سائز ۲۱×۳۳ سینٹی میٹر سطر ۱۹ خط نسخ ہے اس نسخہ کو مفتی سعد اللہ نے نواب کلبِ علی خاں کی فرمائش پر لکھا تھا۔

(۹) النظام الیوسفی/ احمد علی رامپوری (م ۱۲۸۵ھ/ ۱۸۶۸ء)۔

فقہِ حنفی پر دلچسپ کتاب ہے مصنف نے اس کتاب کو نواب یوسف علی خاں کو معنون کیا ہے۔ رضا لائبریری میں موجود قلمی نسخہ بخطِ مصنف سنہ کتابت ۱۲۷۵ء ہے ورق ۱۲۶،

---

[1] دیکھئے فہرست کتب عربی رامپور مطبوعہ ۱۹۲۸ء ص ۵۲۱۔۵۲۲

سائز۲۶×۳۹سینٹی میٹر،سطر ۱۷،اور خط نسخ و نستعلیق ہے۔

(۱۰)رسالہ فی جواز توکیل المسلم لیاخذ الربوٰ / ارشاد حسین رامپوری۔

یہ مختصر رسالہ ایک سوال کے جواب میں لکھا گیا تھا ابتداء میں سوال و جواب اسطرح دیا گیا ہے،بسم اللہ ۔السوال۔ما قول العلماء الحنفية فی ان مسلماً ارسل وكيله الىٰ دار الحرب ليفرض الربو من جانب مؤكله، الجواب و الله سبحانه الموفق با لصواب ۔يجوز التوكيل و يطيب للمؤكل ما حصل من الربوٰ"

کیفیت:یہ رسالہ ۶۰ ورق کا ہے،سائز۲۱×۳۳سینٹی میٹر،سطر ۱۹خطِ نسخ ہے۔

(۱۱)حاشیہ نورالایضاح / مولانا اعزاز علی امروہوی۔

نورالایضاح فقہ کی مشہور کتاب ہے اسلامی مدارس میں عام طور پر ابتدائی درجات میں پڑھائی جاتی ہے مولانا اعزاز علی نے اس پر مفید اور واضح اور عام فہم حاشیہ لکھا ہے۔یہ حاشیہ کتب خانہ انصاریہ سے شائع ہو چکا ہے۔

(۱۲)حاشیہ کنزالدقائق / مولانا اعزاز علی امروہوی۔

فقہ کا یہ مشہور و معزوف متن جس کی شرح میں علامہ ابن نجیم نے آٹھ جلدیں لکھی ہیں مولانا نے ایک مختصر اور مفید حاشیہ لکھ کر ابنِ نجیم کی طوِیل شرح سے علماء کو بے نیاز کر دیا، حاشیہ میں صورتِ مسئلہ،مختلف فیہ اقوال، مذہبِ حنفیہ کی ترجیحی درجات،مشکل مقامات کی صحیح اور سہل تفسیر کو اختصار کیساتھ لکھا ہے اس حاشیہ کا پہلا ایڈیشن مطبع قاسمی سے اور دوسرا ایڈیشن کتب خانہ رحیمیہ دیو بند سے شایع ہوا ہے۔

(۱۳) حاشیہ شرحِ نقایہ/ مولانا اعزاز علی امروہوی

شرح نقایہ از ملا علی قاری پہلے پہل قازان سے طبع ہوا تھا یہ مطبوعہ نسخہ ہندوستان آیا تو ہندوستان میں اس کی نقل شایع ہوئی لیکن قازان کے نسخے میں بہت غلطیاں تھیں مولانا اعزاز علی نے اس شایع شدہ نسخہ کی غلطیوں کو درست کیا اور اس پر علامہ انور شاہ کشمیری کے ایماء پر حاشیہ تحریر کیا علامہ انور شاہ کشمیری ملا علی قاری کی شرحِ نقایہ کے بہت بڑے مداح تھے اور کہا کرتے تھے کہ ملا علی قاری نے اس شرح کے علاوہ اور کوئی کام نہیں کیا مولانا اعزاز علی کا یہ حاشیہ کتب خانہ اعزازیہ دیوبند سے شائع ہوا ہے۔

(۱۴) سراج الفقیہ/ سید محمد عبادت نقوی امروہوی۔

مولانا سید محمد عبادت نقوی امروہوی امام الجمعہ اور سید المدارس امروہہ کے پرنسپل تھے انھوں نے یہ کتاب ''سراج الفقیہ'' اصولِ فقہ عربی میں تصنیف کی ہے جس کو حمد و صلوٰۃ کے بعد ائمہ معصومین کے نام سے شروع کیا ہے اور مقدمہ میں فقہ کی ضرورت اور اہمیت پر زور دیا ہے مقدمہ میں شیعیت کا رنگ کافی نمایاں ہے اس کے بعد انھوں نے فقہ کے چار اصول: کتاب، سنت، اجماع اور قیاس پر الگ الگ تفصیلی بحث کی ہے۔ سنت کے بیان میں امام معصوم کے قول کو بھی حجت مانا ہے اور اس پر ''اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم'' سے استشہاد کیا ہے ان کے نزدیک اولی الامر سے مراد ائمہ معصومین ہیں ان کے بعد براءت اصلیہ، استصحاب، لحنِ خطاب، احتیاط، وغیرہ عناوین، کے تحت فقہی مباحث پر روشنی ڈالی ہے۔ اس کتاب کی تصنیف ۶ رصفر المظفر ۱۳۷۵ھ کو مکمل ہوئی اور سید المدارس امروہہ کی طرف سے ''جید برقی پریس بلی ماران دہلی'' سے شائع ہوئی۔

مقدمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے ''اصولِ فقہِ شیعی'' کے موضوع میں خلاء،

محسوس کرتے ہوئے اس کو پر کرنے کی کوشش کی ہے۔ ''غیبتِ امامِ معصوم اور اجماع'' کے مسئلے سے بھی بحث کی ہے۔ کتاب میں انھوں نے درجِ ذیل عناوین باندھے ہیں۔

۱۔ضرورۃ الفقہ ۲۔الکتاب ۳۔القول الحق ۴۔السنہ ۵۔حجیۃ قول المعصوم ۶۔مصطلحات المحدثین ۷۔التعدیل والجرح ۸۔الفاظ التعدیل ۹۔الفاظ الجرح ۱۰۔الاجماع ۱۱۔دلیل العقل ۱۲۔دلیل العقل عند الاصولیین ۱۳۔تفسیر دلیل العقل عند الاصولیین ۱۴۔البرائۃ الاصلیہ ۱۵۔الاستصحاب ۱۶۔لحن الخطاب و مجری الخطاب و دلیل الخطاب ۱۷۔منصوص العلہ ۱۸۔الاحتیاط۔

خاتمہ کتاب یوں ہے.... " قد وقع الفراغ من تسويد تحرير هذه المسودة فى تاريخ صفر المظفر ١٣٧٥ھ من الهجرة و انا سيد محمد عبادت نقوى بن سيد الفقهاء مولانا سيد اولاد حسن بن راس الحكماء المتالهين مولانا الحاج سيد محمد حسن بن علامه سيدنا المولوى سيد محمد سيادت بن مولانا مولوى سيد محمد عبادت اعلى الله مقامهم فى دار الكرامة و حشرهم معاليهم الساده القاده"۔

فصل چہارم

علم التصوف

دنیا سے قطع تعلق کر کے اللہ سے لولگانے کا نام تصوف ہے، تصوف کا مقصد اپنے نفس کا محاسبہ کرنا، دل کو دنیاوی لذتوں سے پاک رکھنا اور مجاہدات کے ذریعہ قلب کی کدورتوں کو دور کرنا ہے تاکہ نفسِ امارہ کو نفس مطمئنہ کے مقام پر پہنچایا جا سکے، اس علم کا تعلق دراصل باطنی زندگی سے ہے اور یہ مختلف افکار کا مجموعہ ہے۔

بیرونِ ہند تصوف سے متعلق جو کتابیں لکھی گئی ہیں ان میں شیخ ابوالنصر کی اللمعہ۔ قشیری کی الرسالۃ القشیریہ۔ شہاب الدین سہروردی کی عوارف المعارف۔ ابنِ عربی کی فصوص الحکم اور الفتوحات المکیہ وغیرہ مشہور ہیں۔ ہندوستانی علماء نے بھی اسی نہج پر کتابیں تصنیف کی ہیں۔ ہندوستان میں اس فن کی مشہور کتابیں اس طرح ہیں۔

سراج الدین عمر بن اسحاق کی ''لوائح الانوار فی الرد علی من انکر علی العارفین عن لطائف الانوار''۔ شاہ ولی اللہؒ کی ''القول الجمیل فی بیان سواء السبیل''۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی ''ارشاد الطالبین وتائید المریدین''۔ محب اللہ بہاری الہ آبادی کی ''التسویہ بین الافادۃ و القبول''۔ و''المغالطۃ العامہ وشرح فصوص الحکم''۔ زین الدین بن علی معبری کا منظوم رسالہ ''ہدایۃ الاذکیاء الیٰ طریق الاولیاء'' تاج الدین زکریا کی ''الرسالہ فی سلوک خلاصۃ السادات النقشبندیہ''۔ علی متقی جونپوری کی ''جوامع الکلم فی المواعظ والحکم'' اور سید محمد مرتضیٰ

کی ''اتحاف السادات المتقین بشرح احیاء علوم الدین'' وغیرہ۔[1]

روہیلکھنڈ کا علاقہ صوفیاءِ کرام و مشائخ کی تعداد کے لحاظ سے ممتاز حیثیت کا حامل رہا ہے، خاص طور پر بریلی، بدایوں، رامپور، کے ہر قصبے اور محلے میں خانقاہیں و مزارات موجود ہیں صرف رامپور میں ان بزرگ شخصیتوں میں عبداللہ بغدادی، شاہ جمال اللہ، شاہ درگاہی، شاہ عبدالکریم، ملا فقیر اخوند اور مولانا مرشد کے مزارات مرجعِ خلائق ہیں۔

علم تصوف میں روہیلکھنڈ کے علماء کی تصنیفات درج ذیل ہیں -

(۱) شرحِ فصوص الحکم/ بحر العلوم (دیکھئے رامپور کیٹلاگ عربی ۴/۸۲)

(۲) الرسالۃ الکبریٰ فی وحدۃ الوجود/ بحر العلوم (دیکھئے رامپور کیٹلاگ ۴/۲۱۲)

(۳) الرسالۃ الصغریٰ فی وحدۃ الوجود/ بحر العلوم (دیکھئے رامپور کیٹلاگ ۴/۲۱۲)

(۴) کشف القناع عن اباحۃ السماع/ سلام اللہ رامپوری (دیکھئے زبید ص ۱۲۰، ۳۴۳)

(۵) الصلوٰۃ الحمدیہ/ محمد حسن بریلوی (دیکھئے رامپور فہرست مطبوعات عربی اوراد ۳۷)

(۶) الرسالہ فی التصوف/ شاہ احمد سعید مجددی (دیکھئے زبید ص ۳۴۴)

(۷) الروض الموجود فی تحقیق الوجود/ فضلِ حق خیر آبادی (دیکھئے رامپور کیٹلاگ ۴/۶۱۴)

(۸) الفوائد الضابطہ فی اثبات الرابطہ/ مترجم: محمد معصوم بن عبد الرشید (دیکھئے رامپور فہرست مطبوعات عربی سلوک ۱۷)

(۹) رشحات الکرم فی شرحِ فصوص الحکم/ محمد اعجاز بدایونی، (دیکھئے حیاۃ العلماء ص ۱۲۷)

(۱۰) مفصلات شرحِ فصوص/ محمد اعجاز بدایونی (دیکھئے حیاۃ العلماء ص ۱۲۷)

(۱۱) الیٰ الدراسات الاسلامیہ/ امتیاز علی عرشی (دیکھئے رامپور فہرست مطبوعات عربی تعلیم و تربیت ۱۳)

آئندہ صفحات میں بعض کتابوں کا تعارف درج ہے۔

---

[1] تفصیل کے لئے دیکھئے ڈاکٹر زبید احمد کی کتاب ''عربی ادبیات میں ہندوستان کا حصہ'' باب فی علم التصوف، ڈاکٹر مسعود انور کی کتاب ''عربی ادب میں اودھ کا حصہ باب علم التصوف''

(۱) شرحِ فصوص الحکم/ بحر العلوم

ابن العربی کی فصوص الحکم تصوف کی مشہور کتاب ہے جسمیں انھوں نے متصوفانہ اور وجدانی تصورات پر مفصل بحث کی ہے ہندوستان میں صوفیاء کی ایک بڑی تعداد نے ابنِ عربی کے متصوفانہ فلسفہ کی تائید کی ہے اور متعدد علماء نے اس کتاب کی شرحیں لکھی ہیں فصوص الحکم کی شرحوں میں محبّ اللہ الہ آبادی کی تجلیۃ الفصوص اور امیر اللہ بہاری کی حل مفصلات الفصوص مشہور ہیں[۱] مولانا بحر العلوم کی شرح رضا لائبریری میں موجود ہے یہ مختصر رسالہ ۷ ورق پر مشتمل ہے سائز ۷.۱۳×۸.۲۳ سینٹی میٹر سطر ۱۹، خط نستعلیق ہے یہ نسخہ مولانا کی زندگی میں نقل کیا گیا تھا۔

(۲) الرسالۃ الکبریٰ فی وحدۃ الوجود/ بحر العلوم۔

اسلامی فلسفہ میں وحدۃ الوجود کا مسئلہ ابتداء ہی سے زیرِ بحث رہا ہے اس موضوع پر ہندوستان میں بہت کتابیں لکھی گئیں ہیں مولانا بحر العلوم بھی وحدۃ الوجود کی پرزور حمایت کرتے ہیں[۲] مسئلہ پر انکا ایک مختصر رسالہ رضا لائبریری میں موجود ہے رسالہ ۴ ورق کا ہے اس کا سائز ۱۳×۲۲، سطر ۱۹، خطِ نستعلیق ہے یہ نسخہ مصنف کے نسخہ کی نقل ہے۔

(۳) الرسالۃ الصغریٰ فی وحدۃ الوجود/ بحر العلوم۔

وحدۃ الوجود پر مولانا بحر العلوم کا ایک مزید رسالہ ''الرسالۃ الصغریٰ'' نام کا رضا لائبریری میں موجود ہے یہ کل ۴ ورق کا رسالہ ہے الرسالۃ الکبریٰ کیساتھ مجلد ہے ساری تفصیل پہلے رسالے کی طرح ہے۔

---

[۱] دیکھئے ڈاکٹر زبید ص ۱۱۷

[۲] دیکھئے مسعود انور ص ۱۴۵

(۴) کشف القناع عن اباحۃ السماع/ سلام اللہ رامپوری۔

مولوی سلام اللہ نے اس کتاب میں سماع کے جواز پر بحث کی ہے اور سماع کی حمایت کرنے والوں کا نقطہ نظر پیش کیا ہے اور سماع کو جائز قرار دیا ہے، کتاب پانچ ابواب پر مشتمل ہے، پہلے باب احادیث، دوسرے میں آثار، تیسرے میں قیاس، چوتھے میں فقہاء کے فتوے اور پانچویں میں سماع کے مخالفوں کے دلائل کی تردید کی گئی ہے کتاب کا قلمی نسخہ برٹش میوزیم لندن، اور انڈیا آفس لندن میں محفوظ ہے[1]

(۵) الروض المجود فی حقیقۃ الوجود/ علامہ فضلِ حق خیر آبادی۔

علامہ فضلِ حق خیر آبادی کا یہ رسالہ وحدۃ الوجود کی تحقیق کے سلسلے میں کافی اہم ہے۔ حقیقتِ وجود کے مسئلے میں میر زاہد، امورِ عامہ اور شرحِ حکمۃ العین کے حاشیہ نگاروں نے بڑی لمبی چوڑی بحثیں کین ہیں وحدۃ الوجود کا مسئلہ ابنِ عربی کے وقت سے چلا آرہا ہے اور وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود کی تطبیق کی بھی کوشش کی گئی ہے اور یہ کہا گیا ہے کہ یہ صرف لفظی اختلاف ہے دونوں کے معنیٰ ایک ہی ہیں بعض علماء وحدۃ الوجود کے مسئلے کو اہمیت نہیں دیتے، لیکن اکثر صوفیاء وحدۃ الوجود کے قائل ہیں اور زبانی وتحریری طور پر شدید طریقے سے اس کی تائید کرتے ہیں۔

الروض المجود کا ایک قلمی نسخہ رضا لائبریری میں موجود ہے رسالہ ۲۲، ورق کا ہے اس کا سائز ۲۰.۷×۳۰ سینٹی میٹر سطر ۱۹، خط نستعلیق، کتابت کا زمانہ انیسویں صدی عیسوی کا ہے، یہ رسالہ ایک مقدمہ دو فصلوں اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے، پہلے ورق پر مولوی سلطان بریلوی کی مہر ثبت ہے رسالہ کی ابتداء یوں ہے "الحمد لینبوع الوجود مفیض

---

[1] زبید ص ۱۲۰

الوجود و الصلوٰۃ علیٰ محمد صاحب المقام المحمود و آلہٖ اھل الشرف و السود، علیٰ مرّ الاعصار و الابود، و بعد فھذہٖ جملۃ جمیلۃ فی حقیقۃالوجود سمیتھا "بالروض المجود" املیتھا مرتجلاً من دون بذل المجھودفی تحقیق ما علیہ ائمۃ الکشف و الشھود، و اسعافا لمن لا یسعیٰ الا اسعافہ و فرض علیٰ طاعتہٖ''۔

رسالہ کا خاتمہ یوں ہے..."واللہ الموفق للرشاد و الھادی الیٰ السداد و منہ المبدا، والیہ المعادو لنجعل بآیات الملک و احادیث نبیہ علیہ السلا م مسکی الختام سائلین اللہ حسن الاختتام مصلین علی سیدنا سید الانام و آلہ وصحبہ الغر الکرام وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔"

رسالہ میں کہیں کہیں بطور استدلال متقدمین صوفیائے کرام کے اقوال و افعال درج ہیں اور اپنی منطقی صلاحیت اور فراست وبصیرت سے بھرپور طریقے سے اس کی تائید کی ہے وحدۃ الوجود کے سلسلے میں دس شکوک درج کر کے ہر ایک پر مدلل بحث کر کے شکوک کو خارج کیا ہے، [1]

(۶) الصلوٰۃ المحمدیہ/محمد حسن بریلوی۔

درود وسلام کو صوفیاء کے تمام طریقوں میں بہت اہمیت دی گئی ہے اس لئے اس موضوع کی کتابیں تصوف میں شمار ہوتی ہیں زیرِ تعارف کتاب ۲۸ صفحات پر مشتمل ایک مختصر رسالہ ہے جس میں نبی ﷺ پر درود وسلام بھیجنے کی متعدد دعائیں شامل ہیں۔ خاتمہ کتاب یوں ہے

---

[1] دیکھئے مسعود انورص ۱۴۵

یقول المؤلف قد جمعت هذه الصلوة المحمدية ﷺ فی جلسة واحدة یوم الاربعاء وقت الصباح حین قلت احدیٰ عشر لیلةمن الصفر المظفر سنة تسع و ستین و مأتین بعد الالف من الهجرة النبوية علی صاحبها الف الف تحية فی قصبه فیلی بهیت" آخیر میں فارسی میں مصنف کی مخمس غزل ہے اور نیچے مہتمم نظامی پریس محمد عبدالرحمٰن بن حاجی محمد روشن خاں کے نام کی مہر ہے

(۷) الفوائد الضابطہ فی اثبات الرابطہ/مترجم محمد معصوم بن عبدالرشید۔

احمد سعید مجددی نے الفوائد الضابطہ فی اثبات الرابطہ نام سے فارسی میں کتاب لکھی تھی محمد معصوم بن عبدالرشید نے نفعِ عام کے لئے اسے عربی میں ترجمہ کیا ہے مقدمہ سے پتہ چلتا ہے کہ اس کتاب میں شیخ و مرید کے روابطے کے مسئلہ پر بحث ہے مصنف نے اس مسئلہ کے سلسلے میں بعض معترضین کے جوابات دیے ہیں مترجم کی عبارت یوں ہے "قالوا ان بعض اهل الزمان يعترضو ن علی شغل الرابطه و يقولون انه شرك و بدعة سيئة و ينكرون علیٰ من يشتغل بها فلم اجد بدأ من اجابة المسئول عسیٰ إن ينتفع بها الناس و تكف السنتهم عن الاعتراض علی المشائخ العظام لان المؤلف قدس سره اثبتها بالادلة الشرعية اعنی الكتاب و السنة و الاجماع،و لله دره و ضاعف علی سعاه و كانت عبارتها فارسية لان سیدی اظهر قدس سره كتبه فی جواب بعض الوهابيين من علماء الهند الذی كتب رساله فی الاعتراض علی من يشتغل بها و كانت عبارتها با لفارسية فكتب الجواب و الرد ايضاً

بھا فلھذا رغبت فی تعریب لیعم نفعھا "۔خاتمہ میں مترجم کے الفاظ یوں ہیں

یقول المترجم عفا اللہ عنہ وقع الفراغ من تعریف ھذہ الرسالۃ النافعۃ فی شھر رجب ۱۲۸۵ھ الف و مأتین و اربع ثمانین من الھجرہ ۔یہ کتاب مطبع الحسن رامپور سے ۱۲۹۳ھ میں شائع ہوئی ہے عنوان صفحہ پر مرقوم ہے کہ "یہ نواب کلب علی خاں والیٔ رامپور کی فرمائش پر لکھی گئی"۔

فصل پنجم

علم الکلام والعقائد

المواقف میں علمِ کلام کی تعریف یوں کی گئی ہے، "علمِ کلام ایسا علم ہے جس کی مدد سے دینی عقائد کو ثابت کرنے کی قدرت حاصل ہوتی ہے اور اس کے شبہات کو رفع کرنے کے لئے دلیل و حجت سے کام لیا جاتا ہے"۔

گویا فلسفہ دینیات یا دینی تعلیمات پر فلسفیانہ بحث و تحقیق کرنے والے علم کو علم الکلام کہتے ہیں۔ یونانی فلسفے جب اسلامی نظریات سے دوچار ہوئے تو یہ علم وجود میں آیا اور اس کی مدد سے اسلامی عقائد و تعلیمات کی اہمیت و معقولیت کو ثابت کرنے اور مخالفین کے موقف کو باطل کرنے کا کام لیا گیا۔ اسلامی عقائد کی مستند کتابوں میں دو کتابیں بہت مشہور ہوئیں ایک "العقائد النسفیہ" از نجم الدین ابوحفص بن عمر النسفی (م ۵۳۴ھ) دوسری "العقائد العضدیہ" از قاضی عضد الدین عبد الرحمٰن (م ۷۵۶ھ)۔ اوّل الذکر کی شرح سعد الدین مسعود بن عمر التفتازانی اور موخر الذکر کی شرح جلال الدین محمد بن سعد اللہ دوانی نے لکھی ہے، یہ دونوں کتابیں اور ان کی شرحیں وسیع حلقوں میں پڑھی پڑھائی جاتی ہیں ہندوستان میں اس موضوع پر جو کتابیں لکھی گئی ہیں وہ زیادہ تر مستند کتابوں کی شرحیں یا نصابی کتابیں ہیں، عبد الحکیم سیالکوٹی نے العقائد النسفیہ کی شرح اور العقائد العضدیہ کی شرح پر حواشی لکھے ہیں نصابی کتابوں میں شاہ ولی اللہ کی "العقیدۃ الحسنہ" نہایت اہم ہے۔ علم الکلام

میں علاء الدین اللاایجی کی المواقف سب سے بہترین کتاب ہے، جس کی شرح شریف علیٰ بن محمد جرجانی نے ''شرح المواقف'' کے نام سے لکھی ہے عبد الحکیم سیالکوٹی نے ''شرح المواقف'' پر بھی حواشی لکھے ہیں اس کے علاوہ میر زاہد نے ''شرحِ المواقف'' پر'' حاشیہ علیٰ الامور العامۃ من شرح المواقف'' کے نام سے حاشیہ تحریر کیا ہے۔

روہیلکھنڈ میں اس موضوع پر کافی کتابیں ہیں جس میں زیادہ تر حصہ رامپور کے علماء کا ہے کیونکہ رامپور کا مدرسہ عالیہ علمِ معقولات کی تعلیم میں پورے ہندوستان میں شہرت رکھتا تھا، علماءِ معقولات کی جماعت میں عبد العلی بحر العلوم، ملا حسن، فضل حق خیر آبادی، مولوی ہدایت علی، جیسے شخصیات سے فیض حاصل کرنے کے لئے دور دراز کے طلبہ یہاں آتے تھے مدرسہ عالیہ میں درسِ نظامی کا نصاب پڑھایا جاتا تھا اور اس وقت نصاب میں علم الکلام میں عام طور پر عقائدِ نسفیہ، عقائدِ عضدیہ، الموقف جیسی مستند کتابیں شامل تھیں، درس وتدریس اور مباحث کو حل کرنے کیلئے ان کتابوں کے شروح وحواشی لکھنے کا کام دوسرے علماء کی طرح روہیلکھنڈ کے علماء نے بھی کثرت سے کیا ہے، اس کے علاوہ کچھ طبع زاد کتابیں بھی لکھی گئیں ہیں۔

اس فن میں روہیلکھنڈ کے عالموں کی مندرجہ ذیل کتابیں ملتی ہیں انہیں حوالوں کے ساتھ درج کیا جا رہا ہے۔

(۱) الحاشیہ علیٰ حاشیۂ میر زاہد رملا حسن (دیکھئے رامپور کیٹلاگ ۲/۲۴۶)

(۲) الحاشیہ علیٰ حاشیۂ میر زاہد رملا بحر العلوم (دیکھئے رامپور کیٹلاگ ۲/۲۴۰)

(۳) رسالہ فی بشارۃ الجنۃ لفاطمہ والحسنین رمولوی سلام اللہ (دیکھئے رامپور کیٹلاگ ۲/۲۴۴)

(۴) سلطان الحرمین وامام القطبین رنور الدین اسماعیل رامپوری (دیکھئے رامپور کیٹلاگ ۲/۲۵۴)

(۵) کن فیکون رنور الدین اسماعیل رامپوری (دیکھئے رامپور کیٹلاگ ۲/۲۵۴)

(۶) رسالہ فی الذبح رنور الدین اسماعیل رامپوری (دیکھئے رامپور کیٹلاگ ۲/۲۵۴)

(۷) ایمان اللہ الحمید رنور الدین اسماعیل رامپوری (دیکھئے رامپور کیٹلاگ ۲/۲۵۶)

(۸) بیعۃ الرضوان رنور الدین اسماعیل رامپوری (دیکھئے رامپور کیٹلاگ ۲/۲۵۶)

(۹) توبۃ النصوح رنور الدین اسماعیل رامپوری (دیکھئے رامپور کیٹلاگ ۲/۲۵۶)

(۱۰) نصر اللہ للخلفاء بیت اللہ رنور الدین اسماعیل رامپوری (دیکھئے رامپور کیٹلاگ ۲/۲۵۸)

(۱۱) البدیھۃ فی المذہب الحنفی رنور الدین اسماعیل رامپوری (دیکھئے رامپور کیٹلاگ ۲/۲۵۸)

۱۲) بیعۃ بید خلیفۃ الرحمٰن رنور الدین اسماعیل رامپوری (دیکھئے رامپور کیٹلاگ ۲/۲۵۸)

(۱۳) میزان العقل رنور الدین اسماعیل رامپوری (دیکھئے رامپور کیٹلاگ ۲/۲۵۸)

(۱۴) نور الہدایہ رنور الدین اسماعیل رامپوری (دیکھئے رامپور کیٹلاگ ۲/۲۶۰)

(۱۵) کتاب الحنیف رنور الدین اسماعیل رامپوری (دیکھئے رامپور کیٹلاگ ۲/۲۶۲)

(۱۶) کتاب الوھاب رنور الدین اسماعیل رامپوری (دیکھئے رامپور کیٹلاگ ۲/۲۶۲)

(۱۷) رسالہ فی علم الواجب از مفتی سعد اللہ رامپوری (دیکھئے رامپور فہرست مطبوعات کلام عربی ۲۹)

(۱۸) شرح الحاشیۃ الزاہدیہ علی الامور العامۃ من شرح المواقف از عبد الحق خیر آبادی
(دیکھئے رامپور فہرست مطبوعات کلام عربی ۶۳)

(۱۹) الظفر الحامدی از فضلِ حق رامپوری (دیکھئے رامپور فہرست مطبوعات عربی عقائد ۴۷)

(۲۰) الصارم القرضاب از محمد طیب عرب مکی (دیکھئے رامپور فہرست مطبوعات عربی عقائد ۴۷)

(۲۱) الصولۃ الحامدیہ از محمد طیب عرب مکی (دیکھئے رامپور فہرست مطبوعات عربی عقائد ۴۷)

(۲۲) ملاطفۃ الاحباب از محمد طیب عرب مکی (دیکھئے رامپور فہرست مطبوعات عربی ردود ۵۲)

(۲۳) مملکۃ النبی از احمد حسنین بن اعجاز امروہوی (دیکھئے رامپور کیٹلاگ ۲/۴۲۴)

(۲۴) احسن الکلام فی اصول عقائد الاسلام از رحیم اللہ بن علیم اللہ بجنوری (دیکھئے رامپور فہرست مطبوعات عربی کلام ۱۳۵)

(۲۵) المعتقد المنتقد از فضلِ رسول بدایونی (دیکھئے رامپور فہرست مطبوعات عربی ردود ۵۱)

(۲۶) حسام الحرمین علی منحر الکفر المبین از احمد رضا خاں بریلوی (دیکھئے رامپور فہرست عربی ردود ۵۲)

ان میں سے کچھ کتابوں پر قدرے تفصیل سے روشنی ڈالی جارہی ہے۔

(۱) رسائل مولوی نورالدین بن اسماعیل رامپوری [۱]۔

حافظ احمد علی شوق لکھتے ہیں کہ مولوی نذیر احمد صاحب ملازم ایشیاٹک سوسائٹی بنگال نے ہندوستان کے اکثر شہروں کا دورہ کر کے انگریزی میں کتابوں کی فہرست مرتب کی تھی، اس میں لکھتے ہیں کہ لکھنؤ کے یحیٰ گنج میں واجد حسین کتاب فروش کے ہاں ایک کتاب ''کن فیکون'' نامی مؤلفہ محمد اسماعیل شاہ رامپوری ملی۔ میں تو علماءِ رامپور کے حالات جمع کر رہا تھا میں نے اس کتاب کو سرکاری کتاب خانے کے لئے خرید لیا اس میں عربی کے کئی رسالے ہیں سب کی ایک ہی تقطیع ہے ایک ہی خط ہے اور ذیل کے رسالے موجود ہیں۔

(۱) توبة النصوح۔

کتاب کے دیباچے میں لکھا ہے کہ مذہبِ حنفی سے آجکل لوگوں کو انکار ہے، جو حنفی مذھب کا بلاضرورت منکر ہے کافر ہے، سلاطینِ روم جو خادمِ کعبۃ اللہ ہیں حنفی ہیں آج کل بارہ سوستتر (۱۲۷۷ھ) میں سلطان روم حنفی ہیں مؤلف کا نام کسی نے کاٹ کر احمد خلیل اللہ محمد اسماعیل شاہ لکھا ہے جب غور کیا گیا تو یہ عبارت پڑھی گئی ''وانا المسمی بہ نورالدین بن اسماعیل بالحق و الیقین جعل اللہ مسکنی فی بلدۃ سمّٰھا المسلمون بالمصطفٰی آباد و المشرکون بالرامپور وھی بلدۃ طیبۃ فی الھند اطیب الثمرات من المسک والکافور جعل اللہ سلطانہا نواب''۔ یوسف علی خاں بن سبط نواب فیض اللہ خاں ابن نواب عالی محمد خاں قیل ھو عالم فی المنطق سلم العلوم وفی الاصول مسلم بل سائر کتب الاحادیث والتفاسیر۔

---

[۱] دیکھئے تذکرہ کاملانِ رامپور ص ۴۲۷

کتاب کو چار بابوں میں تقسیم کیا گیا ہے باب الاول فی بیان توبۃ النصوح۔ الباب الثانی فی عرفان ذات اللہ، الباب الثالث فی رویۃ اللہ بالبصر، الباب الرابع فی بیان شفاعۃ الرسل۔ چودہ صفحے ہیں عربی بدخط ہے اور کل رسائل ایک ہی خط ایک ہی پیمانے کے ہیں، کتاب کی تقطیع ۷/۴×۱۲/۳×۱۶ انچ ہے رسالہ کی ابتداء یوں ہے ''الحمد للہ ھو من ذات یقتضی وجودہ مع الایمان والاسلام الحنیف۔

ان کل رسائل کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مولوی سید اسماعیل شاہ ساکن بریلی کی ملکیت تھی۔ جن کا نام مع وطن کے اس رسالہ کے اول صفحے پر لکھا ہے، اندر یہ نام مرقوم ہے (واذکر فی الکتاب اسماعیل ۱۲۸۵ھ)۔

چوتھے صفحے کے حاشیہ پر ایک عبارت کے بعد لکھا ہے ''من احمد خلیل اللہ محمد اسماعیل اللہ شاہ، معلوم نہیں یہ کون سید صاحب ہیں کہ مصنف کا نام کاٹ کر اپنا نام کئی رسالوں میں لکھ دیا ہے، محرف صاحب کا خط عربی نہیں ہے اور کتاب میں کئی جگہ ہے بلکہ ایک جگہ محمود اللہ محبوب شاہ بھی لکھ دیا ہے شاید ان کے کوئی بھائی ہوں، افسوس کہ غیر کی تصنیف کو اپنی طرف منسوب کر لیا۔ مولوی نور الدین دو جگہ مخالف حنفی کو کافر لکھتے ہیں، مگر مولوی سید اسماعیل شاہ محرفِ کتاب نے کافر کو کاٹ کر کئی جگہ مبتدع اور فاسق بتایا ہے۔

(۲) رسالہ ثانی بدیھی فی المذھب الحنفی۔

تمام کیفیات پہلے رسالہ جیسی ہیں اس رسالہ میں بھی نور الدین بن اسماعیل کو مٹا کر احمد خلیل اللہ محمد اسماعیل شاہ بنایا ہے، اور نواب یوسف علی خاں بہادر اور رامپور کا ذکر انھیں الفاظ میں کیا ہے جو اول رسالہ میں ہے، سلطانِ روم کا ذکر اس طرح لکھا ہے ''اسمہ عبد المجید خاں غازی ابنِ سلطان محمود خاں الرومی ابنِ عبد الحمید الخان وھو السلطان الحجازی اللھم

ایدالاسلام والمرسلین ببقاء سلطانک الحجازی خلد اللہ ملکہ وسلطانہ۔

ابواب کی تفصیل یہ ہے "باب فی بیان توبۃ النصوح من سائر الادیان الباطلۃ ،باب فی بیان اثبات ذات اللہ ،باب فی بیان اثبات کلام اللہ،باب فی بیان بدیہۃ وجود رسول اللہ،باب فی بیان بدیہۃ العلماء،باب فی بیان بدیہۃ الکفر باللہ،باب فی بیان رویۃ ذات اللہ،باب فی بیان بدیہۃ الشفاعہ،اٹھائیس صفحات کا یہ رسالہ ہے ، ابتدائے رسالہ یہ ہے الحمدللہ خالصاً لانہ مومن فلاحمد لمن لم یکن مومناً مثلہ کأنہ کافر۔

(۳)رسالہ نصراللہ لجمیع خلفاء بیت اللہ۔

تمام کیفیات پہلے رسالے جیسی ہیں۔اس رسالہ میں بھی نورالدین بن اسماعیل کا نام کاٹ کر احمد خلیل اسماعیل شاہ بریلوی نے اپنا نام لکھ دیا ہے مصنف کے نام کے بعد پوری عبارت اسی طرح ہے جو اول رسالہ میں ہے۔۱۲۷۷ھ اور عبدالمجید غازی کا نام لکھا ہے ابواب یہ ہیں باب فی بیان الایمان ،باب فی بیان اثبات وجود ذات ممکن الوجود، خاتمہ کی عبارت یہ ہے" قد تم نصر اللہ لجمیع خلفاء بیت اللہ یوم السبت وتمت الضحیٰ من ۱۲۷۷ ھجریہ فی شھر الشوال، ابتداء کی عبارت یہ ہے" الحمدللہ فلا حمد لغیر اللہ والشکر للہ فلا شکر لغیر اللہ ،۵۳صفحات ہیں۔

(٤)بیعۃ الرضوان۔

تمام کیفیات پہلے رسالے جیسی ہیں۔سنہِ تالیف۱۲۷۸ھ اور عہد سلطان عبدالحمید غازی کا لکھا ہے نورالدین بن اسماعیل کو مٹا کر احمد خلیل اللہ اسماعیل شاہ کے قلم سے مؤلف کا نام لکھا ہوا ہے،مؤلف کے نام کے بعد رامپور کا ذکر اول رسالہ کے موافق ہے،نوابوں کے

نام نہیں لکھے ہیں، تفصیلِ ابواب یہ ہے ''باب الوجود، باب الذات وھوثلثۃ، باب فی بیان عرفان، باب فی بیان تقدیر، باب فی بیان ذات الواجب الوجود، باب فی بیان کمال ذات، باب فی بیان الرویہ، باب فی بیان شفاعۃ الرسل۔

خاتمہ کی عبارت یہ ہے: ''خاتمة هذ الكتاب فى رابع عشر من شهر الرمضان بعد اوان الظهر يوم السبت، من سنة ۱۲۷۸ھ، شروع کی عبارت یہ ہے'' الحمد هو الكمال لله لانه سلام مؤمن دين حنيف ،

(۵) بیعة الرحمٰن ـ

تمام کیفیات پہلے رسالے جیسی ہیں۔ اصل مصنف کا نام نورالدین اسماعیل کاٹ کر احمد خلیل اللہ محمد اسماعیل شاہ لکھ دیا ہے، وطن رامپور کے ذکر کے ساتھ جناب نواب یوسف علی خاں اور نواب سید فیض اللہ خاں اور نواب علی محمد خاں کا نام لکھ کر کہتا ہے '' كلهم اصحاب الحشمة و الحكمة والدولة من الدراهم والدينار، ابواب کی یہ تفصیل ہے۔

مقدمۃ، البیعہ، مبادلۃ النفس، باب فی بیان ملک الحاکم، باب فی بیان معلومات اللہ باب فی بیان مقدور اللہ، باب فی بیان تدبیر اللہ باب فی بیان حسین بن علی۔ رسالہ کی ابتدا یوں ہے۔

الحمد لله هو مومن وانزل القرآن۔ رسالہ کے کل اٹھارہ صفحات ہیں،

(٦) نور الهدايه۔

تمام کیفیات پہلے رسالے جیسی ہیں۔ اس رسالہ میں نور الدین بن اسماعیل نہایت واضح طور پر نمایاں ہے اس کو کاٹ کر احمد خلیل اللہ، محمد اسماعیل شاہ لکھ دیا ہے

رامپور کا ذکر کر کے کتاب کو" خلیفة بیت الله" کے نام پر معنون کیا ہے سنہ تصنیف ۱۲۷۰ھ ہے تفصیلِ ابواب یہ ہے، باب الایمان باللہ، باب فی بیان عرفان، باب فی بیان شرائط الایمان، باب التد بیر والتقدیر، باب فی بیان الرؤیا، باب فی بیان شفاعتہ، صفحات ۳۲، ہیں ابتداء کتاب یہ ہے:" الحمد للّٰہ هو من حنیف من الباطل الی الحق فی الاسلام دائماً۔

(۷)کتاب الله الوهاب۔

تمام کیفیات پہلے رسالے جیسی ہیں۔ سنہ تصنیف ۱۲۸۰ اور عہد، سلطان عبدالعزیز خاں کا لکھا ہے تفصیلِ ابواب یہ ہے۔

باب فی بیان اولِ ما فرض اللہ، باب فی بیان نقص التوبہ، باب فی بیان قصص الانبیاء واولیاء اللہ، چودہ صفحات ہیں ابتداءِ کتاب یوں ہے۔

"الحمد لله الذی وسب لی علیٰ الکبر اسماعیل و اسحاق"۔

(۸)میزان العقل۔

تمام کیفیات پہلے رسالے جیسی ہیں۔ نام کے ساتھ رامپور کی سکونت کا بیان ہے۔ تصنیف ۱۲۷۸ھ اور عہد سلطان عبدالعزیز خاں غازی کا درج ہے۔ تفصیل ابواب یہ ہے، باب فی توبتہ النصوح، باب فی بیان الایمان، باب فی بیان اتباع الشیطان، صفحات ۱۴، ابتداءِ کتاب- الحمد لله هو مومن قال الممکن الوجود کن فیکون حنیفاً مسلماً و ماکان من المشرکین۔

(۹)رسالہ بلا اسم۔

تمام کیفیات پہلے رسالے جیسی ہیں۔ مصنف نے کتاب کا نام اور اپنا نام کہیں

نہیں لکھا، سالِ تصنیف ۱۲۷۶ھ کا ہے۔

ابواب کی تقسیم یوں ہے۔ باب فی بیان طریق عرفان، باب فی بیان ملک اللہ، باب فی بیان خلیفۃ اللہ، صفحات ۲۹، ابتداءِ کتاب "الحمدللّه هو مومن من نفسه و بصفاته و بجميع احكامه"

(۱۰)کن فیکون۔

پہلے رسائل کی طرح یہ بھی ہے نور الدین مصنف کا نام سیاہی سے مٹا کر اسماعیل شاہ لکھا ہے اس کتاب کو سلطان عبدالحمید خاں کے نام سے معنون کیا ہے فہرستِ ابواب اسطرح ہے۔

مقدمۃ السنۃ لطریق اللہ حقیقۃ، باب فی بیان عرفان ذات اللہ، باب فی بیان عرفان سلسلۃ الکمال التام، باب فی بیان عرفان کلام اللہ، باب فی بیان رسول اللہ، باب فی بیان اولیاء اللہ، باب فی بیان اصحاب رسولؐ اللہ، باب فی بیان اصحاب رسول اللہ، باب فی بیان علماء اہل السنہ، باب فی بیان شرائط الصلوٰۃ، باب فی بیان الایمان، باب فی بیان مکہ، باب فی بیان اہل الفسق، باب فی الکسب والاکتساب باب فی بیان الباغی، باب فی بیان اہل الکفر، تصنیف ۱۲۷۵ھ اور اسی سنہ کی کتابت ہے صفحات ۲۳۸، ابتداءِ کتاب "الحمد للّه هو مومن فى المخالف عنه كافر۔

(۱۱)رسالہ ذبح۔

تمام کیفیات پہلے رسالے جیسی ہیں۔ تصنیف ۱۲۷۵، تعدادِ صفحات ۱۰، ابتداءِ کتاب "الحمد للّٰہ الذی جعل الحلال عن الحرام مفصلاً" ہے

(۱۲)رسالہ ذبحِ ثانی۔

یہ رسالہ بھی مثلِ سابق ہے صفحات ۱۶، ابتداءِ کتاب یوں ہے ''الحمدلله فی ملك الله قال لمن الملك الیوم لله الواحد القهار،

(۱۳)توبة النصوح۔

تقریباً ساری کیفیت مثلِ سابق ہے۔ ابواب اور فصول اور عبارتیں بدلی ہوئی ہیں۔ کتاب میں مصنف کا نام درج ہے۔

تصنیف ۱۲۷۶ھ صفحات ۲۹ ابتداء، کتاب الحمد لله هو سلام مومن دینه الاسلام،

(۱٤)بدیهی فی المذاهب الحنفی۔

رسالہ موافق رسالہ دوم کے ہے عبارت کو کہیں کہیں بدل دیا ہے، صفحات ۱۹، ابتداءِ کتاب ہے ''الحمدللہ لانہ مومن فالمخالف عنہ عمداً بلا عذر شرعی کافر، تصنیف ۱۲۷۷ھ ہے۔

(۱۵) ایمان الله الحمید۔

تمام کیفیات پہلے رسالے جیسی ہیں۔ اس رسالہ کو مکہ میں ۱۲۷۵ھ میں لکھا ہے اور اس میں سلطانِ روم کی اطاعت کو واجب کیا ہے دیباچے میں اپنا نام اور رامپور کو مسکن بتایا ہے اس کتاب میں ۹ صفحات کے بعد ایک الگ دیباچہ لکھا ہے صفحات ۱۴۴، ابتداء خطبہ اول "الحمد لله لانه واجب الوجود والافلاطون فلا یکون الوجود لازماً لذاته و هذا خلف، ابتداء خطبه ثانی، "الحمد لله رب العالمین و العاقبة للتمقین

(١٦) بیعة الرضوان۔

تمام کیفیات پہلے رسالے جیسی ہیں۔ تصنیف ١٢٤٧ھ صفحات ٦٤ ہیں۔

(١٧) کتاب الحنیف۔

تمام کیفیات پہلے رسالے جیسی ہیں۔ دیباچہ میں لکھا ہے کہ لوگ اپنے آپ کو مومن کہتے ہیں مگر مومن نہیں ہیں اس لئے میں ایک کتاب بطریق مذہب احناف لکھتا ہوں جس میں احکامِ الٰہی ہونگے آپ نے اسطرح لکھا ہے "وانا المسمیٰ نور الدین بن اسماعیل با الحق و الیقین مسکنه فی البلدة بنی اسرائیل سماها المسلمون با المصطفیٰ آباد و المشرکون با الرامپور و هی بلدة طیبة فی الهند اطیب الثمرات من المسك و الکافور ،

تفصیلِ ابواب یہ ہے: بابِ فی بیان عرفان اللہ، باب فی بیان عرفان صفات اللہ، باب فی بیان ملک اللہ، باب فی بیان خلفاء اللہ، باب فی بیان صحۃ ایمان، باب فی بیان غلبۃ الحنفیۃ فی مکہ، باب فی العلماء الراسخین فی العلم، باب فی بیان اہل السنۃ والجماعہ، تصنیف ١٢٧٩ھ صفحات ١٨٨۔

ابتداء کتاب "الحمد لللـه الذی جعل دین الاسلام اماماً و مذهباحنفیاًفی بلدة مسکنه رسمه نعمان"

مصنف کے بارے میں کوئی حال معلوم نہیں تصانیف کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مکہ مکرمہ میں قیام کے دوران لکھی گئی ہیں، رامپور میں کسی شخص سے اس کا حال معلوم نہیں ہوسکا[1]

---

[1] دیکھئے تذکرہ کاملانِ رامپور ص ٤٢٧

(۲) المعتقد المنتقد / مولوی فضل رسول بدایونی۔

یہ کتاب عقائدِ باطلہ کے رد میں لکھی گئی ہے، شروع میں چند بڑی شخصیات کی تقریظات شامل ہیں جیسے مولوی فضلِ حق خیر آبادی، مفتی محمد صدر الدین، مولانا حیدر علی وغیرہ۔ تقریظات کے آخر میں سہ سطری فارسی عبارت کے مطابق اس کتاب کی طباعت قصبہ کلیانی ضلع تلیکوکن کے چودھری خاں ذیشانی اسماعیل علی خاں دام اقبالہ کی فرمائش پر ہوئی، مصنف نے زیادہ تر معتزلہ کا رد کیا ہے اور جمہور اہلِ سنت والجماعت کے عقائد کا دفاع کیا ہے کتاب ہی کے نام ''المعتقد والمنتقد'' سے تاریخِ تصنیف نکلتی ہے، آخری صفحہ پر چند فارسی نوٹ کے مطابق یہ ۱۲۷۷ھ کی تالیف ہے اور مولانا موصوف کی بے مثال تالیف ہے۔

کتاب ۲۲۲، صفحات پر مشتمل مطبع الہند سے ۱۲۷۷ھ میں شائع ہوئی ہے رامپور رضا لائبریری میں موجود ہے۔

(۳) الصولۃ الحامدیۃ علی الحملۃ الاستبدادیہ / محمد طیب مکی۔

مصنف نے شروع میں کتاب کا انتساب نواب حامد علی خاں کے نام کیا ہے اور ان کے لئے بہت بڑے بڑے القاب استعمال کئے ہیں اسی لئے کتاب کا نام بھی ''الصولۃ الحامدیہ'' رکھا ہے حمد وصلوۃ کے بعد مصنف نے لکھا ہے کہ ''میں ایک دن کسی اہم شخصیت کے پاس بیٹھا تھا کہ میرے پاس ایک مطبوعہ حاشیہ پیش کیا گیا جس کے بین السطور میں ہمارے استاد علامہ عبدالحق خیر آبادی پر اعتراضات تھے میں نے معترض کے جوابات میں مرتجلا ایک کتاب تیار کردی جس کو دیکھ کر اس عظیم شخصیت نے تحسین کی مگر جب معترض کے پاس پہنچی تو انکو اور غصہ آیا اور جواب میں ایسی کتاب لکھی جسے پڑھ کر افسوس ہوا۔ پھر میں نے

مطالبِ استاد کو واضح کرنے کے لئے تفہیمی اسلوب اختیار کیا اور یہ کتاب لکھی جو شرحِ مواقف کے محشی سید زاہد کے اعتراضات کا جواب ہے''۔

یہ کتاب مطبع حسنی رامپور سے شائع ہوئی ہے رضا لائبریری میں محفوظ ہے۔

(۴) شرح الحاشیۃ الزاہدیہ علی الامور العامہ/عبدالحق خیرآبادی۔

یہ کتاب ''المواقف'' کی شرح ''الحاشیۃ الزاھدیہ'' کی شرح ہے مقدمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ''الحاشیۃ الزاھدیہ'' نہایت اہم ہونے کیساتھ ساتھ بیحد دقیق اور مشکل عبارات سے پُر تھی، مصنف نے ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے اسے عام فہم اور آسان بنانے کی کوشش کی ہے، مقدمہ میں انتساب نواب کلبِ علی خاں کے نام ہے نواب صاحب کے لئے مصنف نے کئی سطروں میں نہایت زوردار القاب و آداب استعمال کئے ہیں۔اس کی تالیف سے فراغت شوال ۱۲۹۴ھ میں ہوئی ہے، اور کتاب ۱۲۹۸ھ کو مطبع نظامی کانپور سے شائع ہوئی ہے صفحہ آخر پر ناشر کی مہر اور دستخط ہیں، ناشر کا نام مہر میں محمد عبدالرحمٰن ابنِ حاجی محمد روشن خاں درج ہے۔آخر میں دو صفحہ کا صحت نامہ بھی ہے جو خود مصنف کا مرتب کردہ ہے۔

(۵) احسن الکلام فی اصول عقائد الاسلام/مولانا حکیم رحیم اللہ بجنوری۔

اس کتاب میں مصنف نے بدعات و رسوم اور دین کے نام پر رواج پانے والی اوہام و خرافات کا پُرزور رد کیا ہے اور قرآن و حدیث کی روشنی میں صحیح عقائد کا ذکر کیا ہے مقدمہ سے ایسا لگتا ہے کہ ان کے دور میں بدعات کا رواج کافی بڑھ گیا تھا جس کی تردید کے لئے وہ بچین تھے اور فتنہ تکفیرِ علما بھی عام تھا جس سے وہ بیحد دل گرفتہ تھے ان کو

مصادرِ شرعیہ اور بنیادی مذہبی تعلیمات کا گہرا علم تھا پہلا باب ''البیان الاول فی بیان التوحید'' ہے آخر میں خاتمہ ہے جس میں باطل عقائد سے توبہ پر زور دیا ہے یہ کتاب، نامی پریس میرٹھ سے ۱۳۴۳ھ میں شائع ہوئی ہے۔

فصل ششم

المنطق والفلسفہ

ہندوستانی علماء نے فقہ کے بعد معقولات پر سب سے زیادہ توجہ صرف کی ہے۔ علمِ معقولات میں چھ علوم شامل ہیں نمبر (۱) فلسفہ و الٰہیات (۲) منطق (۳) مباحثہ و مناظرہ (۴) علمِ ریاضی (۵) حکمت (۶) طب۔ ان چھ علوم کی مزید قسمیں ہیں مثلاً علم ریاضی میں ہندسہ، جبرو مقابلہ، رصد، اصطرلاب، موسیقی، اقلیدس وغیرہ۔ علومِ عقلیہ کی تاریخ بہت قدیم ہے۔ یونان میں سقراط، افلاطون، ارسطو وغیرہ نے اس علم کو فروغ دیا۔ ارسطو کو فنِ منطق کا موجد کہا جاتا ہے۔ جب مسلمانوں کو غلبہ حاصل ہوا تو اموی خلیفہ خالد بن یزید بن معاویہ نے سب سے پہلے یونانی کتابوں کا عربی میں ترجمہ کرایا۔ اس کے بعد عباسی خلفاء ہارون رشید امین و مامون کے عہد میں یونانی فلسفہ کی متعدد کتابوں کا ترجمہ ہوا۔ جس کی وجہ سے مسلمانوں میں اس علم کا شوق پیدا ہوا اور بلند پایہ فلسفی و ماہرِ معقولات پیدا ہوئے جن میں ابونصر فارابی، ابنِ سینا، ابنِ رشد، فخر الدین رازی، یعقوب بن اسحاق کندی، ابنِ مسکویہ، نصیر الدین طوسی وغیرہ قابلِ ذکر ہیں[1]۔

---

[1] تفصیل کے لئے دیکھئے ڈاکٹر زبید احمد کی کتاب "عربی ادبیات میں ہندوستان کا حصہ" باب علم المنطق والفلسفہ، ڈاکٹر مسعود انور کی کتاب "عربی ادب میں اودھ کا حصہ باب علم المنطق والفلسفۃ"

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذي الهمنا علم العدد والحساب وانطقنا بالصدق والصواب

سنة المبدء واليه المآب اما بعد فيقول الفلسفي الفقير الى الله

الغني لما فرغت عن تسويد رسالة لاستخراج وكتب استعلام

مراتب النجوم بل الحسيب في سنة الغريب التمسوا بعض المستفيد

[illegible] رسالة مشتملا على

لب اللباب وعجب العجاب معرضا عن الاطناب مرشدا

الى الصواب فشرعت فيه مع قلة بضاعتي وقصور باعي

متوكلا الى الله الذي هو نعم المعين وعليه الصدق واليقين

سائلا ان ينفع بها جميع الطلاب [illegible]

بالكمال [illegible] السعادت والاقبال [illegible]

منولال فلسفی کی ’’کتاب العجاب‘‘ کے قلمی نسخے کا عکس۔

رام پور رضا لائبریری

فلسفہ وحکمت میں سب سے پہلے ابنِ سینا نے کتابیں تصنیف کیں۔ان کی کتاب الشفاء، الحکمۃ المشرقیہ اور کتاب الاشارات والتنبیہات نہایت اہم ہیں۔اس فن کی دوسری اہم کتاب سراج الدین ارموی کی مطالع الانوار ہے۔قطب الدین رازی نے اس کی شرح لکھی ہے۔میر شریف جرجانی نے اس شرح پر حاشیہ تحریر کیا ہے۔ایک دوسری اہم کتاب اثیر الدین ابہری کی ھدایۃ الحکمۃ ہے۔میر حسین میبذی نے اس کی شرح لکھی ہے جو میبذی کے نام سے مشہور ہے۔

ہندوستان میں اس موضوع پر کثیر کتابیں لکھی گئی ہیں پہلا ہندوستانی فلسفی جس نے اس فن کو فروغ دیا وہ عبداللہ تلنبی ہے سکندر لودھی بھی ان کے درس میں شریک ہوتا تھا انھوں نے بدیع المیزان کے نام سے میزان المنطق کی شرح لکھی ہے۔ان کے بعد محمود جونپوری نے الحکمۃ البالغہ اور اس کی شرح الشمس البازغہ تحریر کی ہے۔میر زاہد نے فلسفہ کی تین مشہور کتاب یعنی شرح المواقف، شرح التہذیب، رسالۃ القطبیہ پر حواشی لکھے یہ تینوں حواشی ''الحواشی الثلاثہ الزاھدیہ'' سے معروف ہیں۔اسی طرح محب اللہ بہاری کی تین کتابیں بہت مشہور ہیں اصولِ فقہ میں مسلّم الثبوت اور منطق و فلسفہ میں سلّم العلوم اور جواھر الفرد۔

مولانا فضلِ امام خیر آبادی نے منطق میں مرقات لکھی ہے اور تشحیذ الاذھان کے نام سے بدیع المیزان کی شرح لکھی ہیں ان کے بیٹے فضلِ حق خیر آبادی نے ''الھدیۃ السعیدیہ'' لکھی اور اسے رامپور کے نواب محمد سعید خاں کو معنون کیا۔اور پوتے عبد الحق خیر آبادی نے ''ھدایۃ الحکمۃ'' کی شرح لکھی جو آج بھی قدر کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے۔

مناظرہ کی کتابوں میں عضد الدین الایجی کی الرسالۃ العضدیہ اور شریف علی

جرجانی کی الآداب الشریفیہ بے حد مشہور ہیں موخر الذکر پر عبد الباقی نے الآداب الباقیہ کے نام سے اور عبد الرشید جونپوری نے آداب الرشیدیہ کے نام سے شرح لکھی ہے اسی طرح منطق کی نصابی کتابوں میں الکاتبی کی الشمسیہ اور تفتازانی کی تہذیب المنطق بہت مشہور ہیں ان دونوں کتابوں پر بھی بہت سے ہندوستانی علماء نے شروح و حواشی لکھے ہیں ان موضوعات پر دیگر جو کتابیں مشہور ہیں ان میں عبد الحکیم سیالکوٹی کی الحاشیہ علیٰ المیبذی، الحاشیہ علیٰ میر قطبی۔ حمد اللہ کی الحاشیہ علیٰ الشمس البازغہ۔ ملا نظام الدین کی الحاشیہ علیٰ الشمس البازغۃ عبد النبی احمد آبادی کی الحاشیہ علیٰ شرح تہذیب المنطق وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔[1]

روہیلکھنڈ میں رامپور خاص طور پر معقولات کے سلسلے میں پورے ہندوستان میں مشہور تھا، منطق و فلسفہ کی تعلیم کے لئے یہاں کے مدرسہ عالیہ کی شہرت سن کر ملک و بیرونِ ملک کے کثیر طلبہ آتے تھے، مولانا عبد العلی بحر العلوم اور ملا حسن جیسے عالمِ معقولات اس میں درس دیتے تھے امامِ منطق و فلسفہ مولانا فضلِ حق خیر آبادی اور ان کے صاحبزادے عبد الحق خیر آبادی مدرسہ عالیہ کے مدت تک پرنسپل رہے مولانا فضلِ حق خیر آبادی کے شاگرد مولانا ہدایت علی بھی جنکا معقولات میں اہم مقام ہے، اس مدرسہ کے پرنسپل رہے۔ ان لوگوں کے ہزاروں شاگرد پیدا ہوئے جنھوں نے ہندوستان اور ہندوستان کے باہر نام پیدا کیا ہے، مدرسہ عالیہ کی خصوصی تعلیم کی وجہ سے روہیلکھنڈ میں علمِ کلام، منطق، فلسفہ، حکمت جیسے موضوعات میں کثیر کتابیں لکھی گئیں ہیں درس و تدریس اور نصابی کتابوں کے مباحث حل کرنے کی غرض سے مستند کتابوں کے شروح و حواشی کثرت سے تحریر کئے گئے۔ اس فن میں علماءِ روہیلکھنڈ کے کارناموں کا ایک جائزہ پیشِ خدمت ہے۔

---

[1] تفصیل کے لئے دیکھئے ڈاکٹر زبید احمد کی کتاب ''عربی ادبیات میں ہندوستان کا حصہ'' باب علم المنطق والفلسفہ، ڈاکٹر مسعود انور کی کتاب ''عربی ادب میں اودھ کا حصہ باب علم المنطق والفلسفۃ''

(۱)الحاشیہ علیٰ الرسالۃ القطبیہ / ملاحسن (دیکھئے رامپور کیٹلاگ ۴/۳۰۸)

(۲)الحاشیہ علیٰ میر زاھد ملا جلال / ملاحسن (دیکھئے رامپور کیٹلاگ ۴/۳۴۲)

(۳)الحاشیہ علیٰ صدرا / ملاحسن (دیکھئے رامپور کیٹلاگ ۴/۴۹۸)

(۴)الحاشیہ علیٰ الشمس البازغہ / ملاحسن (دیکھئے رامپور کیٹلاگ ۴/۵۶۶)

(۵)شرحِ سلم العلوم / ملاحسن (دیکھئے رامپور کیٹلاگ ۴/۳۹۲)

(۶)غایۃ العلوم / ملاحسن (دیکھئے رامپور کیٹلاگ ۴/۵۲۲)

(۷)المعارج العلوم / ملاحسن (دیکھئے رامپور کیٹلاگ ۴/۴۱۲)

(۸)الحاشیہ علیٰ حاشیۃ میر زاھد علیٰ شرح التھذیب / ملاحسن (دیکھئے مسعود انور / ۲۴۲)

(۹) مجموعۃ الحواشی / ملاحسن (دیکھئے مسعود انور ص ۲۴۲)

(۱۰)الحاشیہ علیٰ الرسالۃ القطبیہ / بحر العلوم (دیکھئے رامپور کیٹلاگ ۴/۳۱۲)

(۱۱)الحاشیہ علیٰ میر زاھد ملا جلال / بحر العلوم (دیکھئے رامپور کیٹلاگ ۴/۳۴۸)

(۱۲)شرحِ سلم العلوم / بحر العلوم (دیکھئے رامپور کیٹلاگ ۴/۳۹۸)

(۱۳)المنہیات / بحر العلوم (دیکھئے رامپور کیٹلاگ ۴/۳۹۸)

(۱۴)الحاشیہ علیٰ صدرا / بحر العلوم (دیکھئے رامپور کیٹلاگ ۴/۵۰۲)

(۱۵)الحاشیہ علیٰ شرحِ ھدایۃ الحکمۃ / بحر العلوم (دیکھئے مسعود انور ص ۲۴۳)

(۱۶)العجالۃ النافعہ / بحر العلوم (دیکھئے رامپور کیٹلاگ ۴/۶۱۲)

(۱۷) تعلیقات علیٰ الافق المبین / بحر العلوم (دیکھئے مسعود انور ص ۲۴۳)

(۱۸)الرسالۃ فی المشاہ بالتکریر / بحر العلوم (دیکھئے مسعود انور ص ۲۴۳)

(۱۹)الحاشیہ علیٰ شرح السلم / عماد الدین عثمانی لبکنی (دیکھئے رامپور کیٹلاگ ۴/۳۸۰)

(۲۰)العقد الوثیقہ / عماد الدین عثمانی لبکنی (دیکھئے رامپور کیٹلاگ ۴/۴۱۴)

(۲۱)القول الثابت / عماد الدین عثمانی لبکنی (دیکھئے رامپور کیٹلاگ ۴/۴۱۴)

(۲۲)العشرۃ الکاملہ / عماد الدین عثمانی لبکنی (دیکھئے رامپور کیٹلاگ ۴/۴۱۴)

(۲۳)القول الفیصل /عماد الدین عثمانی لکنی (دیکھئے رامپور کیٹلاگ ۴/۳۱۴)

(۲۴)الحاشیہ علیٰ میر زاھد/عماد الدین عثمانی لکنی (دیکھئے مسعود انور ص ۲۴۳)

(۲۵)فلک عشرۃ کاملہ/عماد الدین عثمانی لکنی (دیکھئے مسعود انور ص ۲۴۳)

(۲۶)شرح شرح التھذیب/عماد الدین عثمانی لکنی (دیکھئے مسعود انور ص ۲۴۳)

(۲۷)المباحث فی حد الانصاف/رستم علی (دیکھئے رامپور کیٹلاگ ۴/۴۱۸)

(۲۸)الحاشیہ علیٰ شرح رسالہ القطبیہ/فضل حق خیر (دیکھئے رامپور کیٹلاگ ۴/۳۲۲)

(۲۹)رسالہ فی الجذر الاصم/شاہ نیاز بریلوی (دیکھئے رامپور کیٹلاگ ۴/۴۱۸)

(۳۰)شرح سلم العلوم/مفتی شرف الدین (دیکھئے رامپور کیٹلاگ ۴/۴۰۰)

(۳۱)سراج المیزان/مفتی شرف الدین (دیکھئے رامپور کیٹلاگ ۴/۴۲۰)

(۳۲)غایۃ الکلام فی حقیقۃ التصدیق عند الحکماء/محمد حسن بن ابی الحسن بریلوی (دیکھئے رامپور فہرست مطبوعات عربی منطق..)

(۳۳)الحاشیہ علیٰ شرح السلم/غلام نبی شاہجہانپوری رامپوری (دیکھئے رامپور کیٹلاگ ۴/۵۷۰)

(۳۴)الحاشیہ علیٰ شرحِ رسالۃ القطبیہ/غلام نبی شاہجہانپوری رامپوری دیکھئے رامپور کیٹلاگ ۴/۵۷۰)

(۳۵)الحاشیہ علیٰ شرح القاضی/نور الاسلام (دیکھئے رامپور کیٹلاگ ۴/۳۸۸)

(۳۶)الحاشیہ علیٰ شرح الرسالۃ القطبیہ/نور الاسلام (رامپور کیٹلاگ ۴/۳۲۲)

(۳۷)رسالہ فی قوس وقزح/نور الاسلام (دیکھئے رامپور کیٹلاگ ۴/۵۶۶)

(۳۸)رسالہ فی تحقیق ماھیۃ الامکان/نور الاسلام (دیکھئے رامپور کیٹلاگ ۴/۵۶۸)

(۳۹)الحاشیہ علیٰ شرح الرسالۃ القطبیہ/فضلِ حق خیر آبادی (دیکھئے رامپور کیٹلاگ ۴/۳۲۲)

(۴۰)کتاب المعقولات/فضلِ حق خیر آبادی (دیکھئے رامپور کیٹلاگ ۴/۴۲۲)

(۴۱)رسالہ فی العلم والمعلوم/فضلِ حق خیر آبادی (دیکھئے رامپور کیٹلاگ ۴/۳۲۲)

(۴۲)الھدیۃ السعیدیہ/فضلِ حق خیر آبادی (دیکھئے رامپور کیٹلاگ ۴/۵۶۸)

(۴۳)الھدیہ علیٰ الھدیۃ السعیدیہ/فضلِ حق خیر آبادی (دیکھئے رامپور فہرست عربی حکمت ۶۲)

(۴۴)الحاشیہ علیٰ شرح السلم رفضلِ حق خیرآبادی (دیکھئے رامپور فہرست مطبوعات عربی منطق ۴۳)

(۴۵)الرسالہ فی قاطیغوریاس رفضلِ حق خیرآبادی (دیکھئے مسعود انور ص ۲۴۶)

(۴۶)الحاشیہ علی الافق المبین رفضلِ حق خیرآبادی (دیکھئے مسعود انور ص ۲۴۶)

(۴۷)الرسالہ فی الردعلیٰ القائلین بحرکۃ الارض رفضلِ حق خیرآبادی (دیکھئے مسعود انور ص ۲۴۶)

(۴۸)الجنس لغالی فی شرح الجواھر العالی رفضلِ حق خیرآبادی (دیکھئے مسعود انور ص ۲۴۶)

(۴۹)الحاشیہ علیٰ حاشیۃ غلام یحیٰ بہاری رفضلِ حق خیرآبادی (دیکھئے مسعود انور ص ۲۴۶)

(۵۰)الحاشیہ علیٰ شرح القاضی رفضلِ حق خیرآبادی (دیکھئے رامپور کیٹلاگ ۴/۳۹۰)

(۵۱)رسالہ فی الجذر الاصم رخلیل الرحمٰن بن محمد عرفان (دیکھئے رامپور فہرست مطبوعات عربی منطق ۵۳)

(۵۲)رسالہ فی اجوبۃ الشبہات رمفتی سعد اللہ رامپوری (دیکھئے رامپور کیٹلاگ ۴/۵۷۰)

(۵۳)الحاشیہ علیٰ شرحِ السلّم رمفتی سعد اللہ رامپوری (دیکھئے رامپور کیٹلاگ ۴/۳۸۶)

(۵۴)الحاشیہ علیٰ شرح الرسالۃ القطبیہ راسماعیل لندنی (دیکھئے رامپور کیٹلاگ ۴/۴۱۸)

(۵۵)الحاشیہ علیٰ شرح التہذیب راسماعیل لندنی (دیکھئے رامپور کیٹلاگ ۴/۵۷۰)

(۵۶)الحاشیہ علیٰ المثناۃ بالتکریر راسماعیل لندنی (دیکھئے مسعود انور ص ۲۴۵)

(۵۷)الحاشیہ علیٰ المیبذی راسماعیل لندنی (دیکھئے مسعود انور ص ۲۴۵)

(۵۸)شرح الرسالہ فی اجوبۃ الشبہات رمفتی سلطان حسن بریلوی (دیکھئے رامپور کیٹلاگ ۴/۵۷۰)

(۵۹)شرح ضابطۃ التہذیب رمفتی سلطان حسن بریلوی (دیکھئے رامپور فہرست عربی منطق ۷۲)

(۶۰)القول الوسیط فی الجبل المولف والبسیط رمحمد حسن بن ظہور حسن سنبھلی

(دیکھئے رامپور فہرست مطبوعات عربی منطق ..)

(۶۱)سوانح الزمن علیٰ المولوی حسن رمحمد حسن بن ظہور حسن سنبھلی

(دیکھئے رامپور فہرست عربی منطق ..)

(۶۲)المنطق الجدید رمحمد حسن بن ظہور حسن سنبھلی (دیکھئے رامپور فہرست عربی منطق ۱۰۰)

(۶۳)شرح المرقات رعبد الحق خیرآبادی (دیکھئے رامپور فہرست مطبوعات عربی منطق ۷۵)

(۶۴) شرح ھدایۃ الحکمۃ / عبدالحق خیرآبادی (دیکھئے رامپور فہرست مطبوعات عربی حکمت ۳۲)

(۶۵) الجواھر الغالیہ فی الحکمۃ المتعالیہ / عبدالحق خیرآبادی (دیکھئے رامپور فہرست عربی حکمت ۱۲)

(۶۶) الحاشیہ علیٰ غلام یحیٰ / عبدالحق خیرآبادی (دیکھئے رامپور فہرست مطبوعات عربی منطق..)

(۶۷) الحاشیہ علیٰ حاشیۃ میرزاھد / عبدالحق خیرآبادی (دیکھئے رامپور فہرست مطبوعات عربی منطق ۳۱)

(۶۸) خاتم الحواشی علیٰ شرح السلم / عبدالحق خیرآبادی (دیکھئے رامپور فہرست مطبوعات عربی منطق ۵۰)

(۶۹) القول المسلم علیٰ شرح السلم / عبدالحق خیرآبادی (دیکھئے رامپور فہرست عربی منطق ۱۲۸)

(۷۰) تنویر النفس الناطقہ فی ازالۃ الاوھام الباطلہ / قدرت علی رامپوری

(دیکھئے رامپور فہرست مطبوعات عربی حکمت ۷۲)

(۷۱) الکافی لحل ایساغوجی / آبادی فضلِ حق رامپوری (دیکھئے فہرست مطبوعات عربی منطق ۸۵)

(۷۲) الحاشیہ علیٰ الافق المبین / محمد طیب عرب مکی (رامپور کیٹلاگ ۴/۴۹۴)

(۷۳) اقامۃ الحر فات / محمد طیب عرب مکی (دیکھئے رامپور فہرست مطبوعات عربی منطق ۱)

(۷۴) الحق المبین / ظہور الحسن بن نیاز اللہ (دیکھئے رامپور کیٹلاگ ۴/۵۹۶)

(۷۵) الحکمۃ الیمانیہ فی المعارف الایمانیہ / سید محمد عبدالعزیز فرنگی محلی رامپوری (فہرست مطبوعات عربی حکمت ۷۲)

(۷۶) الحاشیہ علیٰ شرح الرسالۃ القطبیہ / حسین علی القائینی البریلوی (دیکھئے رامپور کیٹلاگ ۴/۳۲۲)

(۷۷) الحاشیہ علیٰ بدیع المیز ان / عبداللہ بن حنظلہ پگلوی رامپوری (دیکھئے رامپور کیٹلاگ ۴/۲۸۴)

(۷۸) الحاشیہ علیٰ لواء الھدیٰ / فیض احمد بن شیخ محمد (دیکھئے رامپور کیٹلاگ ۴/۳۰۸)

(۷۹) التحقیق الطبعی فی کلیات الطبعی / ابوالبرکات محمد قطب عالم مرادآبادی (دیکھئے رامپور کیٹلاگ ۴/۶۱۲)

(۸۰) التحفۃ العلویہ / محمد عبدالکریم (دیکھئے رامپور کیٹلاگ ۴/۵۷۰)

(۸۱) الفلسفۃ الہندیۃ القدیمہ / مولانا عبدالسلام خاں رامپوری (مطبوعات رامپور رضا لائبریری ۱۹۹۶ء)

اس فن میں شروح وحواشی کی تعداد بہت زیادہ ہے بیشتر شرحیں ایسی ہیں کہ انکی تفصیل دینے کی ضرورت نہیں ہے۔طوالت کے خوف سے چند اہم کتابوں کا تعارف پیش کیا جارہا ہے۔

(۱)حاشیہ علیٰ الافق المبین /فضل حق خیرآبادی۔

الافق المبین میر باقر داماد (م۱۰۴۰ھ/۱۶۳۰ء) کی مشہور کتاب ہے اس میں سب سے اہم جس مسئلہ کا ذکر ہے وہ حدوثِ دہری کا مسئلہ ہے یہ مسئلہ اسلامی فکر میں قدیم زمانے سے ایک خصوصی اہمیت کا حامل رہا ہے مولانا فضل حق نے الافق المبین کے حاشیہ میں حدوثِ دہری پر بحث کرتے ہوئے اس کے ابطال میں قوی دلیلیں پیش کیں ہیں یہ حاشیہ علی گڑھ کے سبحان اللہ کلکشن میں محفوظ ہے جو بخطِ مؤلف ہے اس میں ۱۸۲،اوراق اور ۱۹سطریں ہیں کتاب ناقص الآخر ہے اس کی ابتداء یوں ہے:

ایاك نعبد یا ذو القوة المتین علیٰ فضلك المبین "رضالائبریری میں ایک ناقص قلمی نسخہ ہے جس کی تفصیل یوں ہے"ورق ۱۸۴۔سطر ۲۱۔سائز ۲۰×۳۰ سینٹی میٹرخط نستعلیق،زمانہ کتابت تیرھویں صدی ہجری۔

(۲)الحاشیہ علیٰ بدیع المیزان/عبداللہ بن حنظلہ الپکلوی رامپوری۔

میزان المنطق کی مشہور شرح بدیع المیزان از عبد اللہ تلنبی پر عبد اللہ بن حنظلہ رامپوری کا حاشیہ ہے رضالائبریری میں قلمی نسخہ موجود ہے جس کی تفصیل یوں ہے ورق ۸۷ سائز ۱۳×۱۹سطر۱۷،خطِ نستعلیق زمانہ ۱۳ھویں صدی ہجری،ناقص،۔ابتداء:"الحمد لله : اما بعد فیقول عبد الله بن حنظله الپکلوی ان اکتب موازین بدیعه اذن بها ما فی المیزان و ان وزن بمیزان بدیع المیزان "

(۳) الہدیۃ السعیدیہ/فضل حق خیرآبادی۔

مولانا نے یہ کتاب نواب محمد سعید خاں والیِ رامپور کے نام معنون کی ہے یہ کتاب فن طبیعیات میں نصاب کی مشہور کتاب ہے جس میں انھوں نے سب سے پہلے حکمۃ کی تعریف کی ہے اور اس کے معنی بتائے ہیں مثلاً یہ کہ اشیاء کی اصل حقیقت کو جاننے کا نام حکمت ہے۔ حکمت کی دو قسمیں ہیں ''الحکمۃ العملیہ اور الحکمۃ النظریہ۔ الحکمۃ النظریہ کی تین قسمیں ہیں علم الالٰہی، علم الریاضی، علم الطبیعی۔ علم الطبیعی کی آٹھ قسمیں ہیں (۱) علم السماء الطبیعی (۲) علم السماء والعالم (۳) علم الکون والفساد (۴) علم الفعل و الانفعال (۵) علم الآثار العلویہ (۶) علم النفس (۷) علم النبات (۸) علم الحیوان۔ اس کتاب میں انھوں نے علم الطبیعی کی تمام قسموں پر مفصل بحث کی ہے یہ کتاب ایک مقدمہ اور تین حصّوں پر مشتمل ہے مقدمہ میں مصنف نے مابعد الطبیعات پر گفتگو کی ہے، پہلے حصّے میں مکان، شکل، حرکت و سکون، وقت وغیرہ پر نظریات پیش کئے ہیں دوسرے حصّے میں اجسامِ سماوی سے بحث کی ہے اور اس کا نام فلکیات رکھا ہے تیسرے حصّے میں عنصر مثلاً آگ، ہوا، پانی، مٹی، گرمی، نرمی، خشکی، وغیرہ کی بحث کی ہے اس حصّے میں مزید موسمیات، معدنیات، وغیرہ کے موضوعات شامل ہیں آخر میں انھوں نے نفسیات پر بحث کی ہے۔[1]

''الہدیۃ السعیدیہ'' کا ایک قلمی نسخہ رضا لائبریری میں موجود ہے یہ ۱۰۰ ورق پر مشتمل ہے اور اس کا سائز ۱۹×۲۸ سینٹی میٹر ہے، قلمی نسخے کے علاوہ مطبوعہ نسخے بھی ہیں ایک نسخہ مطبع سوسائٹی بریلی سے ۱۲۸۳ھ میں شایع ہوا ہے دوسرا نسخہ احمدی پریس رامپور سے ۱۳۲۰ھ میں چھپا ہے۔

---

[1] تفصیل کے لئے دیکھئے زبید احمد ص ۱۵۰

(۴) الفلسفة الہندیۃ القدیمہ/ مولانا عبدالسلام خاں رامپوری۔

مولانا عبدالسلام منطق وفلسفہ، میں عہدِ حاضر کے جید عالم ہیں ہند وفلسفہ پر انکی گہری نظر ہے اس موضوع پر انھوں نے طویل مضمون لکھا تھا جو مجلّہ ثقافۃ الہند میں قسط وار شائع ہوا تھا، بعد میں اس مضمون کو یکجا اور ترتیب وتصحیح کے بعد اسے رامپور رضا لائبریری سے ۱۹۹۶ء میں کتابی صورت میں شائع کیا گیا ہے۔

اس کتاب میں مولانا نے ہند وفلسفہ کے تاریخی احوال، فلسفہ کی مختلف شاخیں تغیراتی عہد نیز افکار وخیالات کی تعبیر وتشریح اور ہر مکتبِ فکر کے بنیادی اصول وضوابط اور نظریات وتعلیمات کو بہت ہی منظّم اور مرتب انداز اور نہایت سہل طریقے سے متعارف کرایا ہے، کتابوں کو دس ابواب میں تقسیم کیا ہے پہلے باب کا عنوان ''الفلسفۃ الہندیۃ القدیمہ'' ہے اس میں ہندی فلسفہ کی تاریخ بیان کرتے ہوئے ویدک ادب اور اس کے چار اجزاء سمتھا، برہمن، ارنیک، اور اپنشہ کی جامع تشریح کی ہے دوسرے باب ''الفکر الہندوسی فی العصر الویدی میں چاروں وید، یعنی رگ وید، اتھر وید، یجر وید، اور سام وید، کے بنیادی مضامین اور انکی تعلیمات کے بارے میں بحث کی ہے تیسرے ''الفکر الہندوسی فی العصر الابنشدی میں اپنشد کے فلسفیانہ اور حکیمانہ خیالات، سربستہ ہائے راز اور اس کے مضامین مثلاً برھما، آتما، دنیا وآخرت، آواگون اور نجات وغیرہ جیسے عقائد وفلسفہ کی تشریح کی ہے پانچویں باب میں قدیم ابنشہ کے معاصر افکار پر بحث کرتے ہوئے قدیم فلسفہ ہندی کے مشہور مکتب فکر آستک وناستک اور اس سے متعلق فلسفہ ادب نیز مادہ، روح، نیک وبداعمال،

اور دنیا و آخرت کے بارے میں بحث ہے چھٹے و ساتویں باب میں بودھ مت اور جین مت کے نظریات و خیالات اور انکی تعلیمات پر روشنی ڈالی ہے۔ آٹھویں اور نویں باب میں مہابھارت اور بھگوت گیتا کے بارے میں مفصل معلومات فراہم کیں ہیں آخری باب میں ہندو فلسفہ کے چھ مشہور مکتب فکر مثلاً سانکیہ، یوگا، ویشیشکا، نیائے، اور ویدانتا پر سیر حاصل گفتگو کی ہے۔

فصل ہفتم

علم الطب

طب میں مسلمانوں نے بڑے قابلِ فخر کارنامے انجام دئے ہیں۔ اسلامی مفکرین اسلامی علوم کے ساتھ دیگر علوم میں بھی مہارت رکھتے تھے۔ جیسے یعقوب بن اسحاق کندی ابنِ سینا وغیرہ دیگر علوم کے ساتھ طب میں ماہر تھے۔ بیرونِ ہند اس موضوع پر جو کتابیں لکھی گئی ہیں ان میں ابنِ ماسویہ کی النوادر الطبیہ، علی بن سہل طبری کی منافع الاطعمہ۔ حنین بن اسحاق کی عشرہ مقالات فی العین، المدخل فی الطب۔ ثابت بن قرہ کی الذخیرہ فی الطب۔ اسحاق بن حنین کی الادویۃ المفردہ۔ اسحاق بن سلیمان کی الحمیات۔ ابوبکر رازی کی الحاوی فی الطب، کتاب الجدری الحصبہ۔ عیسیٰ بن یحییٰ جرجانی کی کتاب الماۃ فی الطب۔ ابنِ سینا کی القانون، کتاب الشفاء۔ علی بن اسحاق الکحال کی تذکرۃ الکحال۔ ابو القاسم الزہراوی کی التصریف لمن عجز عن التالیف۔ ابن البیطار کی جامع المفردات، الادویۃ الاغذیہ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔[1]

ہندوستان میں اس موضوع پر عربی میں زیادہ تر نصابی کتابیں یا مستند کتابوں کی شرحیں لکھی گئی ہیں۔ بوعلی سیناء کی القانون پر بہت سے ہندوستانی علماء نے شرحیں لکھی

---

[1] دیکھئے المنجد فی الاعلام مطبوعہ بیروت ۱۹۷۶ء ص ۶۵ م

ہیں ان میں حکیم علی گیلانی کی شرح القانون، اسحاق خاں بن اسماعیل خاں کی غایۃ المفہوم فی تدبیر المحموم، حکیم شفائی خاں کی شرحِ کلیاتِ قانون مشہور ہیں۔ ان کے علاوہ اس موضوع پر اہم کتابوں میں حکیم محمد شریف کی حاشیۃ النفیسی، الفوائد الشریفیہ۔ محمد ھاشم بن حکیم محمد احسن کی کشف الاشکالات۔ حکیم کاظم کی الجزء العملی من اکمل الصناعہ۔ حکیم علی شریف لکھنوی کی اسرار العلاج اور حکیم علوی خاں کی قرابادینِ علوی وغیرہ کے نام شامل ہیں۔[1]

ہندوستان کے مسلم عہد میں علمِ طب کی تعلیم درسی نصاب میں شامل تھی۔ اس لئے ہر عالم اس علم سے واقف ہوتا تھا۔ اس فن میں کمال حاصل کرنا دنیاوی عزت اور اخروی سرخ روئی کا ذریعہ سمجھا جاتا تھا۔ تذکرہ کی کتابوں میں اکثر عالموں کے نام کے ساتھ حکیم کا لفظ لگا ہوا ملتا ہے۔ اور اس سے مراد ''طبیب'' ہوتا ہے، انھیں حکیم اس لئے کہا جاتا تھا کہ یہ لوگ فقہ و اصولِ فقہ و دیگر علوم کے ساتھ طبؔ کے ماہر ہوتے تھے۔ ہندوستان کے دیگر علاقوں کی طرح روہیلکھنڈ کے عالموں کو بھی اس علم سے شغف تھا۔ روہیلکھنڈ میں طب کی بیشتر کتابیں فارسی میں لکھی گئی ہیں عربی میں بہت کم کتابیں ہیں۔ یہاں کے اطباء و حکماء کا جو طبی سرمایہ ملا ہے اسے درج کیا جارہا ہے۔

(۱) رسالہ فی الطب / درویش محمد (دیکھئے رامپور کیٹلاگ ۳۴۴/۵)

(۲) مباحث الاطباء / درویش محمد (دیکھئے رامپور کیٹلاگ ۳۴۴/۵)

(۳) رسالہ فی الادویۃ المرکبہ / درویش محمد (دیکھئے خدابخش ۱۶۸/۴)

(۴) رسالہ العجالۃ النافعہ / درویش محمد (دیکھئے آصفیہ ۹۲۸/۲)

---

[1] تفصیل کے لئے دیکھئے ڈاکٹر زبید احمد کی کتاب ''عربی ادبیات میں ہندوستان کا حصہ'' باب علم الطب، ڈاکٹر مسعود انور کی کتاب ''عربی ادب میں اودھ کا حصہ باب علم الطب''

(۵) الاوراق الرضیہ / رضی الدین بن محمد مرشد امروہوی (دیکھئے رامپور کیٹلاگ ۳۴۶/۵)

(۶) تقویم الاودر / عبداللہ رامپوری (دیکھئے رامپور فہرست مطبوعات عربی طب ۱۵)

(۷) ایقاظ النعسان / حکیم شفیق الرحمٰن رامپوری (دیکھئے رامپور فہرست مطبوعات عربی طب لوہارو ۱)

(۸) التحفۃ الحامدیہ فی الصناعۃ الحکلیبیہ / حکیم محمد اجمل خاں دہلوی (دیکھئے رامپور فہرست عربی طب ۱۰)

(۹) تدارک الخطاء / حکیم محمد اجمل خاں دہلوی (دیکھئے رامپور فہرست مطبوعات عربی طب ۱۰)

(۱۰) القول المرغوب فی الماء المشروب / حکیم محمد اجمل خاں دہلوی (دیکھئے رامپور فہرست مطبوعات عربی طب ۳۹)

(۱۱) مقدمۃ اللغات الطبیہ / حکیم محمد اجمل خاں دہلوی (دیکھئے رامپور فہرست مطبوعات عربی طب ۵۲)

(۱۲) الوجیزہ / حکیم محمد اجمل خاں دہلوی (دیکھئے رامپور فہرست مطبوعات عربی طب ۵۶)

(۱۳) الساعاتیہ / حکیم محمد اجمل خاں دہلوی (دیکھئے رامپور فہرست مطبوعات عربی طب ۱۰)

(۱۴) حاشیہ شرح اسباب بحث السرسام / حکیم محمد اجمل خاں دہلوی (دیکھئے رامپور فہرست کتب عربیہ مطبوعہ ۱۹۲۸ ص ۱۱۱)

(۱۵) حاشیۃ النفیسی / حکیم علی حسین خاں (دیکھئے تذکرہ کاملان رامپور ص ..)

آگے بعض کتابوں کی تفصیل دی جارہی ہے۔

(۱) رسالہ فی الطب / درویش احمد

رضا لائبریری میں ایک قلمی نسخہ موجود ہے جس کی کیفیت یوں ہے ورق ۱۱۳، سطر ۱۹، سائز ۲۹.۳×۱۷.۷ خط نستعلیق، زمانہ کتابت: تیرھویں صدی ہجری ناقص الاخر۔

یہ کتاب ایک مقدمہ چھ حدیقہ (باب) اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے حدیقہ پانچ میں بیسویں دوحہ (فصل) پر کتاب ختم ہوگئی ہے۔

مقدمہ سے قبل تمہیدی کلمات ہیں جس میں مصنف اور کتاب کے سلسلے میں

معلومات ملتی ہے عربی عبارت یوں ہے .... بسم الله الحمد لله الذی خلق للداء دواءً و للعلة شفاء و الصلوة علیٰ رسوله محمد.... " فیقول العبد المذنب درویش محمد ابن الشیخ الفاضل العارف حافظ عالم خاں المعروف بمولانا نجم الله الصدیقی المهیمی " ان هذه عجالة نافعة للطبیب اللبیب و جعلت هذه البضاعة المزجاة هدیة مرسلة الیٰ حضرة الحرمین الشریفین ...لیکون وسیلة للمغفرة و ذریعةً للبرکة نفع الله بها سائر الطلباء و المستعلین لدیٰ سیما للولد الاغر اسد علی و الاخی المعنوی محمد نذیر الخیرآبادی و رتبها علی مقدمة و حدائق و خاتمة۔ اللهم دلنا علیٰ حقیقة الداء و الهمنا دواء الشفاء و احفظنا من الخطاء فانك عالم الجهر و الخفاء یا ذا الجود و العطاء، بحق و ننزل من القرآن ما هو شفاء و بحق محمد و آله العباد '' مقدمہ میں طب اوراس کے اقسام کی تعریف ہے مثلاً لکھتے ہیں علم الطب وہ علم ہے جس سے انسانی بدن کے حالات، مرض اوراس کی صحت کی تدبیر کے بارے میں جانا جائے اس کی دوقسمیں ہیں '' نظری، عملی، اسی طرح آگے لکھتے ہیں حدایق چھ ہیں اور حدیقہ اولیٰ چار دوحات پر مشتمل ہے۔ اورالدوحۃ الاولیٰ سات الواح پر مشتمل ہے دوحہ ثانیہ جو کہ بدن الانسان کے احوال پر ہے وہ چھ الواح پر مشتمل ہے۔ اس طرح وہ ہر دوحہ اوراس کے الواح پر بحث کرتے گئے ہیں۔ حدیقہ ثانیہ ادویہ اغذیہ کی بحث پر مشتمل ہے۔ اس کے دو دوحہ ہیں اس میں دوسرے دوحہ کے تیسرے لوح میں ادویہ اوراس کے اوزان پر گفتگو کی ہے اور تقریباً ۲۵ ورق پر مشتمل ایک جدول شامل کیا گیا ہے اس حصہ کا عنوان ہے "الباب الثانی فی اسمائها و

الامور المتعلقة بها تشتمل علی ثمانیه و عشرین جد و لاّ "

(۲) مباحث الاطباء/ درویش محمد

درویش محمد کا ایک دوسرا رسالہ رضا لائبریری میں محفوظ ہے جس کی تفصیل یوں ہے ورق ۸، سطر ۱۹، سائز ۱۸×۲۷، خط نستعلیق زمانہ کتابت تیرھویں صدی ہجری مکمل کتاب کرم خوردہ ہے جگہ جگہ سے الفاظ ضائع ہو گئے ہیں لیکن کتاب Laminated ہے جس سے کتاب کی حالت اچھی ہو گئی ہے کتاب میں مصنف نے علمِ طب سے متعلق ۲۰ سوالات لکھے ہیں اور ماہرینِ علم سے اس کے صحیح جواب دینے کا مطالبہ کرتے ہوئے دو شرطیں رکھی ہیں ایک یہ کہ اسکا جواب ایک مجلس میں دیا جائے مجلس برخواست ہونے کے بعد کا جواب قابلِ قبول نہیں ہوگا، دوسرے یہ کہ اس ترتیب سے جوابات دیے جائیں جس ترتیب سے سوالات قایم کئے گئے ہیں۔ کتاب کی تصنیف کے بارے میں مصنف ابتداء میں لکھتے ہیں کہ جاہل طبیب شرفاء کی محفل میں جانے جاتے ہیں اور ان سے قریب رہنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن انھیں اس علم کے بارے میں کچھ پتہ نہیں ہے چنانچہ یہ سوالات میں نے ان کا امتحان لینے کی غرض سے تحریر کئے ہیں۔

کتاب کی ابتداء یوں ہے.. "الحمد لله الملهم للصدق و الصلوٰة ...اما بعد فیقول العبد الضعیف النحیف الملتجی الیٰ لطف اللطیف درویش محمد لمّا رایت ادعاء بعض جهال الاطباء شایعاً فی مجالس الاغنیاء لیحصلوا التقرب عند هم و یکونوا ممتازین فی اعینهم و لا یعلمون ان الکبر لا یبقیٰ مستوراً فی العلوم محدوث :: تحیرت فیها الخ"

سوالات کی فہرست یوں ہے

البحث الاول فی تعریف الطب ،

البحث الثانی فی موضوعات الطب ،

البحث الثالث و الرابع۔(ایک ورق ضائع ہونے کی وجہ سے موجودنہیں ہے)

البحث الخامس فی المزاج

البحث السادس فی الاخلاط

البحث السابع فی الاعضاء

البحث الثامن فی الارواح

البحث التاسع فی القوی

البحث العاشر الافعال

البحث الحادی عشر فی احوال بدن الانسان

البحث الثانی عشر فی الاسباب

البحث الثالث عشر فی العلامات

البحث الرابع عشر فی الطب العملی

البحث الخامس عشرفی الادویة المرده

البحث السادس عشر فی الادویة المرکبه

البحث السابع عشر فی الامراض المخصوصه

البحث الثامن عشر فی الحمیات

البحث التاسع عشر فی الحارین

البحث العشرون فی الاسولة التصرفیة

خاتمہ کتاب۔

تمت هذه المباحث بعون الله و حسن توفیقه جمعنا لتصریح قلوب الاذکیاء، و تنشیه مجالس الطلباء و تقسیم الاکاوین و الاغنیاء و تحزین من له ادعاء و عادة الزام الضعفاء و تاریخ اتمام هذه الرسالة المسماة لمباحث الاطباء هذا لمن له ادعاء للتحقیق قلة بیان جوابه یلیق ۱۲۱۹ھ تمت تمام شد

(۳) رسالۃ فی الادویۃ المرکبہ / درویش محمد۔

اس کتاب کا ایک قلمی نسخہ خدا بخش لائبریری پٹنہ میں موجود ہے یہ رسالہ ۱۳، ورق پر مشتمل ہے اور اس کی ابتداء یوں ہے قال العبد الضعیف.... " اسد علی ان هذه فوائد عجیبه و قواعد غریبه و نسخ مجربه لطیفه و تراکیب مضربه شریفه من معمولات النحریر المدقق والدی و استادی الشیخ درویش محمد ...قال رحمه الله هذه الرسالة فی الادویة المرکبة و ما یتوقف علیها"۔

یہ کتاب چھ فصلوں پر مشتمل ہے جس کی فہرست درج ذیل ہے

(۱) الفصل الاول فی امور یجب استحضارها قبل المداوات

(۲) الفصل الثالث فی تصرفات الطبیب عند المداواة و المعالجة

(٤) الفصل الرابع فی قوانین اوزان الادویه

(٥) الفصل الخامس فی قانون معرفة درجة الدواء المرکب

(٦) الفصل السادس فی تعداد الادویة المرکبه

(۴) الاوراق الرضیہ/ رضی الدین محمد مرشدامروہوی (م ۱۸۱۸ء)۔

فن طب میں الاوراق الرضیہ نام کا ایک مخطوطہ رضالائبریری میں موجود ہے جس کی تفصیل یوں ہے۔ ورق ۱۳۴، سطر ۱۳، سائز ۱۵.۸×۲۰ سینٹی میٹر خطِ نسخ زمانہ کتابت ۱۳۹۸/ ۱۸۱۸، کاتب کلبِ علی بریلوی۔

جنسیات کے موضوع پر ایک اہم کتاب ہے اس کتاب میں مصنف نے جماع، اس کے اقسام اور اسکے طریقے، تدبیر حمل و مانع حمل، بانجھ پن، اور دیگر جنسی مسائل سے متعلق زنانہ و مردانہ امراض اور ان کے علاج پر روشنی ڈالی ہے اور اس ضمن میں متقدمین اطباء و حکماء کے اقوال و مجربات کو بطور دلیل پیش کیا ہے۔

کتاب کی ابتداء میں حمد و صلوۃ کے بعد وجہِ تصنیف کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے

اما بعد،.... "فیقولُ العبد الضعیف الراجی الیٰ ربه القوی الکریم المخبر باحسن الدین رضی الدین بن قوام الدین متطبب کان من اهل بیت مشهورین بهذه الصناعه فا لعلم با لفرق بین الجماع و التولید و غیره ضروری و من ثمّ اردت ان اجمع اقوالاً و اکتب اوراقاً من کلام المتقدمین و المتأخرین فی هذا لامر الاعلیٰ و سمیتها باوراق الرضیه و الرسالة الجماعیه مشتملةً علی نکات جمیله و فوائد حسنه"

خاتمہ کتاب:..... "قد فرغت من تسوید هذه الرسالة النادرة العجیبة بعون الله الملك ا لجلیل العبد الذلیل کلبِ حسین بن محمد

جعفر البریلوی الاثنا عشری فی غایة التعجیل فی التاریخ الثانی و

لعشرین من شهر ربیع الاولیٰ یوم الثلثاء سنة الف و مأتین و

ثمانیة و تسعین من الهجرة المقدسه،

شعر:

و یبقی الخط فی القرطاس دهراً　　　و کاتبها رمیم فی التراب

(تمت)

فصل ہشتم

علم الحساب والھندسہ

اسلام کا ابتدائی دور جب کہ مسلمانوں کی علمی، تحقیقی اور ذہنی ترقی بامِ عروج پر تھی علوم وسائنس کے میدان میں انھوں نے بیشمار کارنامے انجام دئے۔ اور ایسی ایسی ایجادات کیں کہ انھیں دیکھ کر دوسری قومیں دنگ رہ گئیں۔ مشہور مورخ ایچ جی ویلز نے لکھا ہے کہ ''اسلامی تمدن مغربی تمدن کا پیشرو ہے بصرہ، کوفہ، قاہرہ، بغداد، اور قرطبہ کی یونیورسٹی علم و حکمت کا مرکز تھیں اور تمام جہاں میں نور پھیلا رہی تھیں'' ترقی کے اس زرّیں عہد میں مسلم مفکرین نے بیشمار کتابیں تصنیف کیں تھیں جن سے آج کے دور میں مسلمان سے زیادہ غیر مسلم قومیں فائدہ اٹھا رہی ہیں۔

اس میدان میں مسلمانوں نے جو علمی کارنامے یادگار چھوڑے ہیں ان میں سے جابر بن حیّان کی اسرار الکیمیاء۔ محمد بن موسیٰ خوارزمی کی الجبر و المقابلہ۔ ابو معشر بلخی کی المدخل الیٰ علوم النجوم۔ ابوحنیفہ الدینوری کی کتاب النباتات۔ ابن الطیب السرخسی کی المدخل الیٰ صناعۃ النجوم۔ موسیٰ بن شاکر کی ریاضیات، حیل، ھندسہ وغیرہ۔ البوزجانی کی الزیج الواضح۔ خوارزمی کی مفاتیح العلوم۔ الکرخی کی الفخری فی الجبر و المقابلہ۔ ابنِ ہیثم کی رسالہ فی الضوء۔ الخازنی کی میزان الحکمۃ۔ نصیر الدین طوسی کی سید مرصد مراغہ، شکل القطاع

وغیرہ کے نام قابلِ ذکر ہیں۔[1]

دھیرے دھیرے ان علوم سے مسلمانوں کی توجہ کم ہوتی گئی اور وہ تنزلی کے شکار ہوتے چلے گئے۔ ایسی حالت میں طبع زاد کتابیں لکھنا تو کجا ان کتابوں کی شرحیں تک نہ لکھ سکے اور جب عرب ممالک میں بھی ان موضوعات پر کچھ زیادہ کام نہ ہوسکا تو ہندوستان میں کیسے توقع کیجا سکتی ہے۔ تاہم آخری دور میں ایران میں بہاء الدین محمد بن حسین آملی (م ۱۶۲۰ء) جیسے ریاضی داں پیدا ہوئے جنھوں نے علمِ حساب میں خلاصۃ الحساب کے نام سے اہم کتاب تصنیف کی اس کی ایک شرح عصمۃ اللہ سہارنپوری (م ۱۶۷۹ء) نے انوار خلاصۃ الحساب کے نام سے اور ایک دوسری شرح لطف اللہ مہندس نے شرح خلاصۃ الحساب کے نام سے لکھی ہے۔

علم الہیئۃ میں عربی میں دو کتابیں بہت مشہور ہیں ایک تو محمود بن محمد الجغمنی الخوارزمی کی تصنیف الملخص فی الہیئۃ البسیطہ جو عام طور سے چغمینی کے نام سے مشہور ہے، اور دوسری خلاصۃ الحساب کے مصنف بہاء الدین آملی کی تشریح الافلاک ہے۔ چغمینی کی شرح موسیٰ بن قاضی زادہ نے لکھی ہے جو شرحِ چغمینی سے معروف ہے اور تشریح الافلاک کی شرح لطف اللہ مہندس کے لڑکے امام الدین نے لکھی ہے جو التشریح فی شرح تشریح الافلاک کے نام سے جانی جاتی ہے، اس کے علاوہ امام الدین نے شرحِ چغمینی پر حاشیہ بھی تحریر کیا ہے۔ اس فن پر ایک دوسری اہم کتاب معتمد خاں بن رستم کی کتاب المقائیس ہے۔

روہیلکھنڈ کے عالموں کی اس فن پر مندرجہ ذیل کتابیں ملی ہیں:

(۱) العجاب، منولال فلسفی (دیکھئے رامپور کیٹلاگ ۵/۳۴۶)

---

[1] دیکھئے المنجد فی الاعلام مطبوعہ بیروت ۱۹۷۶ء ص ۲۶۶

(۲) رسالہ فی الحساب / منولال فلسفی (دیکھئے رامپور کیٹلاگ ۳۴۶/۵)

(۳) القسطاس / کندن لال اشکی بن منولال فلسفی (دیکھئے زبید ص ۳۸۲)

(۳) مفید البصیرہ فی نسبۃ سبع العشیرہ / مفتی سعد اللہ (دیکھئے رامپور فہرست مطبوعات عربی ہیئت ۱۱)

(۴) التحفۃ الحقیرہ فی مسئلۃ سبع عرض عشیرہ / محمد اسعد اللہ رامپوری (دیکھئے رامپور فہرست مطبوعات عربی ہیئت ۳۱)

نیچے منولال فلسفی کی کتابوں کا تعارف دیا جارہا ہے۔

(۱) العجاب / منولال فلسفی بن سدانند آسی (م ۱۸۳۲)۔

العجاب کا ایک نہایت خوبصورت نسخہ رضا لائبریری میں موجود ہے جس کی تفصیل یوں ہے۔ ورق ۶۹، سطر ۱۳، سائز ۱۵×۱۴، خط خوبصورت نسخ، کاغذ کشمیری باریک، زمانہ کتابت تیرھویں صدی ھجری، رنگین جدول باریکی کے ساتھ مطلا و مذھب لوح ہے۔ نسخہ کا شمار رضا لائبریری کے نادر نسخوں میں ہوتا ہے۔

العجاب علم الحساب پر ایک بیمثال کتاب ہے ابتدائی کلمات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب انھوں نے اپنے بھائی سوہن لال اور اپنے لڑکے کندن لال المتخلص بہ اشکی کے لئے اور اس فن کے سیکھنے والے تمام طالب علموں کے فائدے کے لئے تحریر کی ہے ان کلمات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے علم النجوم پر بھی کتاب لکھی تھی۔

ابتداء کتاب یوں ہے: بسم اللہ "الحمد لله الهمنا علم العدد و الحساب .. اما بعد فيقول الفلسفی الفقير الی رحمة الله الغنی لما فرغت عن تسويد سديد الاستخراج و كتبت استعلام مواقع النجوم بعمل الحساب فی سنة الغريب التمسوا بعض المستغلين الی انهم كا لاخوان و الابناء ان احرر لهم رسالةً مشتملةً علی لباب الالباب و عجب العجاب معرضاً عن الاطناب مرشداً الی الصواب فشرعت فيه مع قلة بضاعتی

و قصور باعتی متوکلاً الی الله الذی هو نعم المعین و عمّهم الصدق و الیقین شاملاً ان ینفع بها جمیع الطلاب و بطفیلهم الاخی المحرمی با لکمال سوهن لال و قرة عین السعادة و الاقبال کندن لال المتلخص بالاشکی طال الله عمرهما''

آگے لکھتے ہیں... '' فرتبته علیٰ مقدمة و ثلاثة مقالات مشتملاً علیٰ ابواب و سمیتها با لعجاب مستعیناً برب الاربا ب ''

منولال نے علم الحساب کی تعریف یوں کی ہے خاص اصول و ضابطہ کی مدد سے معلوم عدد میں سے مجہول عدد کے نکالنے کے طریقے کے علم کو علم الحساب کہتے ہیں۔

علم الحساب کی تین قسمیں ہیں علم الجمیع والتفریق، علم المساحہ اور علم الجبر والمقابلہ۔

پہلا مقالہ جمع وتفریق سے متعلق ہے جس میں انھوں نے جوڑ، ضرب، گھٹانا اور تقسیم پر بحث کی ہے اور مختلف طریقوں اور مثالوں کی مدد سے اسے سمجھایا ہے۔ مثالوں کے لئے جگہ جگہ نقشے اور فارمولے بنانے کے لئے خالی جگہیں چھوڑی گئی تھیں لیکن اسے مکمل نہیں کیا جا سکا۔

خاتمہ یوں ہے۔

فی اتمام المرام ان مسست کثرة الامثلة فلیرجع الیٰ کتب المطولة من عیون الحساب ومفتاح الحساب وغیره و انا ترکناه مخالفة للاطناب و حولناها الیٰ اذهان اولی الالباب''

(۲) رسالہ فی علم الحساب۔/ منولال فلسفی۔

علم الحساب پر ایک اور رسالہ رضا لائبریری میں موجود ہے جس کی تفصیل یوں

ہے۔ ورق ۳۶، سطر ۱۳، سائز ۱۰×۱۴، خط نسخ، زمانہ کتابت تیرھویں صدی ہجری، رنگین جدول و باریک، مطلا و مذھب لوح ۔ یہ نسخہ لائبریری کے نادر نسخوں میں شمار ہوتا ہے رسالے میں کہیں مصنف کا نام نہیں ہے لیکن کاغذ اندازِ کتابت سائز اور دیگر خصوصیات منو لال فلسفی کے رسالہ العجاب کی طرح ہیں اسی لئے غالب گمان یہی ہے کہ یہ رسالہ بھی العجاب کا حصہ ہے اور منولال فلسفی کا لکھا ہوا ہے رسالہ کی ابتداء یوں ہے **بسم الله هذه رسالة فی علم الحساب محتوية على خمسة ابواب ۔ الباب الاول فی العکس و التحلیل ۔ الباب الثانی فی الاربعة المناسبة ، الباب الثالث فی الخطائن ، الباب الرابع فی الجبر و المقابلة ۔ الباب الخامس فی المساحة۔**

اس رسالہ میں بھی اکثر صفحوں پر مثالوں کے لئے خالی جگہیں چھوڑی گئی ہیں۔ جس میں کچھ نقشے اور شکلیں بنائی جانی تھیں لیکن یہ کام مکمل نہیں ہوسکا مثلاً ورق ۳ پر اس عبارت **امثال للمسطح نصف احدهما فی صف الآخر شکله هکذا..** کے بعد جگہ خالی ہے پھر اس کے بعد دو سطر کی جگہ چھوڑ کر اگلی سطر شروع ہوئی ہے۔ اس طرح کی متعدد مثالیں دیکھی جاسکتی ہیں۔

آخری باب مساحت میں مسافت کی ایک مثال پر کتاب ختم ہوجاتی ہے حساب سمجھانے کا طریقہ سوال و جواب کی صورت میں ہے۔ خاتمہ کتاب یوں ہے سوال.. "**سافر زید قاطعاً مسافة فرسخ فی کل اربعة ایام فسافر عمر ثمانية ایام الیٰ**

تـلك السـمت قاطعاً مسافته فرسخ فی کل یوم .ففی کم من الایام وعلیٰ
کم من الفرسخ یتلاقیان؟۔

الجواب فـرضـنـا ایام سفر عمر الیٰ حین الملاقات،.. وهو ایام
سـفـر عـمـر فـایام زید عشرة و ثلثان .و یتلاقیان علیٰ منتهی الثلث ،
الثانی من الفرسخ الثالث فا فهم سوال''

فصل نہم

لغت صرف ونحواور عروض وبلاغت

عربی کا مقولہ ہے ''النحو فی الکلام کالملح فی الطعام'' عربی زبان وادب سے واقفیت کے لئے صرف ونحو کا جاننا بہت ضروری ہے۔ عربی عربوں کی مادری زبان تھی اس لئے عہدِ جاہلیت اور صدرِ اسلام میں کوئی نحوی قاعدہ مرتب نہ تھا لیکن جب اسلام پھیلا اور عربی زبان ایران وروم ودیگر غیر عرب اقوام میں پہنچی تو زبان وبیان کی غلطیاں ہونے لگیں پھر نحوی قواعد مرتب کرنے کی ضرورت پڑی نحوی قاعدہ مرتب کرنے والوں میں میں سب سے پہلا نام حضرت علی اور ان کے شاگرد ابوالاسود دولی کا ہے۔ اس کے بعد خلیل بن احمد، سیبویہ، کسائی، فرّاء وغیرہ جیسے نحوی پیدا ہوئے اور اس فن نے اس قدر ترقی کی کہ کوفہ وبصرہ اس کے مشہور مرکز بن گئے۔

بیرونِ ہند اس فن میں لکھی گئی کتابوں میں سیبویہ کی ''الکتاب'' زمخشری کی المفصّل۔ ابنِ حاجب کی الکافیہ۔ بیضاوی کی لباب الالباب۔ علامہ ابنِ ھشام کی اوضح المسالک اور مغنی اللبیب وغیرہ مشہور ہیں۔

ہندوستان میں بیشتر نصابی کتابیں یا مستند کتابوں کی شرحیں لکھی گئیں ہیں ان میں شہاب الدین دولت آبادی کی الشرح الھندی لشرح الکافیہ رشاد النحو۔ عبدالحکیم سیالکوٹی کی الحاشیہ علیٰ حاشیۃ عبدالغفور علیٰ شرحِ الجامی قابلِ ذکر ہیں۔ علمِ لغت میں رضی الدین صغانی کی

العباب، کتاب الاضداد، کتاب الذئب۔ مجد الدین فیروز آبادی کی قاموس۔ سید مرتضیٰ زبیدی کی تاج العروس۔ عبدالرحیم صفی پوری کی منتہی الارب وغیرہ اہم ہیں۔

علماءِ روہیلکھنڈ کی تصنیفات:

(۱)ھدایۃ الصرف رملا بحر العلوم (دیکھئے مسعود انور ص۲۱۲)

(۲)تصریفات مصطلحات النحو رعنبر شاہ خاں عنبر (دیکھئے رامپور کیٹلاگ عربی نحو..)

(۳)افادۃ المبتدی رسید محبوب علی بن رستم علی (دیکھئے رامپور کیٹلاگ عربی نحو۵۰۰۴)

(۴)الرسالہ فی النحو رفضلِ حق خیر آبادی (دیکھئے مسعود انور ص۲۱۵)

(۵) کاشف الظلام عما یتعلق بالالف واللام رمفتی سعد اللہ (دیکھئے رامپور کیٹلاگ عربی ۵۰۰۷)

(۶)شرح الوافیہ رمفتی سعد اللہ (دیکھئے رامپور فہرست مطبوعات عربی عروض۱۴)

(۷) مجموعۃ الوافیہ فی العروض والکافیہ رمفتی سعد اللہ (رامپور فہرست مطبوعات عربی عروض۱۴)

(۸)القول المانوس فی صفات القاموس رمفتی سعد اللہ (رامپور فہرست مطبوعات عربی لغت ۷۳)

(۹)نور الایضاح فی اغلاط الصراح رمفتی سعد اللہ (دیکھئے مسعود انور ص۲۱۶)

(۱۰)الفوائد المتفرقہ مولوی قطب الحسن بریلوی (دیکھئے رامپور کیٹلاگ عربی صرف ۱۵۸۳)

(۱۱)تسہیل الکافیہ رعبد الحق خیر آبادی (دیکھئے رامپور فہرست مطبوعات عربی نحو۱۲۸)

(۱۲)شموس البراعہ فی شرح دروس البلاغہ رفضل حق رامپوری (رامپور فہرست مطبوعات عربی بلاغت ۱۳)

(۱۳)الاحاجی الحامدیہ رمحمد طیب عرب مکی (دیکھئے رامپور فہرست مطبوعات عربی...)

(۱۴)النحہ الاجملیہ فی الصلوٰۃ الفعلیہ رمحمد طیب عرب مکی (دیکھئے رامپور فہرست مطبوعات عربی نحو۱۱۸)

(۱۵) کتاب المقطوع والموصول رمولانا عرشی دیکھئے رامپور فہرست عربی اعراب القرآن ۴)

بعض کتابوں کی تفصیل پیش کی جارہی ہے۔

(۱) الاحاجی الحامدیہ/طیب عرب مکی۔

فن نحو میں ایک مختصر رسالہ ہے۔ مصنف نے اس میں عربی کی مشکل ترکیب کو بہت عمدہ طریقے سے حل کیا ہے اور عربی کے نادر الفاظ نہایت خوبی کیساتھ لکھے ہیں کتاب کی ابتداء یوں ہے۔

''الحمد لله رب العالمين العلم و العالم و ملهم النحو بنى آدم''

(۲) افادۃ المبتدی/مولانا محبوب علی بن مولوی رستم علی رامپوری۔

یہ مختصر رسالہ ضروری نحوی قواعد کے سلسلے میں ہے۔اس رسالہ کا ایک قلمی نسخہ رضا لائبریری میں موجود ہے۔نسخہ کی تفصیل یوں ہے ورق ۲۰۔سطر ۱۳، سائز ۱۲×۱۸ سینٹی میٹر، خط نسخ، زمانہ کتابت ۱۲۵۸، کاتب سلطان حسین دسنوی۔

(۳) تسہیل الکافیہ/عبدالحق خیرآبادی۔

۱۲۸ صفحات کی کتاب ہے یہ کتاب دراصل کتاب شریفیہ شرح کافیہ فارسی کا عربی ترجمہ ہے۔سید شریف نے کافیہ کی جو فارسی شرح لکھی ہے عبدالحق نے اسے بلاکم وکاست عربی میں ترجمہ کردیا ہے یہ کتاب طلباء کے لئے نہایت مفید ہے۔سنہ ۱۳۲۴ھ میں مطبع مجتبائی دہلی سے شائع ہوئی ہے ۱۲۸ صفحات پر مشتمل ہے۔

(۴) کاشف الظلام عما یتعلق بالالف واللام/مفتی سعداللہ مرادآبادی رامپوری

اس کتاب کا قلمی نسخہ رضا لائبریری میں موجود ہے جس کی تفصیل یوں ہے۔

ورق ۱۳، سائز ۱۰×۱۲، سطر ۱۳، خطِ نسخ و نستعلیق، زمانہ کتابت چودھویں صدی ھجری، کاتب مولوی عبدالعزیز راجکوٹی۔ یہ ایک مختصر رسالہ ہے جس میں مصنف نے ال حرفِ تعریف پر بحث کی ہے اور اس سے متعلق جتنے ضروری امور ہیں نہایت تفصیل سے بیان کئے ہیں۔ رسالہ پانچ فصلوں میں منقسم ہے آغازِ کتاب ''ان اجل ما یترشح به صدر الکلام''۔ خاتمہ کلام: الحمد لله خالق البریه و علیٰ رسوله و آله الصلوة والتحیه، ثم کاشف الظلام''

فصل دہم

تاریخ وتذکرہ

عربی زبان میں اس موضوع پر کثیر سرمایہ ہے لیکن ہندوستان میں بیشتر تاریخیں فارسی میں لکھی گئی ہیں اسلام کی ابتدائی صدیوں میں جب عربی زبان کا چلن تھا تو ایران، ترکستان اور افغانستان میں بھی دینی وفلسفیانہ موضوعات پر عربی کتابیں تو لکھی جاتی تھیں لیکن تاریخ وتذکرہ میں عربی کے مقابلہ میں فارسی میں زیادہ کام ہوتا تھا۔ کیونکہ فارسی حکومت اور عوام کی زبان ہوتی تھی۔ تاہم ہندوستان میں اس موضوع پر جو بھی کتابیں لکھی گئیں ہیں ان میں سے چند اہم کتابوں کے نام یہاں درج کئے جا رہے ہیں۔

(۱) تحفۃ المجاہدین از شیخ زین الدین بن عبدالعزیز مالاباری یہ کتاب مالابار میں پرتگالیوں کی آمد ۱۴۹۸ء سے ۱۵۸۱ء تک کے حالات پر مشتمل ہے۔

(۲) الاعلام باعلام بیت اللہ الحرام از قطب الدین محمد بن علاء الدین احمد نھر والی۔ یہ کتاب مکہ معظمہ کی تاریخ ہے۔

(۳) ظفر الوالہ لمظفر والہ از عبداللہ محمد بن عمر النہر والی مشہور بہ حاجی زبیر۔ اس کتاب کے دو حصّے ہیں ایک حصّے میں ۱۳۹۶ء سے ۱۵۷۲ء تک کے گجرات کے مظفری سلاطین کی تاریخ ہے دوسرے حصّے میں بارھویں صدی سے سولہویں صدی تک کے شمالی ہند کے مسلم حکمرانوں کی تاریخ ہے۔

(۴) النور السافر عن اخبار القرن القرن العاشر از محی الدین عبد القادر العیدروس احمد آبادی۔ یہ کتاب دسویں صدی ہجری میں پیش آنے والے واقعات کے تذکرے پر مشتمل ہے۔

(۵) السیرۃ المحمدیہ از کرامت علی بن فاضل محمد عبادت علی۔ سیرت پر۔

(٦) الدرجات الرفیعہ فی الطبقات الامامیہ من الشیعہ از سید علی صدر الدین بن احمد نظام بن معصوم۔ اس کتاب میں آغازِ اسلام سے گیارھویں صدی ہجری تک کے شیعی مذہب کے اہم لوگوں کا تذکرہ ہے۔

(۷) سبحۃ المرجان فی آثارِ ہندوستان از سید غلام علی آزاد بلگرامی۔ یہ ہندوستان کے علماء وفضلاء کا تذکرہ ہے۔

(۸) نزھۃ الخواطر و بہجۃ المسامع والنواظر، از سید عبد الحی ہندوستانی علماء کے تذکرہ پر سب سے جامع اور اہم کتاب ہے۔ اس میں پہلی صدی سے سے چودھویں صدی تک کے ہندوستانی علماء وفضلاء کا تذکرہ ہے۔

اس موضوع پر علماءِ روہیلکھنڈ کی علمی کاوش کی فہرست پیشِ خدمت ہے:

(۱) رسالہ فی تحقیق اجتماع الحسن البصری/ احمد علی بن مرزا جان (دیکھیے رامپور کیٹلاگ عربی ۱۹٦/٦)

(۲) الشجرۃ الچشتیہ الصابریہ/ جمال الدین بن کفایت علی رامپوری
(دیکھیے رامپور کیٹلاگ عربی ۲۳۸/۵)

(۳) الشجرۃ النقشبندیہ/ شاہ نیاز بریلوی (دیکھیے رامپور کیٹلاگ عربی ۲۳۸/۵)

(۴) الشجرۃ النظامیہ/ شاہ نیاز بریلوی (دیکھیے رامپور کیٹلاگ عربی ۲۳۸/۵)

(۵) الحجۃ البالغہ/ عالم علی بن کفایت علی (دیکھیے رامپور کیٹلاگ عربی ۴۸/۵)

(٦) الرسالۃ الغدریہ/ فضل حق خیر آبادی (دیکھیے رامپور کیٹلاگ عربی ۱۱۰/٦)

(۷) تبصرۃ الدرایہ فی مقدمۃ الہدایہ/ ملا حسن (دیکھیے رامپور فہرست مطبوعات عربی تذکرہ فقہا ۱۳)

(۸) مقالۃ الامام الثوری وکتابہ فی التفسیر/ امتیاز علی عرشی (دیکھئے رامپور فہرست عربی اسماء رجال ۲۲)

آگے دو اہم کتابوں کا تفصیلی تعارف پیش کیا جا رہا ہے۔

(۱) الرسالۃ الغدریہ (الثورۃ الهندیہ) فضل حق خیر آبادی (م ۱۲۷۸ھ/ ۱۸۶۱ء؟)۔

مولانا فضلِ حق خیر آبادی نے یہ رسالہ جزیرہ انڈمان نکوبار میں اسیری کی حالت میں لکھا تھا۔ انقلاب ۱۸۵۷ء کے المناک حادثات انگریزی حکومت کے مذموم عزائم اور اپنی تباہی و بربادی کا ذکر مخصوص انداز میں کیا ہے یہ کتاب جہاں جنگِ آزادی کے دردانگیز تاریخی واقعات مجاہدین کی جلاوطنی حبسِ دوام مردوں عورتوں اور بچوں کے قتلِ عام انگریزی مظالم کی دل ہلا دینے والی داستان ہے وہیں مولانا کی عربی دانی اور عربی نثر نگاری میں انکی مہارت اور فصاحت و بلاغت کی بھی نمائندگی کرتی ہیں۔

یہ رسالہ علامہ فضلِ حق خیر آبادی نے مفتی عنایت اللہ کاکوروی کے ذریعے ۱۲۷۷ھ ۱۸۶۰ء میں اپنے صاحبزادے عبدالحق خیرآبادی کے پاس مختلف کاغذ کے پرزوں اور کپڑوں پر کوئلہ وغیرہ سے لکھ کر بھیجا تھا۔ اس رسالہ میں انکا مشہور قصیدہ فتنۃ الهندیہ بھی شامل تھا۔ مولانا عبدالحق خیرآبادی نے بڑی محنت و کاوش کیساتھ اسے مرتب کیا اور اس کی نقلیں تیار کرائیں۔ یہ نسخہ خاص خاص لوگوں کے پاس محفوظ تھا لیکن اس کو عام کرنے کی کسی کو ہمت نہیں ہوئی جب حالات تبدیل ہوئے تو ۱۹۴۶ء میں مولانا عبدالسلام خاں شیروانی نے اسے مختلف نسخوں سے مرتب کیا اور اس کا اردو ترجمہ مولانا ابوالکلام آزاد کے پیشِ لفظ کے ساتھ مطبع اخبار بجنور سے ۱۹۴۷ء میں شائع کیا اور اس کا نام باغی ہندوستان رکھا رضا لائبریری میں کتاب کے دو قلمی نسخے ہیں نسخہ اول ۴۴، ورق کا ہے خطِ معمولی نستعلیق ہے نسخہ کی آخر میں درج ہے۔.. "نقلِ ثانی از مسودہ حضرت مصنف مغفور و مرحوم"

دوسرا نسخہ پہلے نسخے کی نقل ہے اور عمدہ خطِ نسخ میں ہے آخر میں درج ہے کہ یہ نسخہ نقلِ ثالث ہے جسے حافظ احمد علی شوق کے حکم پر محمد عاشق رامپوری نے ۱۹۲۵ء میں کتابت کیا ہے۔

لائبریری کے نسخے میں رسالہ "الثورۃ الہندیہ" کیساتھ مزید تین قصائد شامل ہیں کتاب کی ابتداء یوں ہے "بسم الله الحمد لله عظيم الرجاء للانجاء من دون الارجاء..."

پہلے قصیدے کا مطلع یہ ہے۔

عودی فعودی مریضاً و ائد عادی

اشقی علی الحین حتی عادة العادی

دوسرے قصیدے کا مطلع۔

فوادی و شخص موثق معلق

ودفعی ونومی مطلق و مطلق

تیسرے قصیدے کا مطلع یہ ہے

لجواء له بجوانحی ایراء

جمد الدموع و ذائب الاحشاء

(۲) مقالۃ الامام الثوری وکتابہ فی التفسیر / مولانا امتیاز علی عرشی۔

عربی کا یہ رسالہ ۳۱ صفحات پر مشتمل ۱۳۵۸ء میں مطبع دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد دکن سے شائع ہوا ہے ۔

مولانا نے مقالہ میں سفیان ثوری کے حالاتِ زندگی پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔

ابتداء میں انھوں نے بتایا ہے کہ قرآن مجید کے الفاظ کی تشریح نبی اکرم ﷺ نے اکثر موقعوں پر کی ہے لیکن ابتدائی عہد کے لوگ اسے باضابطہ مدون نہیں کر سکے بعد میں جب تابعین کا دور آیا تو اس جانب توجہ دی گئی اور سب سے قدیم تفسیروں میں سے تفسیرِ ابی العالیہ رفیع بن مہران الریاحی (متوفی ۹۰ھ) کی ہے جسے انھوں نے ربیع بن انس سے روایت کی ہے اس کے علاوہ تفسیرِ مجاہد بن جبیر (م۱۰۱ھ) وتفسیر عطاء بن ابی رباح (م۱۱۴ھ) وتفسیر محمد بن کعب قرطبی (م۱۱۷ھ) وغیرہ ہے اس عہد کے مفسرین کو تین طبقوں میں تقسیم کیا جاتا ہے (۱) مکہ مکرمہ کے مفسرین (۲) کوفہ کے مفسرین (۳) مدینہ منورہ کے مفسرین۔ تابعین کے بعد تبعِ تابعین کا دور آتا ہے اس عہد کے مفسرین میں سفیان بن سعید ثوری کا نام شامل ہے۔ اس کے بعد انھوں نے امام سفیان ثوری کے حالاتِ زندگی کی تفصیل درج کی ہے اور جو عنوانات درجہ ذیل ہیں وہ اس طرح ہیں۔ نسبِ ثوری۔ بیتِ ثوری۔ ولادۃ الثوری۔ مشائخ الثوری۔ تلامذۃ الثوری۔ مرتبۃٔ فی الحدیث۔ رتبتہ فی الفقہ۔ عقیدتہ۔ زھد الثوری وورعہ۔ کسب الثوری لمعیشتہ۔، خروج الثوری من الکوفتہ۔، وورودہ فی مکہ۔ حبہ بامر المنصور۔ خروج ابی جعفر الی مکہ وامرہ بصلب الثوری۔ حضرۃ المھدی۔ الامر بطب الثوری۔ عند المھدی فی مکہ۔ ورودہ البصرہ۔ المراسلہ بینہ وبین الخلیفہ۔ تاریخ وفاتہ زواجہ۔ کتب الثوری۔ النسخۃ الرامفوریہ لتفسیر ثوری۔ کیفیۃ النسخۃ وکتبہا۔ عداد الروایات۔ لطائف التفسیر۔ اشاعۃ تفسیر الثوری۔

یہ مقالہ تفسیرِ سفیان ثوری کے ساتھ شائع ہونے سے قبل کا ہے اس مقالہ میں انھوں نے درخواست کی ہے کہ لائبریری کا نسخہ دنیا کا واحد نسخہ ہے لیکن اگر کسی کو اس کے علاوہ نسخہ ملے تو مجھے مطلع کریں تاکہ دو نسخوں کی مدد سے اس کتاب کی تصحیح کرنا میرے لئے آسان ہو جائے۔

فصل یاز دہم

شاعری

ہندوستان میں عربی کے کئی قابلِ ذکر شاعر ہوئے ہیں لیکن ظاہر ہے کہ یہاں نہ تو عربی شاعری کا ماحول تھا اور نہ ہی انھیں حکمرانوں کی سرپرستی حاصل رہی ہے اس لئے یہ شعراء اپنے کلام میں وہ بات پیدا نہیں کر سکے جو اھلِ زبان کے کلام کی خاصیت ہوتی ہے۔ اس کے بالمقابل فارسی شاعری جسے حکمرانوں کی سرپرستی حاصل رہی تھی اور فارسی گو شعراء کی درباروں میں قدر و منزلت تھی کیونکہ یہاں کی زبان فارسی تھی اور عوامی زبان ہونے کی وجہ سے اسے بہت زیادہ فروغ حاصل ہوا۔ لیکن اس عربی ماحول کے نہ ہونے کے باوجود ایسے شاعر پیدا ہوئے جن کی شاعری کا اعتراف عربوں نے بھی کیا ہے۔ ان میں سرِ فہرست غلام علی آزاد بلگرامی کا نام ہے۔ ہندوستان میں عربی گو شعراء میں سب سے پہلا نام مسعود سعد سلمان کا نام آتا ہے جو فارسی کے علاوہ عربی اور ہندی میں بھی شعر کہتے تھے ان کے بعد امیر خسرو ہیں جو فارسی کے سب سے بڑے شاعر ہیں انھوں نے عربی میں بھی شعر کہے ہیں ان کے علاوہ قابلِ ذکر عربی شعراء میں نصیر الدین چراغ دہلی، قاضی عبد المقتدر، احمد تھانیسری، شاہ احمد شریفی، سید عبد الجلیل بلگرامی، شاہ ولی اللہ اور ان کے والد شاہ عبد الرحیم اور بیٹے عبد العزیز و رفیع الدین نیز محمد باقر مدراسی کے نام شامل ہیں۔ روہیلکھنڈ کا ماحول بھی ہندوستان کے دیگر خطے جیسا تھا۔ یہاں بھی نہ تو عربی ماحول تھا نہ ہی حکمرانوں کی سرپرستی

حاصل تھی عربی زبان اسلامی مدارس میں پڑھائی ضرور جاتی تھی لیکن یہ صرف دینی علوم کے سیکھنے سکھانے کی حد تک۔ اسی لئے اس کا حلقہ صرف علماءِ کرام تک محدود تھا اور اسے عوامی زبان کا درجہ حاصل نہ تھا۔ لیکن ان سب کے باوجود اس چھوٹے سے علاقے میں متعدد عربی گوشعراء پیدا ہوئے ان میں سے بعض کے مجموعے بھی ہیں اور بعض کے کلام متفرق اوراق میں منتشر ہیں۔

روہیلکھنڈ کے عربی زبان کے شاعروں کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) غلام جیلانی رفعت رامپوری۔

(۲) شاہ نیاز احمد بن رحمۃ اللہ بریلوی۔

(۳) محمد ناصر خاں تخلص حشمت رامپوری۔

(۴) غلام حسین رامپوری۔

(۵) فیض احمد بدایونی۔

(۶) فضلِ حق خیرآبادی۔۔

(۷) عبدالعلی بن مفتی زبیر رامپوری۔

(۸) خلیل الرحمن بن محمد عرفان رامپوری

(۹) احمد خاں فاخر رامپوری۔

(۱۰) مولوی اسماعیل لندنی مرادآبادی۔

(۱۱) ظہور الحق بن ظہور الحسن۔

(۱۲) مولوی محمد اعجاز احمد بدایونی۔

(۱۳) محمد طیب عرب مکی رامپوری۔

(۱۴) احمد رضا خاں بریلوی۔

(۱۵) عبدالجبار خاں آصفی۔

(۱۶) حکیم محمد اجمل خاں۔

(۱۷) ابوالطیب یعقوب بخش راغب بدایونی۔

(۱۸) اعجاز علی امروہوی۔

رامپور رضا لائبریری میں درجِ ذیل عربی مجموعے موجود ہیں۔

(۱) قصیدہ غلام حسین۔

(۲) مجموعہ قصائد از فضلِ حق خیر آبادی

(۳) القصیدۃ المدحیہ از ظہور الحق بن ظہور الحسن

(۴) الہدیۃ القادریہ از فیض احمد بدایونی

(۱) غلام حسین

غلام حسین کے قصیدہ کا ایک قلمی نسخہ رضا لائبریری میں موجود ہے۔ یہ قصیدہ نواب احمد علی خاں (۱۷۹۴ء-۱۸۴۸ء) کی شان میں ہے یہ قصیدہ ۳۱، اشعار پر مشتمل ہے نسخہ کا سائز ۱۰×۲۵ سینٹی میٹر ہے نہایت خوشخط اور روشنائی کالی ہے ہر شعر کے نیچے سرخ روشنائی سے اردو ترجمہ ہے قصیدہ کی ابتداء قدیم طرز پر تشبیب سے ہوتی ہے معشوقہ کا نام سلمیٰ ہے اس کی ابتداء ملاحظہ ہو:

لسلمی بریق کشمس الضحی

لها حاجب بل جراز الردی

لها جبهة مثل بدر لمع

حشا عنه قلبی لجر الجویٰ

و عیناك للصب عین الرشا

و فوادك للخل سوء البلاء

تشبیب کے بعد نواب احمد علی خاں کی تعریف وتوصیف بیان کی ہے اس سلسلہ کے چند اشعار یوں ہیں

متی سلم الله و صدر الریاسة

علیٰ قوم افغان بحسن العطاء

فنادیٰ بنواب احمد علی خان صغیر

کبیر یا علی الندا ء

فبسط حسین یداً للدعاء

لینصب صوب العطاء با لدعاء

رعیٰ الله دهراً وا عطاء بخلا

بحق نبی وآل التقیٰ

محیط الکرم ان تفیض فی حقی

فلا ضیر للغیث نشو الکلاء

(۲) فیض احمد بدایونی۔

جنگِ آزادی کے مجاہد اور عربی و فارسی کے قادر الکلام شاعر نے شیخ عبد القادر جیلانی کی مدح میں ایک سو گیارہ اشعار کا قصیدہ کہا ہے یہ مجموعہ شائع ہو چکا ہے کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

فلا یفزعنك انواء و ساعات
ولا یهمك ایام و لیلات

ولا تظن النجم سعداً و نحساً
فانها لوجود الحق آیات

ولا تعلق بهجو الدهر و الشعر
فانما هی اوقات و آنات

و ناد شیخك و استشفع به عجلاً
ولا توخر ففی التاخیر آفات

(۳) مولانا فضلِ حق خیرآبادی۔

علم و منطق کے عالم، نعت و شعر گوئی میں اعلیٰ قابلیت تھی۔ انگریزوں سے بغاوت کے جرم میں ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کے موقع پر کالے پانی بھیج دیا گیا تھا اپنی جلاوطنی میں جو مصائب اٹھا رہے تھے اس پر بھی ایک نظم کہی ہے اس کے علاوہ مدحِ نبی اور کفار کی ہجو میں انکے اشعار ہیں۔ ان کے اشعار کی تعداد چار ہزار سے زیادہ ہے قصائد کے مجموعے رضا

لائبریری میں محفوظ ہیں ان کے کلام کا نمونہ پیش ہے۔

فوادی هائم و الدمع هامی
و سهدی دائم و الجفن دامی

فقلب ما فتی بجوی و لوع
و لوع فی اضطراب و اضطرام

(۴) مولانا عبدالعلی بن مفتی زبیر رامپوری۔

عربی علوم وفنون کے عالم، عربی واردو کے پرگوشاعر تھے، تخلص علی تھا۔ ایک موقع پر اپنے لڑکے عبدالغنی کو مخاطب کر کے یوں نصیحت کرتے ہیں۔

فاجهد بطاعته و اقصد بمرضيته
و اتبع ما عن القرآن مفهوم

استغفر لدنيا و صر سائلاً ابدا
و لا تقنط فانت مهد مرحوم

(۵) احمد خاں فاخر رامپوری۔

نسخہ سعیدی قلمی فارسی نمبر ۱۴۴۳، ورق ۲ پر نواب محمد سعید کی مدح میں عربی کی غزل ہے اس کے چند شعر ملاحظہ ہوں۔

عميم الخلق بالقلب السليم
سعيد العصر عن طبع الحليم

امیر ابن الامیرؔ ابن الامیر

یقوی الدین من عضد القویم

فمن نواب صاحب انملك الملك

مماثله بعدو بالعدیم

جواد عادل حسن شجاع

سخی شاکر النعم الکریم

فبرء الساعة حتی تری به

یحی کل نفس من سقیم

متین العقل فی الدین المعلی

قسیم المال بالطرق الرحیم

خبیر عادل سعد شریف

زرین الفکر بالعلم الحکیم

نقول لا نری فی الدهر شلك

شفیق الخلق عن وجودالعمیم

شــراب طــاهــر شــرب الــحبيــب
فــحــاســده ســقــى مــاء الــحــميــم

مــع الاولاد والاحــفــاد جــمــلة
فــنــعــفــو الــذنــب عــن فــا خــر اثــيــم

(۶) علامہ اسماعیل بن مفتی وجیہ الدین مرادآبادی۔

عربی زبان وادب کے مشہور عالم تھے۔کلام کانمونہ ملاحظہ ہو

لــحى الــلــه دهــراً قــد رمانى بغربــه
و طــول صــدود لاح لــى بــعد قــربــه

الــى الــلــه اشــكــو مــن زمان يجوز نى
هــو الــلــه مــولانا اليــه اليــه لشكوتى

اذا ســرنــا اســاء بــنــا غــدا
و الــقــى عــليــنــا شدة بعد شدة

(۷) مولانا ظہور الحق بن ظہور الحسن۔

مولانا ظہور الحق کے قصیدہ کا ایک قلمی نسخہ رضا لائبریری میں موجود ہے یہ قصیدہ نواب حامد علی خاں (۱۸۷۵ء-۱۹۳۱ء) کی مدح وستائش میں ہے یہ نسخہ ۹ ورق پر مشتمل ہے اس کا سائز ۱۶×۲۵ سینٹی میٹر ہے اس میں تین قصیدے شامل ہیں پہلے قصیدے میں کل

۱۵، اشعار ہیں ابتداء یوں ہے۔

لك الهمة العلياء و الخرم و الجمی
وصول الموالی للاعادی مقاطع

بصارم رامی صارم السیف دونه
و ثاقب فکر فی المضایق واسع

مقطع کا شعر ہے۔

وانی ظهور الحق لا زلت داعیاً
و لا زال فیض من ایادیك جامع

دوسرے قصیدے میں ۲۵ اشعار ہیں ابتداء یوں ہے۔

عرضت نحوك فا قتضی الاعراض
عدم التفاتك و اللحاظ مراض

فبقیت بین مصدق و مکذب
ارجو اللقاء و یصدنی الاعضاض

مقطع کا شعر ہے۔

وانا ظهور الحق ناظم مدحکم
شکراً وعن غیبی لکم اغماض

تیسرے قصیدے میں ۱۲، اشعار ہیں ابتداء یوں ہے۔

حسین و جمیل وجه جلیل
کریم جواد شجاع نبیل

جبین کشمس وعین کریم
وخدٌ کقمر ووجه خلیل

آخری شعر ہے۔

فکیف المدیح الصدیق الصدوق
و من این قیل و قول جزیل

(۸) سید اعجاز احمد معجز۔

عربی، فارسی اور اردو تینوں زبانوں کے ماہر تھے۔ عربی ادب کے استاد تھے
دیوانِ حماسہ متنبّی، اور مقاماتِ حریری پر حواشی تحریر کیے ہیں۔ اور عربی شاعری میں مقام
حاصل کیا ہے ان کے کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو

قد جبت فی طلب العلوم مفاوزاً
و مهالکاً کا الهائم المتشوق

کم من اذیً وسط الفلاۃ سئمته
فلقیت آمالی بوجه مشرق

غرتنی الدنیا کثیراً با لغنی
و ترکتها سخطا لظاهر رونق

(۹) محمد طیب عرب مکی۔

مولانا عبدالحق خیرآبادی اور مولانا حسین بن محسن یمانی کے شاگردوں میں سے تھے ادب و حکمت کے مسلم الثبوت استاذ تھے عرب کے اخبار و انساب اور ان کے اشعار کثرت سے یاد تھے انکی عربی شاعری میں زبان و بیان کی سادگی اور نازک خیالی کا امتزاج تھا اپنے استاد محمد بن محسن یمانی کی خدمت میں یہ شعر لکھا تھا۔

ماس الجبین و الاجزعة الحدق
ابھیٰ من الورد لا لاٗ لوٗ لوٗ العرق

طاعون میں بیٹے، بیٹی، داماد اور بیوی سب فوت ہو گئے تھے۔ اس موقع پر یہ اشعار کہے تھے۔

وکنت امرء اً مغرمیً بشوق و صبوة
ولم ینھضنی شیب ولا فقد اسرتی

الی ان مضی عبد الجلیل و امه
و عبد العزیز و احبته و احبتی

فخصت بی الذکریٰ فلم اریٰ غیر ھم
و صاروا امامی فی مغیبتی وحضرتی

من اللہ ارجو اجرھم و احتسابھم
و باللہ صبری و احتسابی و قوتی

(۱۰) احمد رضا خاں بریلوی۔

عربی زبان کے عالم تھے۔فتویٰ نویسی میں مہارت تھی۔عربی،اُردو میں اشعار کہتے تھے۔اُردو میں نعتیہ اشعار بہت مقبول تھے۔عربی شاعری میں نمونہ کلام ملاحظہ ہو۔

الموت حق و یا له من جاء
متیقن و الناس فی انساء

انساهم الانساء فی احالیهم
مع ما یرون من آیة بولاء

النقص من أموالهم و ثمارهم
و الاخذ با الباساء و الضراء

محجباً لخافیة غدت مخفیة
و بدت من الخضراء و الغبراء

یا مالك الناس من النبی المصطفیٰ
اشفع لعبدك دافعاً لبلاء

رقم الرضا تاریخه متفائلاً

عبد الغنی بجنة العلیاء

(۱۱) ابوالعلاء نظر احمد بن آل احمد شاہ سہسوانی۔

نمونہ کلام ملاحظہ ہو۔

اخی الی یعلی لوجد علی بعد

اذا ما سری وهناً نسیم صبا وجد

تحیرت من زهر الریاض شمسه

اذا ما اری عزماً لها فاح فی الورد

و اذا ما تغنت فی الغصون حماسته

تزید کابات الفواد من الوجد

ولما اری الورق تندب شجرها

قد اضطرمت نار الصبابة فی کبد

فصل دوازدہم

نثر

شاعری کی طرح ادبی تخلیق اور مرصّع نگاری کے لئے بھی ضروری ہے کہ ادیب کو زبان اور اس کے ادب پر کامل عبور ہو اور وہ علم و ادب کا پاکیزہ ذوق رکھتا ہو۔ اس فن میں ہندوستان کے عربی ادباء کو جن دشواریوں کا سامنا تھا اس کی وجہ سے انھیں اہلِ زبان کے بالمقابل ادبی تخلیقات پیش کرنا ناممکن تھا۔ تاہم ان دقتوں کے باوجود ہندوستانی ادباء نے ایک کثیر سرمایہ یادگار چھوڑا ہے۔ جنھیں خطبات، منتخبات، مکاتیب، ادب لطیف اور افسانہ جیسے موضوعات میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ خطبات میں حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے خطبے، شاہ ولی اللہؒ اور شاہ اسماعیلؒ کے خطبے قابلِ ذکر ہیں۔ ادبی خطبات میں احمد بن محمد الیمن کی نفحۃ الیمن فی ما یزول بذکرہ الشمن۔ مکاتیب میں مصنف بالا کی عجب العجائب فی ما یفید الکتاب۔ ادبِ لطیف میں سید ابوبکر بن محسن علوی کی المقامات العلویہ۔ حکایات میں قصہ شکروتی وغیرہ ادبی نثر کے لاجواب نمونے ہیں۔

اس فن میں روہیلکھنڈ کے ادباء کی ادبی کاوشیں مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) الرسالہ فی الانشاء/ کندن لال اشکی بن منولال فلسفی (دیکھئے رامپور مخطوطات عربی انشاء ۲۸۷)

(۲) ریاض الادب/ محمد طیب عرب مکی (دیکھئے رامپور مخطوطات عربی انشاء ۵۱۶۵)

(۳) المقام المحمود/ محمد طیب عرب مکی (دیکھئے رامپور مخطوطات عربی انشاء ۴۹۴۸)

فتاویٰ فیض اللہ خاں کا عکس (مخطوطہ)

(۴) المکالمہ/ محمد طیب عرب مکی (دیکھئے رامپور فہرست مطبوعات عربی ادب ۱۳۲)

(۵) الشہاب الثاقب/ بن احمد نعمان رامپوری (دیکھئے رامپور مخطوطات عربی انشاء ۵۱۶۵)

(۶) الخطب الدعائیہ للخلاصۃ الاسلامیہ/ محمد عبدالماجد القادری البدایونی (دیکھئے رامپور فہرست عربی ادب ۳۱)

(۷) ریاض الفردوس/ محمد حسین بن غلام قادر شاہجہانپوری (دیکھئے رامپور فہرست مطبوعات عربی ادب ۴۰)

(۸) میزان الافکار فی شرح معیار الاشعار/ مفتی سعد اللہ (دیکھئے مسعود انور ص ۱۸۷)

(۹) دیوانِ ابی محجن ثقفی/ امتیاز علی عرشی (دیکھئے رامپور فہرست مطبوعات عربی نظم ۲۶۶)

(۱۰) نخبۃ العرب/ اعزاز علی امروہوی (دیکھئے یونس نگرامی ص ۲۳۱)

(۱۱) احقاق الحق/ محمد سلطان حسن بن احمد بریلی (دیکھئے رامپور فہرست مطبوعات عربی انتقاد (۱)

بعض کتابوں کی تفصیل آگے دی جارہی ہے۔

(۱) الرسالہ فی الانشاء/ کندن لال اشکی

کندن لال اشکی کا یہ رسالہ ۷ اورق پر مشتمل ہے۔ اس کی سطر ۱۷، سائز ۱۰×۱۵ سینٹی میٹر، خط نستعلیق خفی، بخط مصنف ہے۔ کتاب کا تعلق فن مکتوب نویسی سے ہے۔ مصنف نے خط لکھنے کے ابتدائی مراحل سے لیکر خط کے خاتمہ تک کے امور پر بحث کی ہے۔ خط میں سلام لکھنے کا طریقہ، مختلف شخصیات کو ان کے مراتب کے مطابق القاب و آداب لکھنے کا طریقہ، خوشی کے موقع پر دعائیہ خط اور ناراضگی کے موقع پر عتابیہ خط کیسے لکھے جائیں مثال کیساتھ ان تمام مسئلہ پر گفتگو کی ہے۔ یہ کتاب فن انشاء کی واقفیت کے لئے طالب علموں کے واسطے نہایت مفید ہے۔ کتاب کی ابتداء یوں ہے۔

الحمد لله الواحد ... "بعد فیقول العبد الضعیف الاشکی انی

قد کنت مساعداً فی جمیع متون الفنون الادبیة و تحریرها و متوجهاً علٰ مطالعة الکتب العربیة و شعر الادباء واخبارها فنقلت طرز التحقیق الرسائل:... "الرسائل الموسوعة بدیع الانشاء التی الفه الشیخ الامام العالم العلامه یرعی بن شیخ یوسف بن ابی بکر حمد المقدسی عفی الله عنه و صورها من النسخة المشهورة با العجاب العجب من مصنفات الشیخ العلامة النوعی ادیب المعمی شیخ احمد بن محمد الیمنی سلم الله تعالی، یہ کتاب ایک مقدمہ اور ایک باب پر مشتمل ہے۔

مقدمہ میں علمِ مکتوب نگاری کی تعریف کے بعد حسن کلام کی ایک خوبی کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے۔ عیب الکلام تطویلہ وخیر الکلام ما قل ودل یعنی خط میں لمبی چوڑی گفتگو عیب کی بات ہے اور مختصر و مدلل گفتگو کلام کی خوبی ہے۔ ابواب کے عنوانات یوں ہیں "الباب الاول فی ذکر بعض الاشعار ینبغی تقدیمها امام السلام،" الباب الثانی فی الفاظ السلام و صدور المکاتبات، "الباب الثالث فی مکاتبات الملوك و الوزراء ما فی مقامهم "الباب الرابع فی ذکر الاوصاف والالقاب، الباب الخامس فی ذکر الادعیه "الباب السادس فی المعاتبات،"

ہر باب سے متعلق کس طرح کے الفاظ یا جملے استعمال کئے جاتے ہیں ان کی مثالیں دی ہیں مثلاً الباب الرابع میں سلطان کے اوصاف کو اسطرح سے لکھا جانا چاہیئے۔ سلطان الاعظم و الخاقان، الاکرام والملا الافخم، وارث الخلافة والملك سلطان العرب والعجم"

(۲) ریاض الفردوس/محمد حسین خاں شاہجہاں پوری (م ۱۲۷۶ھ/۱۸۵۹ء)

محمد حسین خاں شاہجہانپوری کا یہ ادبی مجموعہ تین بڑے مقالوں پر مشتمل ہے پہلا عربی، دوسرا فارسی، تیسرا مقالہ اردو میں ہے۔عربی مقالہ دو باب میں منقسم ہے۔ایک حصہ نظم، دوسرا حصہ نثر۔نثر والا باب مزید پانچ ذیلی ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔اس میں سے ایک میں ممتاز علماء کے خطوط جمع کیے گئے ہیں جن میں پانچ ہندوستانی ہیں۔دوسرے میں سیوطی کا ایک عالمانہ مقالہ شامل کیا گیا ہے۔جس میں املاء، نحو، بلاغت، وغیرہ سے متعلق مختلف امور کی وضاحت کی ہے۔تیسرا مختلف اسلامی علوم کی مستند تصانیف کے اقتباسات پر مشتمل ہے۔اور اس میں ایک ہندوستانی صوفی شیخ فضل اللہ برہانپوری کا ایک مقالہ بھی شامل کیا گیا ہے۔چوتھے میں مختلف علوم مثلاً منطق، فلسفہ، ریاضی، اقلیدس، طب اور تشریحِ ابدان سے متعلق مقالات شامل کیے گئے ہیں اور ان میں علمِ منطق پر ہندوستانی عالم عبدالحق کا مقالہ بھی موجود ہے۔پانچویں میں اصول ومباحثہ ومطالعہ اور تقریظ جیسے موضوعات سے متعلق منتخب تحریر جمع کی گئی ہیں جن میں دو ہندوستانی عالموں کی لکھی ہوئی ہیں۔وہ اتنے وسیع اور متنوع ہیں کہ اس مجموعہ کو ایک قاموس کہا جا سکتا ہے۔اس کتاب کی افادیت اور خوبی کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ مفتی سعد اللہ مرادآبادی، تراب علی اور نواب صدیق حسن خاں جیسے علماء نے اس کی بہت تعریف کی ہے۔مقدمہ کی ابتداء یوں ہے۔

نحمدك يا من شرح صدور اللانبياء بنور العرفا ن و بعثهم لاعلاء كلمة الايمان و علق نطام امور الآ خرة بوجودهم و اشرق ظلمات الكفر بطليعة شموسهم الخ

مصنف نے خاتمہ میں کتاب کی خصوصیات بیان کی ہیں اور تاریخ و تالیف کو ان

الفاظ میں درج کیا ہے۔وقد الفه عبیده محمد حسین عفی مولاه سیاته بجوده (۱۲۷۶ھ)

(۳) المقام المحمود فیما جری لاحمد مع محمود/محمد طیب عرب مکی۔

رضا لائبریری کے ذخیرہ مخطوطات کے فن انشاء میں رسائل کا ایک مجموعہ ہے جس میں محمد طیب عرب کا ایک خط المقام المشہود کے نام سے شامل ہے۔ یہ خط ڈیڑھ ورق کا ہے۔اس میں کل ۵۴ سطریں ہیں۔سطر کی لمبائی ۱۵ سینٹی میٹر ہے۔

مولانا کا یہ خط انکی عربی دانی، تقریر وتحریر کی روانی اور انکے اسلوب کا مظہر ہے خط کی ابتداء یوں ہے:"باسمه تعالیٰ یتشرف بملاحظة عالی المقام الواجب التعظیم و الاحترام حضرة مولانا الاستاذ حفظه الله بعد السلام التام،و الرحمة و الاکرام، و تفصیل الایادی و العظام، و السوال عن اخلاقکم الذکیه ،و الدعاء لکم و استمداده منکم فی کل بکرة و عشیه، المعروض علی مقامکم المشهود ، ما فعله با حمدمحمود لانه من ابهج ما تنا قلته الوفور، فانه لم یا ل فی ایذائه بمکره و دهائه"

خاتمہ..." والمدعو من مولانا ان یبعث بهذا الخط بعد قرائته الی جناب اخی ابو الخلیل لیطلع السید عبد الله النجدی و الشیخ زین و ابو المعالی و شیخنا محمود والسید ذو الفقار علی و یا سیدی لا یخفی سعادتکم انا کتبنا الیکم جواب جواب الفتوة و کتاباً بعده یتضمن العزاء بوفاة الرجل المرحوم نوابنا سقی الله ثراه"

حبیب الرحمه فما ادری ما سبب عدم وصوله بعد فقوله

والسلام محمد طیب پنجم شعبان ۱۳۰۷ھ۔

(۴) ریاض الادب: /محمد طیب مکی۔

رضا لائبریری میں ریاض الادب کا ایک قلمی نسخہ موجود ہے جس کی تفصیل یوں ہے۔ ورق ۲۲، سطر ۱۵۔۱۶، سائز ۱۸×۲۶ سینٹی میٹر، خط نسخ و نستعلیق۔ ابتدائی دو ورق میں اردو ترجمہ ہے۔

مولانا طیب عرب مکی مدرسہ عالیہ میں ادب عربی کے استاذ تھے۔ انھوں نے یہ رسالہ ابتدائی درجات کے طالب علموں کے لئے لکھا تھا۔ اس میں نحوی قاعدے، بلاغت انشاء کی مشق اور مثالیں ہیں۔ شروع میں حمد و صلوۃ کے بعد کتاب تحریر کرنے کا سبب تحریر کیا ہے۔ تالیف کا واقعہ یوں بیان کیا ہے۔ لکھتے ہیں ''جب میں نے دیکھا کہ مدرسہ میں فارسی اور عربی سکھانے کے لئے عمدہ اور سہل کتابیں موجود ہیں تو میں نے اسی طرز پر ایک کتاب لکھنے کا ارادہ کیا لیکن جب میں نے اس جانب بے توجہی اور بے رغبتی دیکھی تو اس کے ارادے سے باز آیا۔ لیکن اللہ کو یہی منظور تھا کہ میں اس کام کو مکمل کروں تو میرے نہ چاہنے کے باوجود اس نے ایک ایسے شخص کو متعین فرمایا جس نے مجھے اس کام کے لئے آمادہ کیا اس شخص کی اطاعت مجھ پر لازم تھی اور کیوں نہ ہو یہ شخص ذی فہم بردبار اور ارادے والا ہے۔ یہ شخصیت جناب منشی ریاض الدین احمد مہتمم مدرس ریاست رامپور مخاطب بہ انسپکٹر کی ہے۔ ان کے کہنے پر میں نے یہ فقرے، حکایتیں اور نصیحتیں لکھیں ہیں جو ابتدائی کلاس کے طالب علموں کے موافق ہیں اگر حکومت اس جانب توجہ دے اور اسے نفع بخش سمجھے تو مدرسہ کے دوسرے کلاس کے طالب علموں کے لئے میں کتاب لکھونگا ورنہ رک جاؤنگا''۔ اس تمہید میں انھوں نے عربی اعداد (گنتی) ایام (دنوں کے نام) الاشہر (مہینوں کے نام) مفردات

(مفرد الفاظ مثلاً انسان، بقر، ثور وغیرہ) الاصابع (انگلیوں کے نام) الاضافہ، جملہ فعلیہ، جملہ اسمیہ، نفی، ایجاب، تعجب، نداء، لولا کا استعمال، دعاء وغیرہ کی مثالیں بچوں کو سمجھانے کے واسطے پیش کیں ہیں۔ اس مشق کے بعد چھوٹے چھوٹے فقرے مثلاً قال الحکیم الربانی ﷺ طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم و مسلمہ۔ الحکمۃ ضالۃ المومن۔ فالنحل وھو ذباب طائر العسل وغیرہ۔ اس کے بعد لمبے جملے یا لمبی عبارت جس میں نصیحتیں وحکایتیں شامل ہیں درج کی ہیں۔ ابتداء کتاب سے انکی زبان وبیان کا اسلوب ملاحظہ ہو" الحمد للہ رفع الانسان با الادب و میز العرب با الفصاحۃ فاقتدیٰ بھم کل ذی طلب حمداً یطیب بہ الفواد و یحصل بہ المراد و یھتدی بہ الی السداد و یصل بہ الی الرشاد و الصلوۃ و السلام علی سید البشر من فاض من اصابعہ الماء و انشق لہ القمر و علی آلہ و اصحابہ و اتباعہ و احبائہ۔

(۵) الشہاب الثاقب/ نبی احمد النعمانی الرامپوری۔

رضا لائبریری میں ایک قلمی نسخہ موجود ہے جس کی تفصیل اس طرح ہے:

ورق ۲۱۶، سطر ۱۳، سائز ۲۰×۱۴، خط جلی نسخ، زمانہ کتابت ۱۹۳۱ھ، کاتب حافظ عبداللہ رامپوری۔ یہ کتاب حضرت علیؓ کے خطوط کا مجموعہ ہے جسے مصنف نے مختلف مراجع و مآخذ کی مدد سے جمع کیا ہے۔ اس میں کل ۲۱۳ خطوط شامل ہیں۔ کتاب کے آخیر میں مصنف نے مآخذات کی فہرست دی ہے۔ اس کے علاوہ نہج البلاغہ سے بھی خطوط منتخب کر کے اس میں سے شامل کئے ہیں۔

مصنف نے عنوانِ صفحہ پر تحریر کیا ہے کہ یہ کتاب اس نے نواب رضا علی خاں والیٔ رامپور کے جشنِ سالگرہ کے موقع پر بطور یادگار تصنیف کیا ہے اور اسے نواب رضا علی کے نام

سے معنون کیا ہے عربی عبارت اس طرح ہے۔

"ازف هذه المجموعة المحمودة الى حضرة السلطان الاعظم الخاقان الاعدل الاكرم صاحب السيف و القلم مالك رقاب الامم النواب السيد رضاعلی خاں ادام الله بقائه و خلد ملكه و افاض على العالمين بره واحسانه" و غاية المامول اسعادها با القبول الفقير العاجز نبی احمد النعمانی

کتاب کے شروع میں کتاب کی وجہِ تالیف کے بارے میں لکھتے ہیں "علم الانشاء سب سے عمدہ فن ہے اور سب سے نفع بخش سرمایہ ہے۔ اور یہ بات تمام لوگ جانتے ہیں کہ گذشتہ صدیوں کے لوگ اس علم میں بعد کے لوگوں پر فوقیت رکھتے ہیں اور تمام اہلِ علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ حضرت علیؓ علم خطابت اور انشاء میں ان سب لوگوں میں سب سے اعلیٰ و افضل ہیں۔ چونکہ ان کے رسائل مختلف اوراق میں بکھرے ہوئے تھے اس لئے میں نے انھیں جمع کیا اور مرتب کیا اس جمع و ترتیب سے میرا مقصد یہ بھی ہے کہ آج کے طالب علم ائمہ بلاغت و اصحابِ فصاحت کے اسلوب سے واقف ہوسکیں۔

عربی سرمایہ کی موضوع وار فہرست کے بعد اب اگلے باب میں ہم عربی مصنفین کا تذکرہ پیش کر رہے ہیں جسے ہم نے سنہ وار مرتب کیا ہے تا کہ مصنفین اور ان کی تصنیفات کے ساتھ ساتھ مختلف عہد کے عربی ادب کے ارتقائی مراحل کا اندازہ لگایا جاسکے۔

تفسیر القرآن امام ابی عبداللہ سفیان بن سعید بن مسروق الثوری الکوفی کے مخطوطے کے صفحے کا عکس۔

نقشہ روہیل کھنڈ
تبت
نیپال
ہماچل پردیش
راجستھان
مدھیہ پردیش
دہلی
متھرا
رامپور
مراد آباد
بریلی
شاہجہاں پور
بدایوں
پیلی بھیت
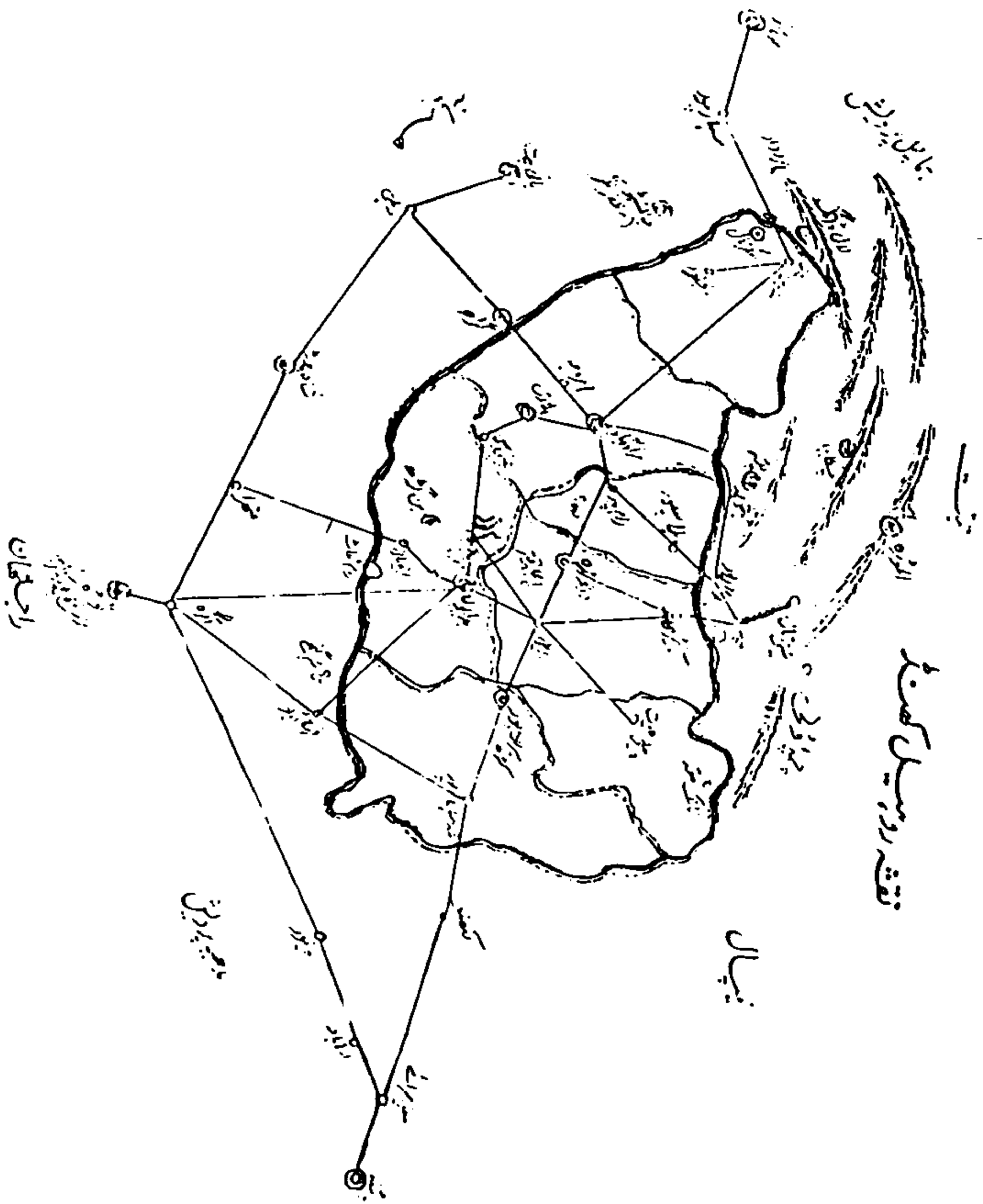
باب چہارم
تذکرہ مصنّفین روہیلکھنڈ

(۱) مولوی محمد یوسف رامپوری (متوفی بارھویں صدی ہجری)[۱]

رامپور رضا لائبریری میں تین جلدوں پر مشتمل فتاویٰ فیض اللہ خانی[۲] نام سے ایک مخطوطہ موجود ہے مولف نے دیباچے میں اپنا نام محمد بتایا ہے۔ نہ سنہ تالیف کا ذکر اور نہ ہی اپنے بارے میں کچھ تحریر کیا ہے صرف یہ لکھا ہے کہ میں نے اس کتاب کو امیر ابن۔۔۔ امیر فیض اللہ خاں کے عہد میں تالیف کیا ہے۔ وجوہِ تسمیہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "وسمیتھا بفتاویٰ فیض اللہ خانی لانہ ھو العامل علیھا فھو بھذہ النسبۃ اولی و احریٰ" اس میں تیسری جلد خاص مولف کے قلم سے لکھی ہوئی ہے اس سے زیادہ کا کچھ پتہ نہیں۔

حافظ احمد علی شوق لکھتے ہیں۔ مولوی محمد قوم پٹھان سے تھے ان کے بارے میں مولوی عبد القادر اپنے روزنامچے میں لکھتے ہیں کہ میں نے صغرِ سن میں ان کو دیکھا تھا۔ فقہ میں انکی ایک کتاب کتاب خانہ ریاست میں موجود ہے۔ ان کا انتقال غالباً بارھویں صدی ہجری کے آخر میں ہوا ہے۔ ان کے شاگردوں میں مولانا عالم علی مرادآبادی، حیدر علی خاں

---

۱ تذکرہ کاملانِ رامپور صفحہ ۴۴۳، علم و عمل صفحہ ۴۷

۲ دیکھئے مخطوطہ رامپور کیٹلاگ عربی ۲/۳۵۸

پسر انور خاں وجلال الدین مشہور ہیں۔

(۲) مولوی احمد خاں[۱]۔

مولوی احمد خاں بن مولوی محمد عبد اللہ خاں بن مولوی حاجی محمد سعید خاں تیراہی نے عربی علوم رامپور اور بریلی میں حاصل کئے۔ فقہ میں کافی شہرت تھی۔ متفرقات احمد فتاویٰ عربی میں دو جلدوں میں لکھی تھی، متنِ تہذیب کی ایک بسیط شرح لکھی تھی۔ اس کے علاوہ فارسی میں رسالہ فرائض وقانون طب مفردات وکلیات ومعالجات بھی لکھا تھا۔ آپ کے شاگردوں میں ملا غفران بھی تھے۔ آپ نے نکاح نہیں کیا تھا۔ رامپور میں وفات ہوئی ہے۔ قبر محلّہ ٹھوٹر میں مسکن کے قریب ہے۔ نواب محمد فیض اللہ خاں کے ہم عصر تھے۔ انکی مصنفہ کتب میں کوئی نسخہ نہیں ملا ہے

(۳) منولال فلسفی بن سدانند عاصیؔ بریلوی[۲]۔

منولال فلسفی دہلوی بن رائے موھن سنگھ عاصی بن رائے لوک راج (محمد شاہی) بن رائے نندرام (عالمگیری) بن رائے مُثل داس (شاہجہانی) کا تعلق دہلی کے ایک ذی علم خاندان سے تھا جو گیارھویں صدی ہجری سے تیرھویں صدی ہجری تک فارسی اور عربی علوم کی قابلِ قدر خدمت انجام دیتا رہا۔ منولال اور ان کے والد اور لڑکے تینوں فارسی کے شاعر تھے۔ منشی کندن لال اشکی نے جو منولال کے لڑکے تھے اپنے منتخب دیباچے میں آٹھ کتابوں کا ذکر کیا ہے، اس میں سے دو کتابیں ''العجاب[۳]'' اور رسالہ فی الحساب[۴]'' رضا لائبریری

۱؎ تذکرہ کاملانِ رامپور صفحہ ۱۰

۲؎ زبیدص ۳۲۸۔

۳؎ مخطوطہ رامپور کیٹلاگ عربی ۵/۳۴۶۔

۴؎ ایضاً

میں موجود ہیں۔

(۴) مولوی محمد حسن (متوفی ۱۱۹۹ھ/۱۷۸۳ء)[1]

مولوی محمد حسن بن قاضی غلام مصطفیٰ بن ملا محمد اسعد خلفِ اکبر ملا قطب الدین سہالوی شہید ملا نظام الدین کے بھتیجے اور شاگرد عالم متبحر تھے فہم بہت اچھا تھا تمام علوم پر دسترس تھی۔ خصوصاً منطق و حکمت میں تو کامل تھے۔ چھبیس برس تک لوگوں کو پڑھایا اسّی برس کی عمر میں ۱۱۹۹ھ میں رامپور میں انتقال کیا۔ محلّہ مدرسہ میں نواب محمد علی خاں کے مقبرے میں دفن ہوئے۔ انکی بہت سی تالیفات ہیں منجملہ ان کے حاشیہ میر زاہد ملا جلال و شرح مسلم وحواشی صدرا شرح مسلم الثبوت تا مبادی الاحکام، معارج العلوم، منطق میں غایۃ العلوم طبعی ہیں حاشیہ شرحِ ھدایۃ الحکمۃ، صدر الدین شیرازی، حاشیہ شمسِ بازغہ، حواشی زواھدِ ثلاثہ مشہور ہیں۔

ایک زمانہ میں دہلی گئے وہاں سے پلٹ کر فرنگی محل میں رہے، ایک فسادِ عظیم کی وجہ سے روہیلکھنڈ چلے آئے اور نواب فیض اللہ خاں کے عہد میں محلّہ مدرسہ میں قیام کیا رامپور میں ایک نکاح کیا جس سے دولڑکے عبداللہ و مولوی عبدالرزاق پیدا ہوئے، تیسری بیوی سے دوست محمد لڑکا پیدا ہوا ان کے شاگردوں میں مولوی مبین لکھنوی اور مولوی عماد الدین لبکنی مشہور ہیں۔

ملا محمد حسن کی عربی تصانیف کی فہرست ذیل میں حوالے کیساتھ درج ہیں۔

(۱) تبصرۃ الدرایہ فی مقدمۃ الہدایہ۔ (مطبوعہ: مطبع نول کشور لکھنؤ دیکھئے رامپور، تذکرہ فقہاء ۱۳)

(۲) الحاشیہ علی حاشیۃ میر زاہد علیٰ شرح التہذیب۔ (حوالہ: مسعود انور ص ۲۴۲)

(۳) حاشیہ میر زاہد علیٰ الرسالۃ القطبیہ۔ (مطبوعہ: سلطان المطابع لکھنؤ ۱۲۷۰ھ دیکھئے رامپور، منطق ۴۴،

---

[1] تذکرہ کاملان، رام پور صفحہ ۳۵۱

مخطوطہ: رامپور، کیٹلاگ عربی۴/ ۳۰۸)

(۴) الحاشیہ علیٰ شرح الشمس البازغہ۔ (مخطوطہ: رامپور، کیٹلاگ عربی۴/ ۵۶۶)

(۵) حاشیہ شرح ہدایۃ الحکمۃ۔ (حوالہ: تذکرہ کاملانِ رامپور ص ۳۵۱)

(۶) الحاشیہ علیٰ میر زاھد ملا جلال۔ (مخطوطہ: رامپور، کیٹلاگ عربی۴/ ۳۴۲)

(۷) الحاشیہ علیٰ صدرا۔ (مخطوطہ: رامپور، کیٹلاگ عربی۴/ ۴۹۸)

(۸) شرح سلّم العلوم۔ (مطبوعہ: المطبع المحمد یہ۔ (دیکھئے رامپور، منطق ۶۹، مخطوطہ: رامپور، کیٹلاگ عربی۴/ ۳۹۲)

(۹) شرح مسلم الثبوت۔ (مخطوطہ: رامپور، کیٹلاگ عربی۳/ ۳۸)

(۱۰) غایۃ العلوم۔ (مخطوطہ: رامپور، کیٹلاگ عربی۴/ ۵۲۲)

(۱۱) معارج العلوم۔ (مخطوطہ: رامپور، کیٹلاگ عربی۴/ ۴۱۲)

(۵) شیخ رفیع الدین مراد آبادی[۱] (م ۱۲۲۳ھ)۔

شیخ رفیع الدین بن فرید الدین بن عظمت اللہ اپنے دور کے بڑے عالموں میں سے تھے۔ ۱۲۳۴ھ میں مراد آباد میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم شہر کے علماء سے حاصل کی۔ اس کے بعد دہلی گئے اور شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ایک مدت تک کسبِ فیض کرنے کے بعد وطن واپس ہوئے اور لوگوں کو فیضیاب کرتے رہے۔ ۱۲۰۱ھ میں حج کو گئے، اور وہاں کے علماء وفضلاء سے کسب فیض کیا۔ ۱۲۰۳ھ میں ہندوستان واپس آئے۔ اپنے سفر اور حرمین شریفین سے متعلق کئی کتابیں تصنیف کیں، اس کے علاوہ بہت سی تصانیف ہیں جن میں ''قصر الآمال بذکر الحال والمال'' ''سلوالکئیب بذکر الحبیب'' ''تذکرۃ المشائخ'' ''کنز الحساب'' ''تذکرۃ الملوک'' ''تاریخ الافاغنہ'' ''کاتب الاذکار'' ''الافادات العزیزیہ[۲]''

---

[۱] دیکھئے ڈاکٹر سالم قدوائی ص ۱۹۷۔

[۲] اس کتاب کا تعارف مقالے کے باب سوم میں کیا گیا ہے۔

وغیرہ ہیں ان کا انتقال ذی الحجہ ۱۲۲۳ھ میں نواسی سال کی عمر میں ہوا تھا۔[1]

(۶) ملا بحر العلوم (م ۱۲۲۵ھ)۔

مولانا بحر العلوم ابو العیاش عبد العلی لکھنوی الانصاری بن ملا نظام الدین بن ملا قطب الدین سہالوی ۱۱۴۲ھ/۱۷۲۹ء میں فرنگی محل لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ ابو العیاش کنیت اور بحر العلوم لقب تھا۔ ابتدائی تعلیم و تربیت اپنے والد سے حاصل کی۔ سترہ سال کی عمر میں علوم عقلی و نقلی سے فراغت حاصل کی۔ والد کے انتقال کے بعد ملا کمال الدین سہالوی سے رجوع کیا۔ ملا کمال الدین ان کا بہت احترام کرتے تھے۔ اکثر لوگ جب ان سے پوچھتے تھے تو وہ جواب دیتے تھے کہ یہ میرے مخدوم زادے ہیں، مجھے جو کچھ حاصل ہوا ان کے والد سے ہوا ہے۔ یہ صاحبزادے اس سن میں متقدمین و متاخرین کے کلام سے جس قدر واقف ہیں ان کے والد (ملا نظام الدین) بھی اس سن میں اسقدر واقف نہ رہے ہونگے۔ ملا بحر العلوم تعلیم سے فراغت کے بعد کچھ دنوں تک لکھنؤ میں درس و تدریس کا فریضہ انجام دیتے رہے۔ پھر حافظ رحمت خاں کے پاس روہیلکھنڈ آگئے اور درس و تدریس میں مشغول ہو گئے۔ حافظ رحمت خاں کی شہادت کے بعد ۱۷۷۴ء میں نواب فیض اللہ خاں کے پاس رامپور آگئے۔ اور ۱۷۷۴ء سے ۱۷۷۹ء تک مدرسہ عالیہ کے پرنسپل رہے وہاں سے منشی صدر الدین بورہاروی میر منشی و گورنر جنرل بردوان کی خواہش پر بوہار گئے۔ وہاں کچھ عرصہ قیام کے بعد محمد علی خان رئیس ارکاٹ کے پاس ۱۷۹۱ء میں مدراس چلے گئے۔ نواب نے بڑی عزت سے ان کا خیر مقدم کیا اور ان کے لئے بڑا دار العلوم قائم کیا اور ایک ہزار روپیہ ماہوار کیساتھ صدر مدرس مقرر کیا۔ مولانا کیساتھ ۶۰۰ طلباء رہتے تھے۔ نواب نے ان سب کا بھی وظیفہ مقرر کیا۔ مولانا بحر العلوم وفات تک مدرسہ میں پڑھاتے رہے۔ ۱۳/رجب المرجب ۱۸۱۰ء کو وفات پائی۔ قاضی ارتضٰی علی خاں خوشنود گوپا مئوی (م ۱۲۵۱ھ) نے

---

[1] تذکرہ علماء ہند ص ۳۰۴، نزہہ ص ۲۸۲،

تاریخِ وفات یوں نکالی ہے ''بزیرِ زمین رفت کنجِ علوم'' (۱۲۳۵ھ)

بحر العلوم نے اپنی مصنفات ومولفات اور رسائل وحواشی کا ایک بڑا سرمایہ چھوڑا ہے۔ انکی تصنیفات کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ واقعی بحر العلوم تھے فلسفہ، منطق، فقہ اور اصولِ فقہ ان سب میں یکساں دسترس رکھتے تھے۔

انکی مشہور اور اہم تصنیف ''الارکان الاربعہ'' کے سلسلے میں مشہور ہے کہ ملا محمد حسن فرنگی محلی جب لکھنؤ سے دہلی گئے تو شاہ عبدالعزیز محدث کے شاگردوں کو خبر ہوئی وہ بھی ملا حسن کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور کسی علمی معاملہ پر بحث کرنے لگے۔ ملا حسن نے معقول جواب دے کر ان کی تشفی کر دی یہ شاگرد جب واپس شاہ صاحبؒ کے پاس گئے تو ملا حسن کی تعریف کرنے لگے، یہ سن کر شاہ صاحبؒ نے کہا کہ ''ان معقولیوں کو حدیث وقرآن سے بالکل بے خبری ہوتی ہے یہ بیچارے ساری عمر ''قال الشیخ وقال الرازی'' میں پڑے رہتے ہیں'' ملا حسن اس عرصہ میں رامپور آ چکے تھے، کسی نے یہ واقعہ بحر العلوم کو بتا دیا بحر العلوم نے جواب میں ''الارکان الاربعہ'' لکھ کر شاہ صاحب کی خدمت میں بھیجی۔ شاہ صاحبؒ نے اس کے جواب میں مدح وتوصیف کرتے ہوئے خط کے عنوان میں مولانا کو ''بحر العلوم'' کے لقب سے ملقب فرمایا کتاب رسائل الارکان الاربعہ ۲۸۸ صفحات پر مشتمل مطبع علوی لکھنؤ سے ۱۳۰۹ھ میں شایع ہوئی ہے اس کی تقسیم اسطرح ہے

(۱) الرسالۃ الاولیٰ فی الصلوٰۃ

(۲) الرسالۃ الثانیہ فی الزکاۃ

(۳) الرساۃ الثالثہ فی الصوم

(۴) الرسالۃ الرابعہ فی الحج

مذکورہ بالا چاروں ارکان پر بڑی سیر حاصل فقہی بحث کی ہے جن سے مولف کی غیر معمولی بصیرت نکتہ سنجی، تفقہ فی الدین کا پتہ چلتا ہے

انھوں نے کثیر کتابیں تصنیف کیں ہیں جن میں بعض بہت اہم ہیں۔ تلاش کے بعد جو کتابیں مل سکی ہیں مع حوالہ انکی فہرست درج کی جارہی ہے۔

(۱) تعلیقات علیٰ الافق المبین، (حوالہ: مسعود انور ص ۲۴۳)

(۲) تنویر المنار۔ (مطبوعہ: مطبع مصطفائی لکھنؤ ۱۲۸۸ھ)

(۳) الحاشیہ علیٰ میر زاھد ملا جلال۔ (مطبوعہ: فخر المطابع دہلی، ۱۲۶۷ھ دیکھئے رامپور، منطق ۴۴،
مخطوطہ: رامپور، کیٹلاگ عربی ۴/ ۳۴۸)

(۴) الحاشیہ علیٰ حاشیہ میر زاھد۔ (مخطوطہ: رامپور، کیٹلاگ عربی ۲/ ۲۴۶)

(۵) الحاشیہ علیٰ رسالہ عذراء المتعلقہ بمسائل المشائین، (مخطوطہ: علی گڑھ، حبیب گنج کلکشن ۳۹/ ۶۱)

(۶) الحاشیہ علیٰ شرح الرسالۃ القطبیہ۔ (مخطوطہ: رامپور، کیٹلاگ عربی، ۴/ ۳۱۲)

(۷) حاشیہ علیٰ شرح العقائد الدوّانی۔ (مخطوطہ: رامپور، کیٹلاگ عربی، ۴/ ۳۱۲)

(۸) الحاشیہ علیٰ الحاشیۃ الزاھد یہ علیٰ شرح المواقف۔ (مخطوطہ: علیگڑھ، سبحان اللہ کلکشن ۴/ ۲۹۷ دیکھئے
مسعود انور ص ۱۱۶)

(۹) الحاشیہ علیٰ شرح ھدایۃ الحکمۃ۔ (مخطوطہ: خدابخش پٹنہ ۱۸۶۸ دیکھئے مسعود انور ص ۲۴۳)

(۱۰) حاشیہ علیٰ ضابطۃ التھذیب۔ (مخطوطہ: علیگڑھ، سلیمان کلکشن ۲۷۲/ ۲۹ دیکھئے مسعود انور ص ۲۴۳)

(۱۱) رسالۃ الارکان الاربعہ۔ (مخطوطہ: رامپور، کیٹلاگ عربی ۳/ ۳۶۲)

(۱۲) الرسالۃ الکبریٰ فی وحدۃ الوجود۔ (مخطوطہ: رامپور، کیٹلاگ عربی ۴/ ۲۱۲)

(۱۳) الرسالۃ الصغریٰ فی وحدۃ الوجود۔ (مخطوطہ: رامپور، کیٹلاگ عربی ۴/ ۲۱۲)

(۱۴) رسالہ فی تقسیمات الحدیث۔ (مخطوطہ: رامپور، کیٹلاگ عربی ۱/ ۳۶۴)

(۱۵) رسالہ فی المشاۃ بالتکریر۔ (مخطوطہ: خدابخش پٹنہ ۶۴۹۰ دیکھئے مسعود انور ص ۲۴۳)

(۱۶) شرح سلم العلوم۔ (مطبوعہ: مطبع مجتبائی ۱۳۰۹ھ دیکھئے رامپور، منطق ۲۵)

(۱۷) شرح فصوص الحکم۔ (مخطوطہ: رامپور، کیٹلاگ عربی ۴/۸۲)

(۱۸) شرح فقہ الاکبر۔ (حوالہ: تذکرہ علماءِ ہند ص ۳۰۵)

(۱۹) شرح مسلم الثبوت۔ (مطبوعہ: مطبع منشی نول کشور ۱۲۸۲ھ دیکھئے رامپور، اصول فقہ لوہارو ۵)

(۲۰) شرح مقامات المبادی۔ (مخطوطہ: آصفیہ، حیدرآباد ۲/۱۳۱۴ دیکھئے زبید ص ۳۴۹)

(۲۱) العجالۃ النافعہ۔ (مخطوطہ: رامپور، کیٹلاگ عربی ۴/۶۱۲)

(۲۲) فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت۔ (مطبوعہ: مطبع نول کشور ۱۲۹۵ھ دیکھئے رامپور، اصول فقہ ۳۰)

(۲۳) المنہیات۔ (مخطوطہ: رامپور، کیٹلاگ عربی ۴/۳۹۸)

(۲۴) ھدایۃ الصرف۔ (حوالہ: مسعود انور ص ۲۱۲ و تذکرہ علماءِ ہند ص ۳۰۵)

(ان کے حالات کے ضمن میں مزید کتابوں کے نام ملتے ہیں لیکن عربی کتاب ہونے کے سلسلے میں یقین سے کہنا مشکل ہے)

(۷) ملا عماد الدین عثمانی لبکنی تلمیذِ عبد العلی بحر العلوم[۱]۔

ملا عماد الدین عثمانی لبکنی متبحر عالم، فطری طور پر ذکی اور ذہین تھے ملا بحر العلوم کے شاگرد تھے۔ جب ملا بحر العلوم حرمین شریفین گئے تو ملا عماد الدین نے بقیہ شرح چغمینی ملا محمد حسن سے پڑھی۔ انکی تصنیفات سے عقدہ وثیقہ، عشرہ کاملہ، اور مقولہ عشرہ، یادگار ہیں اور ان کے علم و فضل کے شاہد ہیں عقدہ وثیقہ علمِ معقول کے چند مباحث کے بیان میں ہے عشرہ کاملہ میں بھی علمِ معقول کی بحث ہے اور معقولہ عشرہ میں محقق طوسی کے ابیات کی شرح لکھی ہے۔ لبکن ایک گاؤں کا نام ہے جو ضلع بریلی قسمت روہیلکھنڈ میں واقع ہے، عماد الدین لبکنی کی ایک کتاب حل المقاصد وتوضیح المقاصد ملتان میں ۱۸۸۰ء میں طبع ہوئی ہے یہ ایک مختصر

---

[۱] تذکرہ علماءِ ہند مترجم ایوب قادری ص ۳۵۵۔

رسالہ فلسفہ کے مسائل سے متعلق ہے۔

عربی تصنیفات۔

(۱) الحاشیہ علیٰ شرح السلم۔ (مخطوطہ: رامپور، کیٹلاگ عربی ۴/ ۳۸۰)

(۲) الحاشیہ علیٰ میر زاہد۔ (حوالہ: مسعود انور ص ۲۴۳)

(۳) زبدۃ الفرائض۔ (مخطوطہ: خدا بخش پٹنہ ۱۹۶۰ دیکھئے مسعود انور ص ۹۰)

(۴) العشرۃ الکاملہ۔ (مخطوطہ: رامپور، کیٹلاگ عربی ۴/ ۴۱۴)

(۵) العقد الوثیقہ۔ (مخطوطہ: رامپور، کیٹلاگ عربی ۴/ ۴۱۴)

(۶) القول الثابت۔ (مخطوطہ: رامپور، کیٹلاگ عربی ۴/ ۴۱۴)

(۷) القول الفیصل۔ (مخطوطہ: رامپور، کیٹلاگ عربی ۴/ ۳۱۴)

(۸) شرح التہذیب للیزدی۔ (مخطوطہ: خدا بخش پٹنہ ۱۹۹۶ دیکھئے مسعود انور ص ۲۴۴)

(۸) محمد عرفان بن محمد عمران رامپوری (متوفی ۱۲۲۵ھ[۱])۔

محمد عرفان کے حالات دستیاب نہیں ہوسکے انکی ایک عربی کتاب دوار الاصول[۲] نام کی رضا لائبریری کے عربی مخطوطات کے کیٹلاگ میں مخطوطہ نمبر ۲۰۳۲ کے تحت درج ہے، کتاب کی تفصیل علومِ فقہ کے حصہ میں دی گئی ہے رامپور کیٹلاگ عربی جلد ۳ ص ۱۲ پر سنہِ وفات ۱۲۲۵ھ درج ہے احمد علی شوق نے تذکرہ کاملانِ رامپور کے صفحہ ۲۵۳ پر لکھا ہے کہ ۱۲۱۴ھ میں انتقال ہو گیا تھا۔

(۹) مولوی سراج احمد بن محمد مرشد رامپوری لکھنوی (متوفی ۱۸۱۴ء/ ۱۲۳۰ھ[۱])۔

۱۔ تذکرہ کاملانِ رامپور ص ۲۵۳، علم و عمل ص ۷۰۔

۲۔ دیکھئے (مخطوطہ رامپور کیٹلاگ عربی ۳/ ۱۲) ۳۔ تذکرہ کاملانِ رامپور ص ۱۴۷،

مولوی سراج احمد مجددی ۱۱۶۷ھ میں سرہند میں پیدا ہوئے اپنے والد کیساتھ رامپور آئے بڑے عالم فاضل اور صاحبِ نسبت تھے خصوصاً علمِ حدیث میں دستگاہِ کامل رکھتے تھے خاندانِ مجددیہ کے نسب میں ایک کتاب جامع و نافع مسمیٰ بہ سیر المرشد لکھی علمِ حدیث میں چند تصنیفات ہیں صحیح مسلم کا فارسی ترجمہ کیا، ترمذی کا ترجمہ شائع ہو گیا ہے۔ لکھنؤ میں ۱۲۳۰ھ میں انتقال ہوا تابوت لکھنؤ سے لاکر انکے والد ماجد کے حظیرہ میں انھیں دفن کیا گیا۔ صاحبِ نزہہ لکھتے ہیں ''محدث سراج احمد رامپور کے ممتاز عالموں میں سے تھے تصنیفات میں سیر المرشدین فی انساب المجددین، کحل العین فی رؤیۃ النیرین، برھان التاویل فی شرح الاکلیل اور رسالہ فی حرمۃ الغناء یادگار ہیں'' برھان التاویل فی شرح الاکلیل عربی مخطوطہ علیگڑھ آزاد لائبریری میں محفوظ ہے۔ ایک عربی کتاب ''مجموعۃ الشروح الاربعہ لجامع الترمذی'' ۱۲۹۹ھ میں مطبع نظامی سے شائع ہو چکی ہے۔

عربی تصنیفات۔

(۱) برھان التاویل فی شرح الاکلیل۔ (حوالہ: سالم قدوائی ۱۹۷ و مسعود انور ص ۵۹)

(۲) رسالہ فی حرمۃ الغناء۔ (حوالہ: مسعود انور ۷۰)

(۳) شرح المرشدین فی انساب المجددین۔ (حوالہ: مسعود انور ۷۰)

(۴) کحل العین فی رویۃ النیرین۔ (حوالہ: مسعود انور ۷۰)

---

[۱] تذکرہ کاملانِ رامپور ص ۱۴۷،

(۱۰) اخوندزادہ مولوی عیاض خاں (متوفی ۱۸۱۷ء/۱۲۳۳ھ[1])۔

اخوند زادہ مولوی عیاض خاں ولد اخوند زادہ محمد شاہ خاں قوم کے باجوڑی تھے آپ کے والد نواب سید احمد علی خاں کے عہد میں آنولہ میں آئے جب نواب سید محمد فیض اللہ خاں نے رامپور آباد کیا تو آپ کے والد رامپور آئے اور محمد عیاض خاں یہیں رامپور میں پیدا ہوئے آپ کو علوم وفنونِ عربیہ میں کامل دستگاہ تھی فلسفہ میں بڑا درجہ تھا۔ رامپور، بریلی، لکھنؤ میں علم کی تکمیل کی ،نواب سید محمد سعید خاں کو اور صاحب زادہ سید عبدالعلی خاں اور صاحب زادہ سید محمد عبداللہ کو پڑھایا تھا،نواب محمد سعید خاں ان کو بھائی کہکر پکارتے تھے۔ عملیات میں بھی کمال تھا علومِ ظاہری کیساتھ ساتھ جسمانی طاقت بھی بہت اچھی تھی اور تیراک بھی بہت اچھے تھے ۱۲۳۳ھ کو رامپور میں انتقال ہوا۔

تذکرہ علماءِ ہند میں ملا عیاض کی نسبت لکھا ہے کہ مفتی شرف الدین کے شاگرد تھے اور بحث ومباحثہ بہت کرتے تھے دستورالمبتدی عربی صرف کے مقابلہ میں ایک کتاب عربی دستورالمبتدی[2] لکھی سوال وجواب کی جگہ شک اور فک لکھا ہے۔

(۱۱) درویش محمد معروف بہ مولانا نجم اللہ صدیقی (۱۲۳۳ھ/۱۸۱۷ء[3])۔

درویش محمد رامپوری نولب سید احمد خاں کے ہاں ملازم تھے۔ ۱۲۴۴ھ میں انتقال ہوا ہے۔ مولانا عبدالحیٔ ناظم ندوۃ العلماء نے حافظ شوق سے فرمایا تھا کہ وہ شاہجہانپور کے رہنے والے تھے۔

خدابخش میں ''رسالہ فی الادویۃ المرکبہ'' کے نام سے ایک رسالہ موجود ہے۔

۱۔ تذکرہ کاملانِ رامپور ص ۲۴۸

۲۔ ایضا

۳۔ تذکرہ کاملانِ رامپور ص ۱۲۸۔

رضا لائبریری میں بھی مباحث الاطباء کے نام سے فنِ طب میں ایک رسالہ موجود ہے اس کے علاوہ آصفیہ ذخیرہ میں العجالۃ النافعہ نام کی کتاب محفوظ ہے حافظ احمد علی شوق نے غلام حسین کے حالات میں لکھا ہے کہ غلام حسین نے حکیم درویش کے رسالہ غریبہ عربی سے فارسی میں ترجمہ کیا ہے اس جملہ سے معلوم ہوتا ہے کہ درویش محمد نے رسالہ غریبہ کے نام سے عربی میں کتاب تصنیف کی تھی۔

عربی زبان کی مندرجہ ذیل کتابیں تصنیف کی ہیں۔

(۱) رسالہ فی الطب۔ (مخطوطہ: رامپور، کیٹلاگ عربی ۵/۳۴۴)

(۲) مباحث الاطباء۔ (مخطوطہ: رامپور، کیٹلاگ عربی ۵/۳۴۴)

(۳) رسالہ فی الادویۃ المرکبہ۔ (مخطوطہ: خدابخش پٹنہ ۸/ ۱۶۸)

(۴) رسالۃ العجالۃ النافعہ۔ (مخطوطہ: آصفیہ حیدرآباد ۲/ ۹۲۸)

(۵) رسالہ غریبہ۔ (حوالہ: تذکرہ کاملانِ رامپور، ص ۲۹۵)

(۱۲) مولوی سلام اللہ رامپوری (م ۱۲۳۳ھ/ ۱۸۱۷ء)[۱]۔

مولوی سلام اللہ رامپوری بن شیخ الاسلام بن فخر الدین بن شیخ عبدالحق دہلوی کی اولاد میں سے تھے، اپنے وقت کے مشہور عالم فاضل فقیہ مفسر و محقق تھے۔ تعلیم اپنے والد ماجد شیخ الاسلام اور دیگر علماءِ عصر سے حاصل کی۔ آپ کے جدِ امجد حافظ فخر الدین کی حدیث، فقہ، تصوف اور پر گہری نظر تھی اور تدوین و ترتیب تالیف و ترجمہ میں خاص مہارت حاصل تھی۔ آپ کے والد ماجد شیخ الاسلام جو بریلی کے صدر الصدور کے عہدے پر بھی فائز تھے، نے اپنے آباءواجداد کی وراثت کو آگے بڑھایا۔ اپنے والد کے بعد آپ نے یہ سلسلہ برقرار رکھا۔ آپ کے ذاتی حالات بہت کم ملتے ہیں لیکن آپ کے علم وکمال پر تمام تذکرہ نگاروں کا

---

[۱] تذکرہ کاملانِ رامپور ص ۱۵۸، نزہۃ ۷/ ۲۰۱۔

اتفاق ہے کہ آپ کو جملہ علومِ معقول و منقول میں کمال حاصل تھا اور کتبِ درسیہ وغیر درسیہ پر پوری قدرت تھی فقہ، حدیث اور تفسیر آپ کے خاص میدان تھے۔ دلی کے حالات سے بددل ہو کر رامپور تشریف لائے اور یہیں پر ایک عرصہ تک تدریسِ حدیث کے فرائض انجام دئے تصنیف و تالیف میں نہایت بلند پایہ کتابیں یادگار چھوڑیں ہیں۔ آپ کی جن تصنیفات کا سراغ ملتا ہے وہ عربی تفسیر حدیث فقہ اور تاریخ ہر ایک میں بے مثال ہیں کچھ ترجمہ سے متعلق ہیں، فنِ تفسیر میں الکمالین ہے، جو تفسیرِ جلالین کا عربی حاشیہ ہے، فنِ حدیث میں محلیٰ ہے جو موطا امام مالک کی شرح ہے یہ کتاب شاہ ولی اللہؒ کی مسوّیٰ (شرحِ مؤطا) جیسی ہے، بقول ڈاکٹر زبید احمد محلیٰ مسوّیٰ سے زیادہ جامع ہے اور بقول سید احمد قادری یہ کتاب شیخ سلام اللہ کے وفورِ علم پر شاہدِ عدل ہے۔

فنِ حدیث میں آپ کا ایک اور کارنامہ بخاری شریف کا فارسی ترجمہ ہے اسی طرح شمائلِ ترمذی کی شرح بھی کی ہے، اصولِ حدیث پر عربی میں ایک رسالہ تحریر فرمایا ہے فضائلِ اہلِ بیت کے موضوع پر خلاصۃ المناقب فی فضائل اہل البیت نامی کتاب لکھی ہے فقہ میں آپ کا ایک رسالہ ہے جو نماز کے اندر التحیات کے اندر انگشتِ شہادت اٹھانے کے موضوع پر ہے اسکا نام ''رسالہ فی الاشارۃ بالسبابۃ عند التشہد فی الصلوٰۃ'' ہے۔

۱۲۳۳ھ/ ۱۸۱۷ء میں رامپور میں انتقال ہوا اور بغدادی صاحب کے مزار کے احاطے میں دفن ہوئے۔

عربی تصنیفات کی فہرست درجِ ذیل ہے۔

(۱) خلاصۃ المناقب فی فضائلِ اہل البیت۔ (حوالہ: نزھہ ۷/۲۰۱)

(۲) رسالہ فی الاشارۃ عند التشہد فی الصلوٰۃ۔ (حوالہ: نزھہ ۷/۲۰۱)

(۳) رسالہ فی بشارۃ الجنہ۔ (مخطوطہ: رامپور، کیٹلاگ عربی ۲/۳۴۴)

(۴) کشف القناع عن اباحۃ السماع۔ (حوالہ: زبید ص ۳۴۳)

(۵) کمالین حاشیہ جلالین۔ (حوالہ: زبید ص ۲۷۶ دیکھئے مخطوطہ: دہلی ۳۱)

(۶) المحلیٰ شرح الموطا۔ (مخطوطہ: رامپور، کیٹلاگ عربی ۱/۲۳۷، خدابخش ۹۲۷ وآصفیہ ۴/۲۶۰)

(۱۳) مولوی غلام جیلانی رفعت (متوفی ۱۸۱۸ء)[۱]۔

عبدالقادر اپنے روزنامچے میں لکھتے ہیں "بنگش پٹھان تھے، مولانا بحر العلوم اور شاہ عبدالعزیز کے تلامذہ میں سے تھے فارسی میں اعلیٰ لیاقت تھی۔ جنگِ دوجوڑا کے حالات درِ منظوم کے نام سے لکھے ہیں یہ کتاب ۱۲۱۰ھ میں مکمل ہوئی، مولوی خلیل احمد شاہجہانپوری سے بیعت تھے، مولوی حیدر علی، مولوی خلیل الرحمٰن، منشی شرف الدین، مولوی غیاث الدین جیسے نامور فضلاء ان کے شاگرد تھے ۱۲۳۴ھ میں رامپور میں انکا انتقال ہوا۔ رفعت تخلص ہے۔ مجموعہ رفعت فارسی، دیوان ہشت خلد فارسی، انتخابِ کلام مختلف الشعراء اردو، منظوم جنگ نامہ دوجوڑا انکی تصانیف ہیں۔ مولوی غلام جیلانی رفعت کا ایک عربی غیر منقوط قصیدہ ہمارے کتب خانے میں محفوظ ہے"۔ احمد علی خاں شوق تذکرہ کاملانِ رامپور میں لکھتے ہیں کہ "مولوی احمد خاں شاہجہانپوری کے پوتے پیلی بھیت کمشنری بریلی میں رہتے تھے۔ پیلی بھیت سے آکر رامپور میں محلہ راجدوارہ میں ملا غیرت کی مسجد میں مقیم ہوئے۔ ملا غیرت کا مکان خرید کر اس محلہ میں قیام کیا اور کثرت سے طلباء کو پڑھایا"۔ مولوی عبدالقادر لکھتے ہیں "کہ آپ کی عربی غزل مفتی امیر اللہ خاں نے اپنی طرف نسبت کرلی ہے اسی سے زور طبیعت معلوم ہوتا ہے اور شیخ یمنی نے بھی اس کو مفتی امیر اللہ خاں کے نام سے لکھدیا ہے، علاوہ کمالاتِ ظاہری کے درویشی کا بھی شوق ہے منشی امیر مینائی نے انتخاب یادگار میں لکھا ہے "فارسی اردو دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے، قوتِ حافظہ کی یہ کیفیت سنی گئی کہ بعد

---

[۱] تذکرہ کاملانِ رامپور ص ۳۸۴۔

ختمِ مشاعرہ اکثر شعراء کی غزلیں شروع سے آخر تک پڑھ دیتے تھے، اسی برس کی عمر پائی، ۱۲۳۴ھ کو رامپور میں انتقال کیا۔ ملا عزت کی مسجد میں دفن ہوئے ان کے مزار پر اکثر حاجتمند آتے ہیں اور پھول چڑھاتے ہیں، زبانی روایت ہے کہ زمانہ سابق میں اہلِ شہر کا مدفن متصل موضع کھبریا مقام میں مولوی صاحب دفن ہوئے تھے، جب دریا میں سیلاب آیا اور اور قبریں دریا برد ہوگئیں تو مولوی غلام صاحب اور مولوی رفیع الدین خانصاحب نے قبر کھود کر نعش نکالی اور مسجد میں لا کر دفن کیا۔

(۱۴) منشی کندن لال اشکی بن منولال فلسفی بریلوی (م ۱۲۳۷ھ/۱۸۲۲ء)[۱]۔

زبید احمد لکھتے ہیں کہ "منشی کندن لال اپنے والد اور دادا کی طرح فارسی کے شاعر تھے انکی صرف دو کتابوں کا پتہ چلا (۱) القسطاس (۲) منتخب" لیکن رضا لائبریری میں رسالہ فی الانشاء نام کی ایک کتاب اور ملی ہے۔ ان کی عربی تصنیفات کی فہرست مع حوالہ درج کی جا رہی ہے۔

(۱) رسالہ فی الانشاء۔ (مخطوطہ: رامپور، کیٹلاگ عربی ۲۸۷۷)

(۲) القسطاس۔ (مخطوطہ خدابخش پٹنہ ۲۴۶۱ زبید ص ۳۸۲)

(۳) منتخبات۔ (فہرست مطبوعات کتب خدابخش لائبریری نمبر ۱۳۴۰)

(۱۵) مولوی سید رستم علی (م ۱۸۲۴ء)[۲]۔

مولوی رستم علی بن سید احمد اسماعیل بن سید محمد اسحاق کوڑا جہان آباد میں پیدا ہوئے بارہ سال کی عمر میں والدہ کا انتقال ہوگیا علوم وفنون کی تکمیل کیساتھ تکمیلِ باطنی کا شوق پیدا ہوا پندرہ سال کی عمر میں اپنے والد کی وساطت سے پیر محمد میاں ساکن ....سے بیعت ہونے کی

۱؎ دیکھئے زبید صفحہ ۳۸۲

۲؎ تذکرہ کاملانِ رامپور ص ۱۳۹، علم وعمل ص ۷۶، نزہہ ۷/۱۷۵

درخواست کی۔ پیر محمد میاں نے فرمایا تمہارا حصہ کشمیر میں ہے۔ آپ تحصیلِ علوم کے لئے فرخ آباد گئے تکمیل کے بعد جناب سید نواب فیض اللہ خاں کے عہد میں رامپور آئے۔ مولوی نور عالم اور مولوی امام بخش سے کتابیں پڑھیں کتبِ معقولات مولانا بحر العلوم سے حاصل کیں۔ اکیس برس کی عمر میں کل علوم سے فراغت حاصل کی علم و فضل میں بہت شہرت تھی آپ کے تلامذہ میں مولوی سید محبوب، مفتی شرف الدین، مولوی عبد القادر چیف صدر الصدور۔ مولوی سید منیر علی وغیرہ مشہور ہوئے ہیں۔ آپ کی تصانیف میں تقاریرِ سبعہ رسالہ ہے جو مولوی اسمٰعیل لندنی کے مباحثہ میں لکھا ہے۔ اس کے علاوہ رسالہ میرزاھد اور رسالہ حاشیہ صدرا ہے۔ نواب فیض اللہ خاں نے علماء میں وظیفہ مقرر کر دیا تھا وہی گزارے کا ذریعہ تھا۔ ۱۲۴۰ھ کو انتقال ہوا۔ نواب سید فیض اللہ خاں کے مقبرے کی مشرقی جانب دفن ہوئے ۶۳ سال کی عمر پائی تھی نہایت متقی اور پرہیز گار تھے۔ صاحبِ نزہہ لکھتے ہیں "منطق و حکمت کے مشہور عالم تھے عبد العلی بن نظام الدین لکھنوی اور دیگر علماء سے تعلیم حاصل کی"۔[1]

عربی تصنیفات۔

(۱) الحاشیہ علیٰ شرح الرسالۃ القطبیہ۔ (مخطوطہ: رامپور، کیٹلاگ عربی ۴/ ۳۲۰)

(۲) المباحث فی حدّ الانسان۔ (مخطوطہ: رامپور، کیٹلاگ عربی ۴/ ۴۱۸)

(۳) تقاریرِ سبع رسالہ۔ (حوالہ: تذکرہ کاملانِ رامپور ص ۱۳۹)

(۴) حاشیہ صدرا۔ (حوالہ: تذکرہ کاملانِ رامپور ص ۱۳۹)

---

[1] تذکرہ کاملانِ رامپور ص ۲۴۲۔

(۱۶) مولوی عبداللہ بن حنظلہ پگلوی[1]۔

مولوی عبداللہ بن حنظلہ ساکن ملک پگلی۔ آپ کی ایک کتاب فارسی زبان میں موسوم بہ طِب احمدی قلمی ۱۴۰ صفحات پر لکھی ہوئی کتب خانہ رامپور میں موجود ہے۔ اس میں مؤلف نے اپنا نام اور مقامِ سکونت کے بعد لکھا ہے کہ تحصیلِ جمیع علوم کے بعد تدریس و تصنیف شروع کی، پھر طب کا شوق ہوا۔ اس کو بھی بتمام وکمال حاصل کیا پھر نکاح کیا اور رامپور میں قاضی محلّہ میں سکونت اختیار کی ہندوستان میں اہلِ اسلام کی ریاست منقلب و منعکس ہوگئی تھی اس لئے اہلِ علم وکمال پریشان ہیں۔ مزید لکھتے ہیں درستی معاش اہلِ اسلام میں مشکل اور غیر اہلِ اسلام میں ممکن ہے لیکن نوکری غیر اہلِ اسلام کی بے ضرورت جائز نہیں لہٰذا مجھے معاش کی تکلیف ہے اس لئے تدریس وتصنیف کے لئے مجبور ہوں فی الحال چھوٹا سا رسالہ لکھ کر نواب احمد علی خاں بہادر والیِ رامپور (۱۲۲۵ھ۔۱۲۵۶ھ) کے حضور میں پیش کرتا ہوں تاکہ وہ میری دستگیری کریں''۔

اس کتاب پر کہیں کہیں حاشیہ پر نہایت بدخط عبارت ہے جو غالباً مؤلف کے قلم کی ہے خاتمہ پر سنہِ تصنیف ۱۲۳۴ھ مطابق ۱۲۲۶ھ فصلی درج ہے اور کوئی حال آپ کا معلوم نہیں ہوا، رضا لائبریری میں الحاشیہ علیٰ بدیع المیزان[2] نام کا ایک عربی قلمی رسالہ موجود ہے۔

(۱۷) مولانا سید جمال الدین بن کفایت علی رامپوری (م ۱۲۴۱ھ/۱۸۲۶ء[3])۔

مولانا سید جمال الدین بن کفایت علی قوم کے سید تھے اصل وطن رامپور تھا۔ آپ کے والد کے اولاد نہیں ہوتی تھی ایک درویش کی دعاء سے مولانا سید جمال الدین

۱؎ تذکرہ کاملانِ رامپور ص ۲۴۲۔ ۲؎ دیکھئے مخطوطہ: رامپور، کیٹلاگ عربی ۴/۲۸۴

۳؎ تذکرہ کاملانِ رامپور۔ ص ۹۱۔

اور ایک بھائی کمال الدین پیدا ہوئے، علوم عقلی و نقلی حدیث و تفسیر دہلی میں شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ سے پڑھی شاہ عبد العزیزؒ آپ کے ہم سبق تھے، درویشی کا خیال ہوا تو مولوی فخر الدین دہلوی سے بیعت کی اور خلافت پائی مرشد کے حکم سے رامپور میں قیام کیا یہاں ہر خاص و عام آپ کا معتقد ہوگیا۔ نہایت منکسر المزاج اور حلیم الطبع تھے، مسلمان، ہندو، شیعہ اور سنی سبھی آپکی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ نواب سید احمد علی خاں کو آپ سے بیحد عقیدت تھی اکثر آپ کی خدمت میں آتے تھے۔ مولانا فخر الدین دہلوی کو آپ سے اسقدر محبت تھی کہ جب بھی آپ دہلی جاتے تو مولانا دریا تک استقبال کو آتے اور پالکی سے اترنے نہ دیتے۔ مولانا جمال الدین نے ۱۰۳ سال کی عمر میں ۱۲۴۱ھ میں انتقال کیا، تمام شہر کے علماء غرباء جنازہ کیساتھ تھے نواب سید احمد علی خاں بھی جنازے میں شریک تھے انھوں نے آپ کو قبر میں اتارا۔ اور کہا کہ افسوس ایسا درویش پچاس برس تک میرے زیرِ دیوار رہا، مگر میں نے قدر نہ جانی۔ ان کا ایک قلمی رسالہ الشجرۃ الچشتیہ الصابریہ[1] نام کا رضا لائبریری میں موجود ہے۔

(۱۸) عنبر شاہ خاں آشفتہ و عنبر (م ۱۲۴۳ھ / ۱۸۲۷ء)[2]۔

عنبر شاہ خاں ولد صورت خاں ولد رضا خاں، نواب احمد علی خاں کے عہد کے باکمال شاعر تھے انھوں نے اپنے حالات فارسی رقعات موسوم بہ پنج گنج میں تحریر کئے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے آباء واجداد پشاور سے شاہ آباد آئے تھے عنبر شاہ خاں آنولہ میں پیدا ہوئے تھے بچپن میں والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا تھا جس کی وجہ سے زندگی بڑی

---

[1] دیکھئے مخطوطہ: رامپور، کیٹالاگ عربی ۵/ ۲۳۸

[2] تذکرہ کاملانِ رامپور ص ۱۷۱۔

پریشانی میں گذری اور جب نواب محمد نصر اللہ خاں، نواب احمد علی خاں کے نائب ہوئے تو عنبر شاہ ان کے پاس وقائع نگار کی حیثیت سے ملازم تھے ان کے علاوہ انھوں نے سید محمد برادر حافظ الملک حافظ رحمت خاں، نواب کریم اللہ خاں خلف نواب فیض اللہ خاں، نواب محمد عنایت اللہ خاں کی بھی ملازمت کی تھی حافظ احمد علی خاں شوق لکھتے ہیں ''انکی کتاب پنج گنج جو اشراق الخیال سے جانی جاتی ہے یہ تاریخی نام ہے جس سے ۱۲۴۳ نکلتے ہیں گویا ۱۲۴۳ھ تک زندگی ثابت ہوئی''، لیکن تذکرہ شمیمِ سخن میں انکی وفات ۱۲۳۹ھ تحریر ہے۔ مندرجہ ذیل تصانیف کتب خانہ میں موجود ہیں۔ مرآۃ الاصطلاح فارسی قلمی نوشتہ دستِ مصنف، مقدمہ جوہرِ عنبری، پنج گنج مسمیٰ بہ اشراق الخیال، بہارِ عنبر، سوادِ عنبر، سراجِ منہاج، بیاضِ عنبر، دیوانِ ریختہ، تدقیق الخیال اور عربی میں تعریفات مصطلحات النحو[1] وغیرہ ہیں۔

(۱۹) شیخ نیاز احمد بریلوی (۱۲۵۰ھ/۱۸۳۴ء[2])۔

شیخ عالم عارف نیاز احمد ابنِ رحمۃ اللہ علوی سرہندی ثم بریلوی مشائخِ چشتیہ کے بڑے عالم تھے۔ ۱۱۷۳ھ میں پیدا ہوئے (مسعود حسن نظامی کے مطابق انکی پیدائش ۱۱۵۵ھ میں ہوئی تھی) بچپن ہی میں آپ سرہند تشریف لے گئے تھے اور شیخ فخر الدین بن نظام الدین دہلوی کی تربیت میں رہے، اور انھیں سے تعلیم طریقت پائی۔ پھر اپنے شیخ کے ہی حکم سے بریلی چلے آئے اور وہیں پر مستقل قیام کیا وہ بہت جید عالم تھے علومِ حکمیہ اور فنونِ طب وریاضی میں خاص مہارت رکھتے تھے ان سے خواجہ احمد دہلوی نے بھی تعلیم حاصل کی تھی انکی تصنیفات میں سے حساب کے موضوع پر عربی کا یک رسالہ بھی ہے جسے

---

[1] یہ کتاب رضا لائبریری میں موجود ہے۔ دیکھئے مخطوطہ: رامپور، کیٹلاگ عربی

[2] نزہہ ۷/۵۲۰، چند شعراءِ بریلی ص ۶۱

انھوں نے سید مارہروی کے لئے لکھا تھا اور ان کا ایک فارسی اردو دیوان بھی ہے ۱۲۵۰ھ میں بریلی میں انتقال کیا اور یہیں دفن ہوئے حضرت شاہ صاحب کثیر التصانیف عالم تھے، مسعود حسین نظامی نے ان کی سترہ کتابوں کی فہرست دی ہے جو اسطرح ہے:

(۱) شمس العین (۲) کشف العین (۳) نور العین (۴) مجموعہ قصائدِ عربیہ (۵) شرحِ قصائدِ عربیہ (۶) رسالہ راز و نیاز (۷) تحفہ نیاز (۸) تسمیۃ المراتب (۹) لیعرفون (۱۰) لیعبدون (۱۱) حاشیہ شرحِ چغمینی (۱۳) حاشیہ ملا جلال (۱۴) رسالہ منطق (۱۵) ملفوظاتِ نیاز (۱۶) بیاض (۱۷) مجموعہ رسائل بر علومِ مختلفہ۔

اس فہرست میں مجموعہ قصائدِ عربیہ و شرحِ قصائدِ عربیہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شاہ صاحب کو عربی زبان میں قدرت حاصل تھی۔ مسعود حسین نظامی کے بقول ''آپ عربی میں امّی لقب فرماتے تھے، آپ کا شمار صوفی شاعروں میں ہوتا ہے، دیوان کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کو تصوف کے مقامات واحوال سے پوری واقفیت تھی اپنے صوفیانہ خیالات وواردات قلبی اور مشاہدات باطنی کا اظہار شعر کی زبان میں کیا''۔

ان کی جو عربی کتابیں ملی ہیں وہ اسطرح ہیں۔

(۱) رسالہ فی جذر الاصم۔ (مخطوطہ: رامپور، کیٹلاگ عربی ۴/ ۴۱۸)

(۲) الشجرۃ النقشبندیہ۔ (مخطوطہ: رامپور، کیٹلاگ عربی ۵/ ۲۳۸)

(۳) الشجرۃ النظامیہ۔ (مخطوطہ: رامپور، کیٹلاگ عربی ۵/ ۲۳۸)

(۴) شرح قصائد عربیہ، (حوالہ: چند شعراءِ بریلی ص ۶۱)

(۵) مجموعہ قصائدِ عربیہ (حوالہ: چند شعراءِ بریلی ص ۶۱)

---

[۱] تذکرہ کاملانِ رامپور ص ۳۲۴۔

(۲۰) فیض احمد بن شیخ محمد رامپوری (م ۱۲۵۱ھ/۱۸۲۵ء[1])۔

ان کے بارے میں کوئی معلومات نہیں ملی، حافظ احمد علی خاں شوق نے تذکرہ کاملانِ رامپور میں ص ۳۲۴ میں صرف اتنی اطلاع دی ہے کہ 'فیصلہ جائداد پیرزادہ اعظم الدین خاں محلّہ کٹرہ کے رہنے والے مؤرخہ ۲۴ ربیع الاول ۱۲۵۱ھ پر آپ کی مہر ہے اور حال معلوم نہیں۔ رضا لائبریری میں ''الحاشیہ علیٰ لواء الہدیٰ''[2] نام کا ایک قلمی رسالہ موجود ہے۔

(۲۱) مفتی شرف الدین (م ۱۲۶۸ھ/۱۸۵۲ء[3])۔

مفتی شرف الدین اصلاً پنجاب کے رہنے والے تھے رامپور میں آ کر علم و فضل میں وہ شہرت حاصل کی کہ علماءِ رامپور کا سلسلہ علم اکثر مفتی صاحب پر منتہی ہوتا ہے۔ نواب احمد علی خاں کے عہد میں عہدہ قضاء ان کے سپرد تھا نواب صاحب آپکی بہت عزت کرتے تھے موضع بگڑ کا اور پائندہ نگر واقع حضور تحصیل بطور معافی دئے تھے، ۱۲۵۶ھ میں جب وہ کلکتہ سے رامپور آ رہے تھے تو فتح پور میں حکیم احسان اللہ علی برادر مولوی رحمان علی مؤلف تذکرہ علماء ہند کے مکان پر ٹھہرے تھے، مولوی رحمان علی لکھتے ہیں فتح پور ہنسوہ میں اپنے داماد محمد سعید کی قبر پر فاتحہ خوانی کے لئے تشریف لائے میں اس زمانہ میں صغرِ سن تھا لیکن انکا حلیہ اب بھی خیال میں ہے وہ میانہ قد سیاہ رنگ سفید ریش، نحیف الجثہ اور ضعیف القویٰ تھے مزید لکھتے ہیں ''میں نے جو کچھ پڑھا ان سے پڑھا، اگر انکی پوری پوری تعریف کروں تو لوگ اغراق پر محمول کریں گے اکثر علوم میں یدِ طولیٰ ہے افتاء میں ابو یوسفِ زمانہ ہیں جو

---

[1] تذکرہ کاملانِ رامپور ص ۳۲۴ [2] دیکھئے مخطوطہ: رامپور، کیٹلاگ عربی ۴/۳۰۸

[3] تذکرہ کاملانِ رامپور ص ۱۷۰، دیکھئے تذکرہ علماءِ ہند ص ۲۳۲، علم و عمل ص ۸۰۔

طالبِ علم انکی خدمت میں جائیگا پھر اس کو اور جگہ لطف نہیں آ ئیگا'' نواب صدیق حسن خاں ابجد العلوم میں لکھتے ہیں، ''یہ شرف الدین تھے۔ مفتی شرف الدین کی ایک واقعہ سے بہت تذلیل ہوئی وہ یہ کہ نواب احمد علی خاں نے بعض وجوہ کی بناء پر اپنے خللِ دماغ اور بیماری کا بہانہ کیا اہل کارانِ رامپور نے ان کی معزولی کا منصوبہ بنایا مفتی شرف الدین اس سازش میں شریک تھے تمام حالات معلوم کر کے نواب صاحب نے اصل حالت اختیار کی اور سازش کرنے والوں کو سخت سزائیں دیں، مفتی شرف الدین کے ہاتھ گدھے کی دم سے بندھوا کر تمام شہر میں گھمایا آگے آگے شہنائی میں یہ شعر گنگنایا جارہا تھا۔

نکل کے وادیِ وحشت سے دیکھ اے مجنون
کہ شور و دھوم سے آتا ہے ناقہ لیلیٰ

نواب صاحب کہتے ہیں کہ میں نے مفتی شرف الدین کو یہ کہتے سنا تھا ''اب دیر کیا ہے'' چنانچہ ان کو ذلیل کر کے حوالات میں بند کروادیا۔ کچھ دنوں بعد ان کے چند شاگرد انکو خفیہ طور پر نکال کر لے گئے پھر لکھنؤ اور کلکتہ چلے گئے۔

مندرجہ ذیل عربی کتابیں ہیں

(۱) شرح سلم العلوم۔ (مخطوطہ: رامپور، کیٹلاگ عربی ۴/۴۰۰)

(۲) الفتاوٰی الشرفیہ۔ (مخطوطہ: رامپور، کیٹلاگ عربی ۳/۶۲ ۳)

(۳) سراج المیزان۔ (مخطوطہ: رامپور، کیٹلاگ عربی ۴/۴۲۰)

(۴) حاشیہ علیٰ الکافیہ۔ (حوالہ: زبید ص ۴۰۸ دیکھئے مخطوطہ دہلی ۱۱۶۷)

(۲۲) محمد حسن بریلوی[1]۔

محمد حسن بریلوی ابنِ مفتی ابوالحسن معقول ومنقول کے جید عالم تھے مفتی شرف الدین ودیگر علماء سے فیض حاصل کیا، ملاحسن نے معراج العلماء پر ایک طویل شرح لکھی ہے اس کے علاوہ حقیقتِ تصدیق کے متعلق 'غایۃ الکلام فی حقیقۃ التصدیق عند الحکماء والامام' کے نام سے ایک عربی رسالہ ہے۔ فارسی میں ایک رسالہ اصل الاصول کے نام سے تحریر کیا ہے''۔

(ا) غایۃ الکلام فی حقیقۃ التصدیق عند الحکماء و الامام (مطبوعہ: عمدۃ الاخبار بریلی ۱۲۶۳ھ دیکھئے رامپور منطق)۔

(۲۳) محمد ناصر خاں تخلص حشمت (م ۱۲۶۰ھ/۱۸۴۴ء[2])۔

محمد ناصر خاں ولد محمد یوسف خاں جیّد عالم تھے ناگپور میں اخوندزادے عبد الاحد خاں سے کتب درسیہ پڑھیں نظم فارسی میں سید رفیع الدرجات نزہت رامپوری سے تلمذ تھا، ناگپور میں رسالدار تھے ستر برس کی عمر پائی، کنز العابدین مسائل الفقہیہ اردو منظوم کتاب ۱۲۳۵ھ میں لکھی اس کا خطبہ حمد ونعت عربی[3] میں ہے اور نثر فارسی میں اپنی کتاب کے ماخذ میں ۷۵ کتابوں کے نام لکھے ہیں دیباچے میں اپنا نام اور والد کا نام لکھا ہے اور اپنے استاذ کو ان الفاظ میں یاد کیا ہے ''حضرت مولانا عارف باللہ عبد الاحد قاضی زادہ کنجورہ قدس اللہ سرہٗ'' اور کل ابواب اور فصول کی تفصیل لکھی یہ کتاب قلمی ۸۵۲ صفحات کی رضا لائبریری میں موجود ہے ۱۲۶۰ھ میں رامپور میں انتقال ہوا۔

---

[1] نزہہ ۷/۴۳۳۔

[2] تذکرہ کاملانِ رامپور ص ۴۰۸، [3] دیکھئے فہرست مخطوطات اردو نمبر ۱۱۴۱۔

(۲۴) غلام نبی رامپوری شاہجہانپوری[1]۔

غلام نبی رامپوری شاہجہانپوری منطق و حکمت کے بڑے عالم تھے آپ نے مولانا بحرالعلوم عبدالعلی اور ملاحسن ابنِ نظام مصطفیٰ سے رامپور میں تعلیم پائی اور دونوں حضرات کی خدمت میں طویل عرصہ تک رہے پھر مدرس ہوئے آپ سے بہت لوگوں نے فیض اٹھایا، منطق میں کئی کتابیں تصنیف کیں، جن میں رسالہ میر زاہد کا حاشیہ ہے۔

رضا لائبریری میں اُن کی درجِ ذیل عربی تصنیفات موجود ہیں۔

(۱) الحاشیہ علیٰ شرح الرسالۃ القطبیہ۔ (مخطوطہ: رامپور، کیٹلاگ عربی ۴/۳۱۶)

(۲) الحاشیہ علیٰ دائرالوصول۔ (مخطوطہ: رامپور، کیٹلاگ عربی ۳/۱۲)

(۲۵) مولانا نورالاسلام (م بعد ۱۲۴۷ھ/۱۸۳۱ء[2])۔

مولانا نورالاسلام بن مولانا سلام اللہ محدث رامپوری کتبِ متداولہ اور طب اپنے چچا اسد علی خاں تلمیذِ حکیم میر محمد ہاشم المخاطب بہ حکیم معتمد الدولہ سید علوی خاں خلف و شاگرد میر محمد ہادی اور اپنے والد سے پڑھیں۔ ریاضی میں خاص مہارت حاصل تھی معقول میں متعدد تصانیف موجود ہیں، نواب سید احمد علی خاں کے عہد میں دہلی سے رامپور آئے اور سو روپیہ ماہانہ کے ملازم ہوئے مولوی عبدالعلی خاں ریاضی داں انھیں کے شاگرد ہیں۔ طب میں درجہ کمال حاصل تھا حکیم محمد اعظم خاں آپ ہی کے شاگرد رشید ہیں مولوی عبدالقادر خاں اپنے روزنامچے میں لکھتے ہیں کہ سلامتِ طبع اور رسائیِ فکر اصابتِ رائے میں مغتنماتِ روزگار ہیں۔ رامپور میں انتقال فرمایا اور شاہ بغدادی صاحب کے مزار میں دفن ہوئے رسالہ اسطرلاب فارسی میں ۲۸ صفحات کا قلمی نسخہ ہے جسکو نواب نصر اللہ خاں بہادر

---

[1] نزہہ/۷/۳۶۲۔ [2] تذکرہ کاملان رامپور ص ۴۳۶۔

کے نام پر معنون کیا ہے یہ رسالہ رضا لائبریری میں موجود ہے۔

عربی میں اُن کی درج ذیل کتابیں ہیں۔

(۱) حاشیہ علیٰ شرح رسالۃ القطبیہ۔(مخطوطہ: رامپور، کیٹلاگ عربی ۴/۳۲۲)

(۲) حاشیہ علیٰ شرح سلم القاضی۔(مطبوعہ: مطبع سنگین جونپور دیکھئے رامپور منطق ۱۲۶، مخطوطہ: رامپور، کیٹلاگ عربی ۴/ ۳۸۸)

(۳) رسالہ فی تحقیق ماھیۃ المکان۔(مخطوطہ: رامپور، کیٹلاگ عربی ۴/ ۵۶۸)

(۴) رسالہ فی قوسِ قزح۔(مخطوطہ: رامپور، کیٹلاگ عربی ۴/ ۵۶۶)

(۲۶) نور عالم بن تاج عالم الصدیقی رامپوری[1]۔

نور عالم رامپوری کی ایک کتاب تقریر الدائر[2] موجود ہے جو دائرۃ الوصول مؤلفہ شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن مبارک شاہ بن محمد الہرک میرک معین کی شرح ہے رضا لائبریری میں اسکا ایک نسخہ قلمی موجود ہے یہ مخطوطہ ۱۴۸ ورق کا ہے زمانہ کتابت تیرھویں صدی ہجری کا ہے محمد علی شوق لکھتے ہیں کہ ''مولوی عبدالقادر نے اپنے روزنامچے میں لکھا ہے کہ میں نے ان سے میبذی کے چند جز تبرکاً پڑھے تھے میبذی کے حاشیہ سے انکی لیاقت ظاہر ہے ان کے بیٹے مولوی محب اللہ مرادآباد میں ہیں''۔

(۲۷) مولوی سید محبوب علی (م ۱۲۶۴ھ/ ۱۸۴۷ء)[3]۔

مولوی سید محبوب علی ابنِ سید رستم علی رامپور میں ۱۲۱۲ھ میں پیدا ہوئے علوم وفنون

---

[1] تذکرہ کاملانِ رامپور ص ۴۳۶، علم وعمل ص ۷۶۔

[2] دیکھئے مخطوطہ: رامپور، کیٹلاگ عربی ۳/۱۲

[3] تذکرہ کاملانِ رامپور ص ۳۴۱۔

فارسی و عربی اپنے والد سے حاصل کی ۱۷ سال کی عمر میں معقول و منقول علوم کی تحصیل سے فارغ ہوئے درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا مراد آباد میں شاہ بلاقی صاحب کے خاندان میں شادی ہوئی اس لئے مردآباد میں رہنے کا زیادہ اتفاق ہوتا تھا اپنے والد سے بیعت کی اور اجازت پائی مراد آباد کی رستم خاں والی مسجد میں نمازِ جمعہ کے بعد وعظ فرماتے تھے، بیان مین خاص تاثیر تھی نواب احمد علی خاں کے عہد میں مفتی عدالت بھی رہے صاحبزادہ عباس علی خاں بہادر کا بیان تھا کہ جب ہم دہلی میں رہتے تھے تو مولانا اتفاقاً دہلی تشریف لے گئے ہم نے ان سے جامع مسجد میں وعظ کہلوایا، آپ کے بیان سے اکثر لوگ بیہوش ہو گئے لوگوں کا کہنا تھا کہ شاہ عبدالعزیزؒ کے ہم پلہ بیان ہے مولوی غلام نبی کا بیان ہے کہ میں اکثر آپ کے بیان میں شریک ہوتا تھا اول قاری سے تلاوتِ قرآن کراتے پھر خود تلاوت کرتے پھر ترجمہ لفظی بیان کر کے قواعدِ صرفیہ ونحویہ بیان کرتے اس کے بعد مفسرین کے بیان اور احادیث کو ذکر کرتے اور پھر فقہ کے اصول اور اختلافِ ائمہ اربعہ کے وجوہ بیان کرتے اور آخر میں صوفیہ کے مطلب کو بیان کرتے تھے آپ کی تحقیق تھی کہ جمعہ ایک شہر میں ایک ہی جگہ ہونا چاہیئے۔ آپ لکھنؤ گئے شاہ پیر محمد کے ٹیلے پر شیخ علی محمد اور حافظ حیات اللہ خاں کے مکان پر مقیم تھے ۱۲۶۰ میں آپ سے مفتی سعد اللہ نے مناظرہ کیا تھا علماءِ فرنگی محل بھی جمع تھے اس کی حالت آپ کے فرزند مولوی شاہ علی مرحوم نے اپنی کتاب ازالۃ الفرق دررِ داشاعتِ جمعہ کے آخر میں شائع کرائی ہے مراد آباد میں سل کے عارضہ میں انتقال کیا۔ ان کی عربی کی ایک کتاب ''افادۃ المبتدی''[1] ملی ہے جو رضا لائبریری میں موجود ہے۔

---

[1] دیکھئے مخطوطہ: رامپور، کیٹلاگ عربی

(۲۸) مفتی غلام حسین ولد مولوی نصیر الدین (م ۱۸۵۵ء)[1]۔

مولوی غلام حسین ولد مولوی نصیر الدین بن مولوی شیر محمد علوی رامپور میں پیدا ہوئے مولوی عبدالقادر اپنے روزنامچے میں لکھتے ہیں کہ یہ بہت زبردست فاضل ہیں رامپور میں مفتی عدالت تھے سینکڑوں طلباء آپ سے فیضیاب ہوئے "شروق فی حل الفروق" فنِ طب کی کتاب ہے نواب سعید خاں کے حکم سے اسکا ترجمہ فارسی میں کیا گیا کتاب کتب خانہ میں موجود ہے اسی طرح نواب سعید خاں کے حکم سے حکیم محمد درویش کے رسالہ غریبہ کا عربی سے فارسی میں ترجمہ کیا یہ بھی کتب خانے میں موجود ہے عربی میں "القصیدۃ المدحیۃ"[2] کے نام سے ایک رسالہ موجود ہے۔

(۲۹) مولانا فیض احمد بدایونی (م ۱۲۷۴ھ/ ۱۸۵۷ء[3])۔

مولانا فیض احمد بن حکیم غلام احمد مولوی محلہ شہر بدایوں میں ۱۲۲۳ھ/ ۱۸۰۸ء میں پیدا ہوئے، تین سال کی عمر میں والد کا انتقال ہوگیا بچپن سے ہی ذہین وذکی تھے قدرت نے غضب کا حافظہ عطاء کیا تھا جو چیز ایک بار دیکھ لیتے تھے وہ حفظ ہوجاتی تھی والدہ نے اس ہونہار بچے کو اپنے بھائی مولانا فضلِ رسول کے سپرد کیا جنھوں نے ان کی تعلیم وتربیت پر خصوصی توجہ دی مولانا فیض احمد نے تمام علومِ معقول ومنقول اپنے ماموں اور شفیق استاد مولانا فضل رسول سے صرف چودہ سال کی عمر میں حاصل کرلئے تھے۔ دوسرے مروجہ علوم و فنون، خطاطی اور شعروشاعری میں بھی کمال حاصل تھا ایک قلیل عرصہ میں آپ کو بڑی شہرت حاصل ہوئی اور تشنگانِ علم آپ سے فیض حاصل کرنے کے لئے آپ کی طرف رجوع

---

[1] تذکرہ کاملانِ رامپور ص ۲۹۴۔

[2] دیکھئے مخطوطہ: رامپور، کیٹلاگ عربی

[3] "العلم" کراچی شمارہ اکتوبر تا دسمبر ۱۹۵۶ء، مضمون "مولانا فیض احمد بدایونی" از محمد ایوب قادری۔

کرنے لگے تھے علومِ ظاہری سے فراغت کے بعد علومِ باطنی کی طرف راغب ہوئے اور اپنے نانا حضرت مولانا عبدالمجید سے سلسلہ قادریہ برکاتیہ میں بیعت کر کے علومِ باطنی کی تکمیل کی اس کے بعد مسندِ درس سنبھالی آپ کے تلامذہ کی کثیر تعداد ہے ملازمت کے دوران بھی آپ طلباء کو درس دیتے تھے آگرہ میں بورڈ آف ریونیو میں سررشتہ دار کے عہدہ پر فائز ہوئے فرائضِ منصبی نہایت دیانت، محنت اور راستبازی سے انجام دیتے تھے حکام بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے اس زمانہ میں سرولیم میور لفٹنٹ گورنر یوپی نے آپ سے عربی پڑھی اس متعصب انگریز گورنر نے مشہور کتاب "لائف آف محمد (ﷺ)"، لکھی ہے جسمیں آنحضرت (ﷺ) اور اسلام پر رکیک حملہ کیا ہے اس کتاب کا جواب سرسید نے بڑے مدلل انداز سے دیا ہے دورانِ قیامِ آگرہ میں آپ کا تعلق تحریکِ آزادی کے علماء سے ہوا، شاہ احمد اللہ اس جماعت کے سربراہ تھے، مولانا فیض احمد اور ڈاکٹر وزیر خاں اس کے سرگرم رکن تھے برٹش حکومت نے شاہ حمد اللہ کے معتقدین کو جھوٹے مقدمے میں پھنسا کر انھیں منتشر کرنا چاہا لیکن کامیابی نہیں ہوئی اتفاق سے اس زمانے میں ہنومان گڑھی کا واقعہ پیش آیا مہنتوں نے مسجد میں اذان بند کر دی مسجد کے ایک حصہ کو نقصان پہنچایا اودھ کے نواب اور برٹش حکومت نے اس واقعہ پر کوئی ایکشن نہیں لیا تو علماء نے اس واقعہ کے خلاف علمِ جہاد بلند کیا ۱۸۵۵ء میں غلام حسین اور مولوی صالح نے مفسدوں سے جنگ کی اور شہید ہو گئے اس جنگ کے بعد شاہ حمد اللہ مع فیض احمد بدایونی اور ڈاکٹر وزیر خاں اپنے مریدین کیساتھ لکھنؤ و فیض آباد پہنچے حاکمِ فیض آباد نے انھیں قید کر لیا ۱۸۵۷ء کے غدر کے موقع پر مولانا فیض احمد بدایونی نے مجاہدین کا ساتھ دیا اور انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ صادر کیا، لیکن جیسا کہ تاریخ سے ظاہر ہے مجاہدین کو شکست کھانی پڑی اور مسلمانوں کا

زبردست مالی و جانی نقصان ہوا، حمداللہ شاہ صاحب اس موقع پر شہید ہو گئے اور انکی جماعت منتشر ہو گئی جنرل بخت خاں، شہزادہ فیروز خاں، اور دوسرے سربرآوردہ لوگوں نے راہِ فرار اختیار کی فیروز خاں شہزادہ اور ڈاکٹر وزیر خاں مکہ معظّمہ چلے گئے مولانا فیض احمد کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ نیپال چلے گئے تھے لیکن اس واقعہ کے بعد انکا پتہ نہیں چلا مولانا کہاں گئے، کیا حشر ہوا کچھ معلوم نہیں۔ مولانا فیض احمد بدایونی کو شعر و شاعری سے مناسبت طبعی تھی رسوؔا تخلص فرماتے تھے عربی فارسی اردو تینوں زبانوں میں شعر کہتے تھے عربی زبان پر ادیبانہ دسترس رکھتے تھے نظم و نثر میں یکساں قدرت تھی حضرت شیخ عبدالقادرؒ کی منقبت میں ایک سو گیارہ اشعار کا قصیدہ لکھا ہے ان قصائد کو عرب میں خوب سراہا گیا مولانا برِ صغیر میں عربی کے صاحبِ طرز شاعر تھے اور کثیر تصانیف کے مالک تھے اکثر مسودات شاگرد لے گئے اور ان کا پتہ نہیں چل سکا بہت سے مسودات غدر میں ضائع ہو گئے آپ کی تصانیف میں سے علمِ کلام میں رسالہ تعلیم الجاہل ہے جو شاہ محمد اسحاق دہلوی کی کتاب "تفہیم المسائل" کے جواب میں لکھا ہے۔ حاشیہ شرح ہدایۃ الحکمۃ، صدرا شیرازی، تعلیقات علیٰ فصوص الفارابی کے علاوہ مجموعہ نثر و قصائدِ عربیہ موسومہ ہدیہ قادریہ ہے، اس میں ایک سو گیارہ نثر کے فقرے ہیں اس طرح ایک ہزار ایک سو گیارہ اشعار عربی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی منقبت میں ہیں "ہدیہ قادریہ"[1] کو مولانا عبدالقادر بدایونی نے طبع کرایا تھا اس پر عبدالمقتدر بدایونی نے حاشیہ لکھا ہے۔

---

[1] یہ کتاب ۱۳۰۳ھ میں مطبع نسیم سحری بدایوں سے شائع ہوئی ہے ایک کاپی رضا لائبریری میں موجود ہے۔ دیکھئے فہرست مطبوعات عربی نظم ۲۱۰۔

(۳۰) شاہ احمد سعید مجددی بن شاہ ابوسعید مجددی (م ۱۲۷۷ھ/۱۸۶۰ء[1])۔

۱۲۱۷ھ میں رامپور میں پیدا ہوئے بچپن میں قرآن حفظ کیا شاہ درگاہی کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے دہلی میں حضرت شاہ غلام علی مجددی سے بیعت کی اکثر تصوف کی کتابیں مثلاً قشیری، عوارف المعارف، اولیاء العلوم نفحات، رشحات، مکتوب امام ربانی اور مثنوی مولانا روم وغیرہ شاہ صاحب سے پڑھیں، ترمذی اور مشکوٰۃ المصابیح بھی شاہ صاحب سے پڑھیں، کتبِ معقولات ومنقولات مولوی فضل احمد امام، رشید الدین، مولانا شاہ عبدالعزیز، مولوی رفیع الدین، شاہ عبدالقادر سے پڑھیں۔ ۱۲۴۹ھ میں حج کو تشریف لے گئے، ۱۲۷۷ھ میں مدینہ منورہ میں انتقال فرمایا اور حضرت سیدنا عثمانؓ کی قبر کے پہلو میں دفن ہوئے۔

اُن کی عربی تصنیفات ہیں۔

(۱) الفوائد الضابطہ فی اثبات الرابطہ۔ (زبید ص ۳۱۷)

(۲) رسالہ فی التصوف (زبید ص ۳۱۷)

(۳۱) سید اولاد احمد بدایونی (م ۱۲۸۱ھ/۱۸۶۴ء[2])۔

مولانا حافظ سید اولاد احمد خلف خواجہ سید آلِ احمد شاہ کا سنِ ولادت تقریباً ۱۲۰۸ھ ہے۔ والد صاحب کے حکم سے تعلیم کی غرض سے مراد آباد گئے پھر وہاں سے رامپور پہنچے۔ مفتی شرف الدین سے ادب منطق، فقہ اور اصولِ فقہ کی تعلیم حاصل کی، پھر مولوی محمد اسماعیل لندنی سے تکمیل کی۔ نہایت ذہین تھے، بہت جلد سارے علوم سے فارغ ہوگئے۔ خوش نویسی، انشاء پردازی، عربی وفارسی زبان میں مہارت تھی۔ اودھ کے نواب نے سلطانپور

---

[1] تذکرہ کاملانِ رامپور ص ۱۴۔

[2] حیاۃ العلماء ص ۴۱ تا ۴۳۔

کے تحصیلدار کے عہدے پر مامور کیا، کچھ دنوں بعد ملازمت ترک کر دی۔ آپ کی تصانیف میں سے مفتاح اللغہ ہے۔ جسے سید ابن احمد کی تعلیم کے لئے تالیف کیا تھا۔ شمس الضحیٰ عربی لکھنؤ میں شائع ہوئی تھی، ''سراج التحقیق'' عربی میں ''ضابطہ تہذیب منطق'' کی مبسوط شرح تصنیف کی ہے اس کے علاوہ ادب و منطق و فلسفہ کی بعض کتابوں پر شروح و حواشی تحریر فرمائے ہیں۔ ۱۲۸۱ھ میں رحلت فرمائی۔

(۳۲) مولانا فضلِ حق بن فضلِ امام خیر آبادی (م ۱۲۷۸ھ/ ۱۸۶۱ء)[1]۔

مولانا فضلِ حق خیر آبادی ۱۲۱۳ھ میں ضلع سیتاپور کے خیر آباد قصبے میں پیدا ہوئے، آپ کا سلسلہ نسب حضرت عمرؓ تک پہنچتا ہے مولانا فضلِ حق خیر آباد غیر معمولی ذہین اور قوی الحافظ تھے، چار ماہ میں قرآن حفظ کرلیا تھا، آپ کی ساری تعلیم آپ کے والد ماجد سے ہوئی البتہ حدیث شاہ عبد القادرؒ سے پڑھی، اور کل تیرہ سال کی عمر میں تمام علوم وفنون کی تکمیل کرلی۔

تحصیلِ علم کے بعد درس وتدریس کا مشغلہ اپنایا آپ کے درس میں دور دراز کے لوگ شامل ہوتے تھے۔ والد کے انتقال کے بعد انگریزی گورنمنٹ میں نوکری کرلی اور صدر الصدور بنائے گئے۔ لیکن کچھ دنوں کے بعد استعفیٰ دیدیا اور نواب فیض محمد والیِ جھجھر کے پاس چلے گئے پھر مہاراجہ الور کے پاس کچھ دنوں رہے وہاں چھوڑ کر کچھ دنوں تک سہارنپور میں قیام کیا۔ ٹونک کے نواب کے پاس بھی کچھ دنوں تک رہے۔ ابتداء میں انھیں محکمہ نظامت دیا گیا۔ بعد ازاں محکمہ قضاء و مرافعہ عدالت میں افسر مقرر ہوئے اس کے ساتھ ساتھ انھیں مدرسہ عالیہ کا صدر مدرس بنا دیا گیا محکمہ قضاء میں مفتی شرف الدین اور

---

[1] تذکرہ علماءِ ہند ص ۳۸۲، یونس نگرامی ص ۲۱۲۔

مفتی عبدالقادر چیف ان کے معاون تھے۔ اسی زمانے میں نواب کلبِ علی خاں نے بھی تبرکاً کچھ مولانا فضلِ حق سے پڑھا۔ مولانا نے طبیعات کی مشہور نصابی کتاب ''الہدیۃ السعیدیہ'' تحریر کی اور اسے نواب محمد سعید خاں کے نام معنون کیا۔ ۱۸۵۷ء کے انقلاب میں انھیں باغی قرار دیا گیا اور بطور سزا کالے پانی (جزیرہ انڈومان) بھیج دیا گیا۔ حالتِ اسیری اور جلاوطنی میں ۱۲۷۸ھ میں مولانا کا انتقال ہوا۔

علمی خدمات۔

(۱) الحاشیہ علیٰ شرح رسالۃ القطبیہ۔ (مخطوطہ: رامپور، کیٹلاگ عربی ۴/۳۲۲)

(۲) کتاب المعقولات، (مخطوطہ: رامپور، کیٹلاگ عربی ۴/۴۲۲)

(۳) رسالہ فی العلم والمعلوم۔ (مخطوطہ: رامپور، کیٹلاگ عربی ۴/۴۲۲)

(۴) الحاشیہ علیٰ شرح القاضی۔ (مخطوطہ: رامپور، کیٹلاگ عربی ۴/۳۹۰)

(۵) الھدیۃ السعیدیہ۔ (مطبوعہ: مطبع سوسائٹی بریلی ۱۲۸۳ھ (رامپور، حکمت ۶۴) مخطوطہ: رامپور کیٹلاگ عربی ۴/۵۶۸)

(۶) الھدیہ علیٰ الھدیۃ السعیدیہ۔ (مطبوعہ: مطبع احمدی پریس رامپور ۱۳۲۰ھ دیکھئے رامپور حکمت ۶۴)

(۷) حاشیہ علیٰ شرح السلم۔ (مطبوعہ: مطبع المطابع دہلی ۱۳۱۷ھ دیکھئے رامپور منطق ۴۳)

(۸) الروض المجود۔ (مخطوطہ: رامپور، کیٹلاگ عربی ۴/۴۱۴۔)

(۹) الرسالۃ الغدریہ۔ (الثورۃ الہندیہ) (مخطوطہ: رامپور، کیٹلاگ عربی ۵/۱۱۰)

(۱۰) مجموعۃ القصائد۔ (مخطوطہ: رامپور، کیٹلاگ عربی قدیم نمبر ۴۴۰۱، ۳۶۴۶)

(۱۱) الرسالۃ فی قاطیغوریاس۔ (حوالہ: مسعود انورص ۲۴۶)

(۱۲) حاشیہ علیٰ الافق المبین۔ (علیگڑھ سبحان اللہ کلکشن دیکھئے حوالہ: مسعود انورص ۲۴۶)

(۱۳) الرسالہ فی الردعلیٰ القائلین بحرکۃ الارض۔ (برلن ۱۱۴ دیکھئے حوالہ: مسعود انورص ۲۴۶)

(۱۴) الجنس الغالی فی شرح الجوھر العالی۔ (حوالہ: تذکرہ علماءِ ہندص ۳۸۲)

(۱۵) حاشیہ تلخیص الشفاء۔ (حوالہ: یونس نگرامی ص ۲۱۲)

(۱۶) تحقیق الاجسام۔ (حوالہ: یونس نگرامی ص ۲۱۲)

(۱۷) تحقیق الکلی الطبعی۔ (حوالہ: یونس نگرامی ص ۲۱۲)

(۱۸) امتناع النظیر۔ (حوالہ: یونس نگرامی ص ۲۱۲)

(۱۹) تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ۔ (حوالہ: یونس نگرامی ص ۲۱۲)

(۳۳) مولوی عبدالعلی خاں رامپوری (م ۱۲۸۵ھ / ۱۸۶۸ء[۱])۔

مولوی عبدالعلی خاں ولد ملا عبدالرحیم خاں ابنِ مولوی حاجی محمد سعید تیراہی ۱۲۰۳ھ میں رامپور میں پیدا ہوئے علوم وفنون عربی میاں مدن اپنے والد زبیر اور مولوی غفران سے حاصل کیے، رامپور میں مفتی عدالت ہو گئے تھے شاعری کا شوق تھا علی تخلص کرتے تھے۔ عربی نظم مین اپنے فرزند مولوی عبدالغنی خاں کو یوں مخاطب کیا ہے۔

فاجهد بطاعته و اقصد عرضه

واتبع ماعن القرآن مفهوم

واستغفر ونا و حر سائلاً ابدا

و لا تقنط فانت مهد مرحوم

۱۲۸۵ھ میں انتقال ہوا ہے مکان سے متصل مسجد واقع مدرسہ کہنہ میں دفن ہوئے۔

(۳۴) احمد علی رامپوری (م ۱۲۸۵ھ / ۱۸۶۸ء)۔

لائبریری میں ''النظام الیوسفی''[۲] مصنفہ احمد علی رامپوری نام کا ایک قلمی نسخہ فقہِ حنفی کے فن میں مندرج ہے احمد علی کے بارے میں متعین نہیں ہوسکا کہ کون احمد علی ہیں حافظ احمد

---

[۱] تذکرہ کاملانِ رامپور ص ۲۲۷۔

[۲] دیکھئے مخطوطہ رامپور کیٹلاگ عربی ۳/۳۶۶۔

علی شوق نے تذکرہ کاملان میں ایک احمد علی بن مولوی نور خاں کا تذکرہ کیا ہے جن کا انتقال ۱۲۸۷ھ میں ہوا ہے ایک شیخ احمد علی بن شیخ نادر علی تخلص احمد کا ذکر کیا ہے جو نواب کلبِ علی خاں کے استاد تھے ان کا سن وفات ۱۸۹۲ء تحریر کیا ہے لیکن کیٹلاگ میں سن وفات (۱۲۸۵ھ/ ۱۸۶۸ء) درج ہے، ولدیت کا ذکر نہیں ہے۔

(۳۵) مولوی خلیل الرحمٰن بن عرفان[1]

صاحبِ نزہہ لکھتے ہیں خلیل الرحمٰن بن عرفان بن عمران بن عبدالحلیم رامپوری ٹونکی فقہ اور اصول کے ممتاز عالموں میں سے تھے رامپور میں پیدا ہوئے اپنے والد نیز مفتی شرف الدین اور شیخ حسن بن غلام مصطفیٰ لکھنوی سے تعلیم پائی، پھر ٹونک گئے اور نواب احمد علی خاں کے عہد میں قاضی القضاۃ کے منصب پر سرفراز ہوئے علامہ حیدر علی سے بعض مسائل پر مناظرہ ہوا جس سے بددل ہو کر ٹونک سے پھر رامپور آگئے، پھر رامپور سے حج کو تشریف لے گئے وہاں سے رامپور واپس آنے کے بعد جاورہ کے امیر محمد خاں کی ملازمت کر لی اور وہیں قیام کیا حافظ احمد علی شوق لکھتے ہیں ''رامپور میں پیدا ہوئے کتابیں مولوی غلام جیلانی رفعت سے پڑھیں'' مولوی عبدالقادر اپنے روزنامچے میں لکھتے ہیں کہ ''نعم البدل بدر ہیں، علاوہ فضلاءِ موروثی کے فنونِ ریاضی، تاریخ، علومِ ادبیہ اور تحریر فارسی اور طب سے مناسبت ہے آخر عہدِ نواب امیر الدولہ بہادر ٹونک گئے نواب وزیر الدولہ کے زمانے میں مولوی حیدر علی سے شکر رنجی ہوگئی اس لئے رامپور واپس آگئے جس زمانے میں ٹونک سے رامپور آئے، نواب یوسف علی خاں کا زمانہ تھا مولوی خلیل الرحمٰن کی تصنیف سے ''حاشیۃ الدوار'' کا نام سنا ہے''۔

---

[1] تفصیل کے لئے دیکھئے نزہہ ۱۶۰/۷، تذکرہ کاملانِ رامپور ص ۱۲۲، علم و عمل ص ۷۰۔

اُن کی عربی تصنیفات۔

(۱) رسالہ فی جذر الاصم۔ (مطبوعہ: مطبع حنفی ۱۲۶۸ھ دیکھئے رامپور، منطق ۵۳)

(۲) الدائر شرح علیٰ منار الاصول۔ (تذکرہ کاملانِ رامپور ص۱۲۲)

(۳) شرح ماۃ عامل۔ (حوالہ: نزھہ ۷/۱۶۰)

(۴) رسالہ منظوم فی العروض۔ (حوالہ: نزھہ ۷/۱۶۰)

(۵) تعلیقات علیٰ غلام یحییٰ۔ (حوالہ: نزھہ ۷/۱۶۰)

(۶) تعلیقات علیٰ میرزاھد علیٰ شرح المواقف۔ (حوالہ: نزھہ ۷/۱۶۰)

(اس کے علاوہ نزھہ میں عربی اشعار کے نمونے بھی درج ہیں)

(۳۶) مولوی نورالدین بن اسماعیل رامپوری[1]

حافظ احمد علی شوق لکھتے ہیں کہ "مولوی نذیر احمد صاحب ملازم ایشیاٹک سوسائٹی بنگال نے ہندوستان کے اکثر شہروں کا دورہ کر کے انگریزی میں کتابوں کی فہرست مرتب کی تھی، اس میں لکھتے ہیں کہ لکھنؤ کے یحییٰ گنج میں واجد حسین کتاب فروش کے ہاں ایک کتاب "کن فیکون" نامی مؤلفہ محمد اسماعیل شاہ رامپوری ملی۔ میں تو علماءِ رامپور کے حالات جمع کر رہا تھا، میں نے اس کتاب کو سرکاری کتاب خانے کے لئے خرید لیا اس میں عربی کے کئی رسالے ہیں سب کی ایک ہی تقطیع ہے ایک ہی خط ہے اور ذیل کے رسالے موجود ہیں[2]۔

مصنف کے بارے میں کوئی حال معلوم نہیں تصانیف کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مکہ مکرمہ میں قیام کے دوران لکھی گئی ہیں، رامپور میں کسی شخص سے اس کا حال معلوم

---

[1] تذکرہ کاملانِ رامپور ص ۴۰۷۔

[2] ان رسالوں کی تفصیلات باب سوم کے علم الکلام کے تحت درج کی گئی ہے۔

نہیں ہوسکا۔

ان کی عربی کتابوں اور رسالوں کی فہرست حوالوں کے ساتھ درج کی جاتی ہے۔

(۱) سلطان الحرمین وامام القطبین۔ (مخطوطہ: رامپور، کیٹلاگ عربی ۲/۳۵۴)

(۲) کن فیکون۔ (مخطوطہ: رامپور، کیٹلاگ عربی ۲/۳۵۴)

(۳) رسالہ فی الذبح۔ (مخطوطہ: رامپور، کیٹلاگ عربی ۲/۳۵۴)

(۴) ایمان اللہ الحمید۔ (مخطوطہ: رامپور، کیٹلاگ عربی ۲/۳۵۶)

(۵) بیعۃ الرضوان۔ (مخطوطہ: رامپور، کیٹلاگ عربی ۲/۳۵۶)

(۶) توبۃ النصوح۔ (مخطوطہ: رامپور، کیٹلاگ عربی ۲/۳۵۶)

(۷) نصر اللہ لخلفاءِ بیت اللہ۔ (مخطوطہ: رامپور، کیٹلاگ عربی ۲/۳۵۸)

(۸) البدیع فی المذھب الحنفی۔ (مخطوطہ: رامپور، کیٹلاگ عربی ۲/۳۵۸)

(۹) بیعۃ بید خلیفۃ الرحمٰن۔ (مخطوطہ: رامپور، کیٹلاگ عربی ۲/۳۶۰)

(۱۰) میزان العقل۔ (مخطوطہ: رامپور، کیٹلاگ عربی ۲/۳۶۰)

(۱۱) نور الھدایہ۔ (مخطوطہ: رامپور، کیٹلاگ عربی ۲/۳۶۰)

(۱۲) کتاب الحنیف۔ مخطوطہ: رامپور، کیٹلاگ عربی ۲/۳۶۲)

(۱۳) کتاب الوھاب۔ (مخطوطہ: رامپور، کیٹلاگ عربی ۲/۳۶۲)

(۱۴) کتاب التقوىٰ۔ (حوالہ: زبید ص ۳۱۳)

(۳۷) مولوی نور النبی ولد محمد اسحاق (م ۱۲۸۷ھ/۱۸۷۰ء[۱])۔

مولوی نور الدین ولد محمد اسحاق ولد مولوی احمد، نسب حضرت محمد ابنِ حنیفہ تک منتہی ہوتا ہے، آپ کے دادا مولوی احمد پنجاب سے آئے تھے اپنے خاندان میں علوم وفنون عربی

[۱] تذکرہ کاملانِ رامپور ص ۴۳۵۔

وفارسی کی تعلیم حاصل کی، مولوی محمد علی اور دیگر علماء وفضلاء سے کتابیں پڑھیں۔ عربی کے سارے علوم پر کامل دسترس تھی، تفسیر فقہ حدیث اور ریاضی میں خاص ملکہ تھا، مدرسہ عالیہ رامپور میں مدرس تھے اکثر فتویٰ پر آپکی مہریں ہیں، آپ کے شاگردوں کی تعداد کثیر ہے، ساٹھ برس کی عمر میں پیچش کے عارضہ میں ۱۲۸۷ھ میں رامپور میں انتقال ہوا، راہِ نجات مطبوعہ نظامی ۱۲۸۵ھ کے آخر میں ایک فتوی پر آپ کی مہر ہے، گویا اس سنہ تک زندگی یقینی ہے شاہ بغدادی کے مزار میں دفن ہیں مولوی نورالنبی نے قرآن شریف کے تین پاروں کی تفسیر عربی میں نہایت ضخیم لکھی تھی، آپ کے فرزندِ صغیر حیات النبی ان کتابوں کو اپنے ساتھ ہوشنگ آباد لے گئے تھے رامپور میں واپس نہیں آئیں۔

(۳۸) مولوی فضل رسول بدایونی (م ۱۲۸۹ھ/۱۸۷۲ء)[۱]۔

ابنِ شاہ عبدالمجید ۱۲۱۳ھ/ ۱۷۹۸ء میں پیدا ہوئے تاریخی نام ظہور محمد ہے مروجہ درسی کتابوں کی تحصیل وتکمیل مولوی نورالحق فرنگی محلی سے کی، علمِ طب میر علی موہانی، علم حدیث وتفسیر شیخ المکہ، عبداللہ سراج اور شیخ المدینہ شیخ عابد مدنی اور علمِ تصوف اپنے والد ماجد سے حاصل کیا قادریہ وچشتیہ سلسلہ میں بیعت وخلافت اپنے والد ماجد سے پائی، چند بار حرمین شریفین گئے ایک بار دہلی سے احرام باندھ کر بمبئی تک پیدل گئے ہمیشہ مخلوق کی ہدایت وتعلیم وتدریس میں مشغول رہتے، وہابیوں کی بیخ کنی میں بہت کوشش کرتے بہت سے مشہور علماء وفضلاء نے ان سے استفادہ کیا ہے، ان میں مولوی فیض احمد بدایونی، مولوی سخاوت علی جونپوری، مفتی سعداللہ آبادی، مولوی شاہ احمد سعید رامپوری اور مولوی عنایت علی چریا کوٹی ہیں ۱۲۸۲ھ/۱۸۷۲ء کو ستاسی سال کی عمر میں انتقال ہوا، بدایوں میں دفن ہوئے

---

[۱] تذکرہ علماءِ ہند ص ۳۸۰۔

مولوی عبدالسلام سنبھلی نے ''انا فضل الرسول'' سے تاریخِ وفات نکالی ہے۔ تصانیف میں بوارقِ محمدیہ، تصحیح المسائل، معتقد والمنتقد، سیف الجبار، فوز المومنین، تلخیص الحق، احقاق الحق، شرحِ فصوص الحکم، رسالہ طریقت، حاشیہ میر زاہد، حاشیہ ملا جلال، طب الغریب اور متفرق مسائل میں دیگر رسائل ہیں۔

درجِ ذیل عربی کتابیں لکھی ہیں۔

(۱) المعتقد المنتقد۔ (مطبوعہ مطبع الہندے ۱۲۷۰ھ دیکھئے رامپور، ردو ۱۵)

(۲) حاشیہ میر زاھد۔ (حوالہ: تذکرہ علماءِ ہندص ۳۸۰)

(۳) حاشیہ ملا جلال۔ (حوالہ: تذکرہ علماءِ ہندص ۳۸۰)

(۳۹) حکیم احمد خاں تخلص فاخر (م ۱۲۹۰ھ/۱۸۷۳ء[۱])۔

۱۱۸۸ھ میں پیدا ہوئے عربی کتابیں مختلف علماء مولوی رستم علی و مولوی مبین لکھنوی وغیرہ سے پڑھیں، حکیم سید اکبر علی نجیب آبادی سے طب کی تکمیل کی، حکیم محمد اعظم خاں ان کے شاگرد تھے نواب احمد علی خاں بہادر کے معالج تھے عربی نظم و نثر پر پوری قدرت تھی، طبِ سعید فارسی میں عربی نظم[۲] موجود ہے، نظم اردو میں مولوی قدرت اللہ شوق کے شاگرد تھے طبِ سعیدی رسالہ جوب چینی، رسالہ ماء الجبین، رسالہ خواص ادویہ فارسی اور نوطرزِ حکمت کتابیں یادگار ہیں نوے برس کی عمر میں ۱۲۹۰ء میں انتقال ہوا۔

۱۔ تذکرہ کاملان رامپور ص ۸۔

۲۔ دیکھئے فہرست مخطوطات فارسی نمبر ۱۴۴۳۔

(۴۰) مولوی حاجی احمد علی بن مرزا جان الاحراری (م ۱۲۹۴ھ/ ۱۸۷۷ء)[1]۔

مولوی احمد علی ولد مرزا جان رامپور میں محلہ محسن کے کنویں کے پاس رہتے تھے، رامپور میں تمام علوم وفنون کی تکمیل کر کے خود پڑھانا شروع کیا، سینکڑوں شاگرد ہوئے پھر تکمیلِ علم کے لئے باہر کا سفر کیا، آپ قاری بھی بے مثل تھے دہلی میں مولانا فخر الحسن سے پڑھا ریاست باندہ میں آٹھ برس ملازم رہے، ۱۲۷۷ھ میں حج کیا، ۱۲۷۸ھ میں اپنے ماموں میر احسن علی کے پاس حیدر آباد گئے وہاں مختار الملک اعظم نے مدرس مدرسہ مقرر کیا، ۱۲۸۰ھ میں رامپور آئے، کچھ دن قیام کر کے پھر حیدر آباد چلے گئے، ۱۲۹۴ھ میں حیدر آباد میں انتقال ہوا آپ کی تصانیف میں رسالہ اثبات الظفر، قطعہ معجزہ شق القمر فارسی واثبات الاخیار فی اعجاز سید ابرار اردو وغیرہ ہیں، عربی میں ایک قلمی کتاب ''رسالہ فی تحقیق اجتماع الحسن البصری مع علی بن ابی طالب''[2] نام کا رضا لائبریری میں موجود ہے۔

(۴۱) مفتی سعد اللہ رامپوری (م ۱۲۹۴ھ/ ۱۸۷۷ء)[3]۔

مفتی سعد اللہ ابنِ نظام الدین مراد آبادی ثم رامپوری، مراد آباد میں واقع کرول محلہ میں موسری والی مسجد کے عقب میں مکان تھا۔ ۱۲۱۹ میں پیدا ہوئے، صغرِ سن میں والد کا انتقال ہو گیا، بڑے بھائی نے تعلیم وتربیت شروع کی، بھاوج کی شکایت پر بڑے بھائی سے ناراض ہو کر نکل گئے، رامپور میں مسجد فراش خانہ میں قیام رہا، مولوی نور خاں سے پڑھا، پھر نجیب آباد جا کر مولوی عبد الرحمٰن قہستانی سے شرحِ جامی متنِ متین اور دیگر کتب

---

[1] تذکرہ کاملانِ رامپور ص ۲۲۔

[2] دیکھئے مخطوطہ: رامپور، کیٹلاگ عربی ۶/ ۱۹۶

[3] نزہہ ص ۷/ ۱۹۹۔ تذکرہ علماءِ ہند ص ۲۱۴۔ حدائق الحنفیہ ۴۸۹

پڑھیں۔ ۱۲۳۹ھ میں بزمانہ اکبر شاہ ثانی دہلی میں مولانا شاہ عبد العزیز دہلویؒ مولانا محمد اسحاق محدث دہلویؒ اور مولوی صدر الدین خاں صدرِ اعلیٰ سے اکثر درسیات پڑھیں، ۱۲۴۳ھ میں لکھنؤ پہنچے ۱۲۵۰ھ میں مراد آباد واپس آئے، شادی کی اور پھر لکھنؤ جا کر مدرسہ شاہی میں مدرس ہوئے، اس کے بعد کچہری کوتوالی میں مفتی کے عہدہ پر ترقی پائی، انتیس سال ملازمت کی، شیخ جمال مکی سے حدیث کی سند حاصل کی ۱۲۶۰ھ میں مولوی محبوب علی سے جمعہ کے مسئلہ پر مناظرہ ہوا، ۱۲۷۰ھ میں حج و زیارتِ حرمین شریفین سے مشرف ہوئے، غدر سے پہلے نواب یوسف علی خاں بہادر فردوسِ مکان نے رامپور بلا کر عہدہ قضا و افتاء اور حاکمِ مرافعہ مقرر کیا اور انتقال تک اسی عہدہ پر مقرر و مامور رہے عربی و فارسی علوم و فنون میں ایک بے مثل بزرگ تھے آپ کی عربی فارسی دونوں زبانوں میں کثیر کتابیں ہیں فارسی میں آشفتہ تخلص فرماتے تھے۔ آپ کے کتب خانے میں آٹھ سو سے زیادہ کتابیں تھیں۔ ۱۲۹۴ھ میں رامپور میں انتقال کیا اور شاہ بغدادی صاحب کے مزار کے احاطے میں دفن ہوئے مولوی لطف اللہ اور مولوی بشارت اللہ دو فرزند یادگار چھوڑے ہیں۔

مولانا کا شمار کثیر التصانیف مصنفین میں ہوتا ہے۔

عربی میں مندرجہ ذیل کتابیں تصنیف کی ہیں۔

(۱) الحاشیہ علیٰ شرح السلم۔ (مخطوطہ: رامپور، کیٹلاگ عربی ۴/۳۸۶)

(۲) خیر المسہل لمسئلۃ الطہر المتخلل۔ (مطبوعہ: مطبع علوی لکھنؤ ۱۲۹۳ھ (رامپور فقہ ۲۹)

(۳) رسالہ فی اجوبۃ الشبہات۔ (مخطوطہ: رامپور، کیٹلاگ عربی ۴/۵۷۰)

(۴) رسالہ فی علم الواجب، (مطبوعہ: مطبع علوی ۱۲۹۳ھ)

(۵) القول المانوس فی صفات القاموس (مطبوعہ: مطبع الحسنی رامپور ۱۲۸۷ھ دیکھئے رامپور لغت ۴۳)

(۶) کاشف الظلام عما یتعلق بالالف واللام۔ (مخطوطہ: رامپور، کیٹلاگ عربی ۱۵۸۳)

(۷) مفید البصیرہ فی نسبۃ سبع عشیرہ۔ (مطبوعہ: مطبع نعمانیہ دیوبند دیکھئے رامپور ہیئت ۳۱)

(۸) المعالجۃ العجالہ۔ (مطبوعہ: مطبع محمدی لکھنؤ ۱۲۶۳ھ دیکھئے رامپور حکمت ۳۲)

(۹) مجموعۃ الوافیہ فی العروض والقافیہ۔ (مطبوعہ: مطبع نظامی کانپور ۱۲۹۴ھ دیکھئے رامپور عروض ۱۴)

(۱۰) یوسفیہ فی علمی العروض والقافیہ۔ (مطبوعہ: مطبع نول کشور دیکھئے رامپور عروض ۱۶

مخطوطہ: رامپور، کیٹلاگ عربی نمبر ۵۱۱۲)

(۱۱) نور الایضاح فی اغلاط الصراح۔ (حوالہ: مسعود انورص ۲۱۶)

(۱۲) غایۃ البیان۔ (حوالہ: مسعود انورص ۲۹۶)

(۴۲) مفتی اسماعیل مراد آبادی لندنی[۱]۔

اسماعیل بن مفتی وجیہ الدین مراد آبادی مشہور بہ لندنی فلسفہ حکمت کے عالم تھے اپنے بچپن میں ہی لکھنؤ آ گئے تھے اور وہاں کے علماء سے تعلیم پائی بعد میں وہیں عہدہ قضاء پر مامور ہو گئے۔ پھر اودھ کے نواب نصیر الدین حیدر نے اُنھیں سفیر بنا کر انگلینڈ بھیجا، وہاں ایک عرصہ تک مقیم رہے اور ایک یورپین عورت سے شادی کی، لندن میں عرصہ تک قیام کرنے کی وجہ سے لندنی مشہور ہو گئے تھے ان کی بدعقیدگی کے بارے میں ایک واقعہ بیان کیا جاتا ہے۔ وہ اپنی بیوی کیساتھ ہندوستان آ رہے تھے راستہ میں بیوی نے کہا کہ "آپ حج کے لئے تشریف لے چلئے، یہ بات انھیں ناگوار گذری، اور جواب دیا کہ میں دیواروں پر یقین نہیں رکھتا"

انکی تصانیف میں حاشیہ علیٰ شرحِ التہذیب للیزدی اور حاشیہ علیٰ شرحِ ہدایۃ الحکمۃ للمیبذی، اور حاشیہ علیٰ تشریح الافلاک للعاملی وغیرہ ہیں۔ فارسی میں مقاماتِ حریری کی شرح لکھی ہے سات جلدوں پر مشتمل مشہور لغت تاج اللغات کے مرتبین میں سے ہیں۔ شیخ اوحد الدین بلگرامی، سید غنی تقی زید پوری اور مفتی سعد اللہ مراد آبادی کیساتھ مفتی اسماعیل لندنی کا

---

[۱] نزہہ ۷/۶۱۔

نام بھی شامل ہے یہ کتاب نواب نصیر الدین حیدر کے عہد میں لکھی گئی ہے اسماعیل لندنی نے اس میں عربی میں مقدمہ لکھا ہے جس میں نصیر الدین کی تعریف کی ہے''

عربی کی درجِ ذیل کتابیں ملتی ہیں۔

(۱) الحاشیہ علیٰ شرح التہذیب۔ (مخطوطہ: رامپور، کیٹلاگ عربی ۴/ ۳۵۶)

(۲) المباحث فی حدالانصاف۔ (مخطوطہ: رامپور، کیٹلاگ عربی ۴/ ۴۱۸)

(۳) الحاشیہ علی المشاۃ باالتکریر۔ (حوالہ: دیکھئے مخطوطہ فرنگی محل ۸۲۷/ ۱۶۶ مسعود انور ص ۲۴۵)

(۴) الحاشیہ علیٰ المیبذی۔ (حوالہ: مسعود انور ص ۲۴۵، دیکھئے مخطوطہ فرنگی محل ۹۶۳/ ۲۶۴)

(۵) حاشیہ علیٰ شرح ہدایۃ الحکمۃ۔ (حوالہ: نزھہ ۷/ ۶۲)

(۶) حاشیہ علیٰ تشریح الافلاک للعاملی۔ (حوالہ: نزھہ ۷/ ۶۲)

(۴۳) مولوی حکیم علی حسین خاں، (۱۲۹۴ھ/ ۱۸۷۷ء)۔[1]

حکیم علی حسین خاں خلفِ اکبر حکیم غلام حسین لکھنؤ میں جوہری محلہ میں رہتے تھے، وہیں ۱۲۳۱ھ میں پیدا ہوئے، لکھنؤ میں نامی اساتذہ مولوی عبدالحکیم فرنگی محلی، مولوی حسین احمد ملیح آبادی، مولوی سلامت اللہ کانپوری، مفتی محمد سعد اللہ مرادآبادی، حکیم مینا صاحب لکھنوی سے علومِ فارسی عربی صرف ونحو، منطق، حکمت، ریاضی، ہیئت، ادب، اصولِ فقہ، تفسیر وحدیث وغیرہ کی تعلیم حاصل کی۔ درسِ نظامی کی کتابیں پڑھیں۔ پڑھاتے بھی تھے اور مطب بھی کرتے تھے۔ معاصرین میں علمی اعتبار سے یکتائے روزگار تھے۔ تورع، اتقاء، خوش اخلاقی، حلم اور تواضع میں بے مثال تھے لکھنؤ میں مفتی سعد اللہ کے درس میں تھے نواب فردوس مکاں (نواب یوسف علی خاں) نے مفتی صاحب کو رامپور طلب فرمایا اور حکیم صاحب کو بھی یاد فرمایا۔ معقول وظیفہ مقرر کیا اور حکیم صاحب کو طبیبِ خاص مقرر کیا

---

[1] تذکرہ کاملانِ رامپور ص ۲۵۵

آپ کے تلامذہ کی تعداد کثیر ہے مشہور شاگردوں میں مولوی حکیم محمد سعید معالج نظام دکن حکیم محمد سعید امروہوی افسر الاطباء حیدر آباد دکن، حکیم سید حفاظت حسین، حکیم سید الطاف حسین متوطن نواحِ پٹنہ معالج نواب محمد علی خاں صاحب رئیس ٹونک، حکیم سید جعفر علی، حکیم عبد الغنی، حکیم سید معصوم محمود آباد، حکیم عبد الحق مرحوم، حکیم نور الدین قادیانی، حکیم سید محمد نذیر آبادی، حکیم خواجہ محمد حسن مترجم میزان الطب، حکیم خواجہ بدر الدین خاں مصنف رسالہ بحران فارسی، مولوی محمد لطف اللہ رامپوری، حافظ مظہر علی رامپوری وغیرہ ہیں۔

حکیم صاحب نے محمود آملی اور قانون شیخ الرئیس گیلانی پر عربی میں تحریر فرمایا ہے۔ چند اور کتب پر حواشی ہیں مگر شائع نہیں ہوئے۔ مولوی حکیم عبد الرشید خاں ربانی اور حکیم سید عبد الخالق فرماتے ہیں کہ نفیسی کا حاشیہ حکیم صاحب نے لکھ کر اپنے استاد مولوی عبد الحلیم فرنگی محلی کی خدمت میں پیش کیا کہ بنظرِ اصلاح ملاحظہ فرمالیں مگر مولوی صاحب نے اپنے نام سے وہ حاشیہ چھپوادیا جو آجکل رائج ہے۔

آپ نے پہلا حج ۱۲۷۰ھ میں مفتی سعد اللہ و دیگر علماء کیساتھ ادا کیا، دوسرا حج ۱۲۸۹ھ میں نواب علی خاں کیساتھ ادا فرمایا، اسی سفر میں حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ سے بیعت ہوئے، مکہ میں قیام کے دوران ۱۲۹۴ھ میں انتقال ہوا، ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے پاس آپ کا مدفن ہے۔

(۴۴) مولوی محمد عمر تخلص صولت (م ۱۲۹۵ھ/۱۸۷۸ء[۱])۔

نہایت دانشمند اور عالم متبحر تھے جامع معقول ومنقول، ذکی الطبع، مناظر زبردست، شاعرِ فصیح اور واعظِ بے مثال تھے۔ حاشیہ عینی، شرحِ ہدایہ، اور رسالہ طنطنہ صولت، درجاتِ

---

[۱] تذکرہ کاملانِ رامپور ص ۲۰۔ تذکرہ علماءِ ہند ص ۴۵۴۔

سماع یادگار ہیں۔ مولوی محمد حسین لاہوری غیر مقلدین کے پیشوا نے سوالاتِ عشرہ مشتہر کئے تھے مولوی صاحب نے ہر ایک سوال کا جواب لکھا اور اسکا نام عشرہ مبشرہ رکھا رمضان المبارک ۱۲۹۵ھ کو انتقال فرمایا۔

(۴۵) مولوی عالم علی ابنِ کفایت علی (م ۱۲۹۵ھ/۱۸۷۸ء)[1]۔

مولوی عالم علی ابنِ کفایت علی ابنِ سید فتح علی ساکن قصبہ نگینہ ضلع بجنور مقیم مرادآباد عالم متبحر، حافظ، محدث، طبیب اور قاری تھے۔ مولوی فرید الدین، غفران رامپوری، مفتی شرف الدین، مولوی نوازش نگینوی اور مولوی تہور علی نگینوی سے علوم حاصل کئے۔ ریاست رامپور سے تیس روپے ماہانہ پاتے تھے رامپور میں قیام کیا۔ نہایت متورع وزاہد تھے۔ ۱۲۹۵ھ/۱۸۷۸ء میں انتقال کیا مرادآباد میں دفن ہوئے آپ کی تصانیف میں سے رسالہ ''ولا الضالین'' مطبع مجتبائی میں سولہ صفحوں میں طبع ہوا ہے عبارت فارسی میں ہے ایک فتویٰ ہے اور اس کے حاشیہ پر رسالہ تحقیق الصاد مولوی محمد شاہ پنجابی کا ہے، رسائلِ فضائلِ صیام، فضائلِ رسول، رسالہ تعددِ جمعہ، شرحِ ضابطہ، شرحِ تہذیبِ یزداں وغیرہ ہیں۔

رضا لائبریری میں ''الحجۃ البالغۃ''[2] نام کا قلمی رسالہ ہے جو نبی ﷺ کے معجزات کے بارے میں ہے۔

(۴۶) صاحب زادہ علی عباس خاں (م ۱۲۹۸ھ/۱۸۸۰ء)[3]۔

صاحب زادہ علی عباس خاں ابنِ صاحب زادہ علی حسین خاں ابنِ عظیم اللہ خاں

۱؎ تذکرہ کاملان ص ۱۸۹۔

۲؎ دیکھئے مخطوطہ: رامپور، کیٹلاگ عربی ۵/ ۴۸۔

۳؎ تذکرہ کاملانِ رامپور ص ۱۸۹،

ابنِ مصطفیٰ خاں ابنِ صاحب زادہ علی یار خاں ابنِ نواب علی محمد خاں روہیلہ رامپور میں پیدا ہوئے ناز و نعمت دولت و ثروت میں پرورش پائی، مولوی حافظ محمد رضا خاں، مولوی ارشاد حسین اور مفتی سعد اللہ سے کتب عربی پڑھیں۔ طب میں حکیم ابراہیم خاں لکھنوی سے استفادہ کیا بے نقط عربی زبان میں سورہ یوسف[1] کی تفسیر لکھی تقریباً ۱۲۹۸ھ کو حج کو گئے۔ مدینہ منورہ میں انتقال ہوا، اور حضرت حمزہؓ کے مزار کے متصل دفن ہوئے۔

(۴۷) مولوی نقی علی خاں ابنِ مولوی رضا علی خاں بریلوی (م ۱۸۸۰ء[2])۔

مولوی نقی علی خاں بریلی میں یکم رجب ۱۲۴۶ھ/۱۸۳۰ء میں پیدا ہوئے اپنے والد ماجد سے تربیت پائی اور انھیں سے درسی علوم حاصل کئے، ذہنِ ثابت اور رائے صائب رکھتے تھے حق تعالیٰ نے انکو اپنے ہمعصروں میں ممتاز فرمایا تھا فطری شجاعت کے علاوہ سخاوت، تواضع اور استغناء کی صفات سے متصف تھے اپنی عمرِ عزیز کو سنت کی اشاعت اور بدعت کے رد میں صرف کیا۔ ۱۲۹۴ھ شاہ آلِ رسول مارہروی کی خدمت میں پہنچے اور ان سے بیعت کی اور تمام سلاسلِ جدیدہ و قدیمہ کی اجازت و خلافت کا حکم نامہ اور سند حاصل کی۔ ۱۲۹۵ھ میں حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ سید احمد زینی دحلان وغیرہ علماءِ کرام سے علمِ حدیث کی سند حاصل کی۔ ذیقعدہ کی آخری تاریخ ۱۲۹۷ھ/۱۸۸۰ء میں انتقال ہوا۔

آپ کی تصانیف۔

الکلام الاوضح فی تفسیر الم نشرح (ایک ضخیم جلد ہے)، (۲) وسیلۃ النجاۃ (سیرت

---

[1] دیکھئے مخطوطہ: رامپور، کیٹلاگ عربی ۲۹۲/۱

[2] تذکرہ علماءِ ہند ص ۵۳۰، نزہہ ۷/ ۵۰۸، (ان کے حالات کے ضمن میں صاحب تذکرہ علماءِ ہند نے ۲۵ کتابوں کے نام لکھے ہیں زبان کی کوئی صراحت نہیں ہے)

پر) (۳) سرور القلوب فی ذکر المحبوب (وسیلۃ النجاۃ کا خلاصہ ہے)، (۴) جواھر البیان فی اسرار الارکان (ارکانِ دین کے بیان میں)، (۵) اصول الرشاد تصحیح مبانی الفساد (بدعتِ نجدی کے رد میں)، (٦) ہدایۃ البریہ الی الشریعۃ الاحمدیہ (متعدد فرقوں کا رد جو انگریزی فساد کیساتھ ظاہر ہوئے ہیں)، (۷) اذاقۃ الاناملمانعی حمل المولود و القیام (۸) ازالۃ الاوہام (ردِ فرقہ نجدیہ)، (۹) تزکیۃ الایقان فی رد تقویۃ الایمان (۱۰) فضل العلم و العلماء (۱۱) الکواکب الزہراء فی فضائل العلم (۱۲) الروایۃ الرویہ فی الاخلاق النبویہ (۱۳) النقادۃ النقویہ فی الخصائص النبویہ (۱۴) لمعۃ النبر اس فی آداب الاکل واللباس (۱۵) التمکین فی تحقیق مسائل التزئین (۱٦) احسن الدعاء لآداب الدعاء (۱۷) خیر المخاطبہ فی المحاسبۃ و المراقبہ (۱۸) ھدایۃ المشارق الی سیر الانفس و الآفاق (۱۹) ارشاد الاحباب الی آداب الاحتساب (۲۰) اجمل الکفر فی مباحث الذکر (۲۱) عین المشاہدہ فی ...المجاھدہ (۲۲) تشویہ الملاواۃ الی طریق محبۃ اللہ (۲۳) نہایۃ السعادہ فی تحقیق الہمۃ و الارادہ (۲۴) اقوی الذریعہ الی تحقیق الطریقہ (۲۵) ترویح الارواح فی تفسیر سورۃ الانشراح۔

(۴۸) سلطان حسن بریلوی (م ۱۲۹۸ھ[۱])۔

شیخ فاضل سلطان حسن ابنِ احمد حسن عثمانی بریلوی، منطق و حکمت کے بڑے عالم تھے ولادت و پرورش بریلی میں ہوئی۔ عہدہ قضاء پر مامور تھے پھر ترقی کر کے گورکھپور میں قاضی القضاۃ کے عہدہ پر مامور ہوئے، عدالتی مشغولیت کے باوجود درس و تدریس کا بھی سلسلہ جاری تھا انکی ایک کتاب ''غایۃ التقریب فی ضابطۃ التھذیب'' ہے جس میں انھوں نے مفتی سعد اللہ، شیخ عبد الحکیم لکھنوی و دیگر علماء پر تنقید کی ہے بعض مزید رسالے اپنے استاد فضلِ حق کے دفاع اور مفتی سعد اللہ وغیرہ کے رد میں لکھے ہیں۔ ۱۲۹۸ھ میں انتقال ہوا۔

---

[۱] نزہہ/۷/۲۰۳۔

ان کی مندرجہ ذیل عربی کتابیں ہیں۔

(۱) احقاق الحق۔ (مطبوعہ: مطبع عمدۃ الاخبار بریلی، دیکھئے رامپور انتقاد نمبر۱)

(۲) شرح رسالہ فی اجوبۃ الشبہات۔ (مخطوطہ: رامپور، کیٹلاگ عربی ۴/۵۷۰)

(۳) شرح ضابطۃ التہذیب۔ (مطبوعہ: مطبع علوی لکھنؤ ۱۲۹۴ھ دیکھئے رامپور منطق ۷۲)

(۴۹) حکیم عبدالکریم خاں تخلص محبّ (م ۱۸۸۱ء/۱۲۹۹ھ[۱])۔

حکیم عبدالکریم خاں ولد حکیم غلام اکبر خاں عرف حکیم کلو خاں قوم پٹھان محلہ کھاری کنویں میں رہتے تھے، رامپور میں پیدا ہوئے اکثر کتب علوم عربی مفتی سعد اللہ سے پڑھیں اور رامپور میں یہ انکے ارشد تلامذہ میں شمار ہوتے تھے، شہر کے مختلف علماء سے بھی علم حاصل کیا طب اپنے دادا سے پڑھی۔ فارسی شاعری میں شیخ احمد علی کے شاگرد تھے، درس بہت دیا، اکثر شہری اور بیرونی علماء نے فائدہ حاصل کیا حکیم نورالدین قادیانی بھی ان کے شاگرد تھے نہایت متین متدین اور پاک نہاد تھے مدرسہ عالیہ میں بھی کچھ دنوں ملازم رہے فالج کی وجہ سے ذرا گویائی میں کمی آ گئی تھی بھیکم پور میں انتقال ہوا، التحفۃ العلویہ[۲] نام کا ایک قلمی رسالہ رضا لائبریری میں موجود ہے۔

(۵۰) مولوی محمد عماد الدین خاں (م ۱۳۰۰ھ/۱۸۸۲ء[۳])۔

مولوی محمد عماد الدین خاں ابنِ مولوی محمد نظام الدین رامپور میں پیدا ہوئے، علومِ عقلی و نقلی مولوی شاہ محمد عرف شیرازی، مولوی منیر علی مفتی محمد سعد اللہ، مولوی محمد علی سے پڑھیں، ریاضیات، ہیئت، ہندسہ اور علمِ مثلث مولوی عبدالعلی ریاضی داں رامپور سے حاصل کیں، طب مولوی حکیم علی حسین خاں لکھنوی سے حاصل کیا خوشخطی میں خطِ نستعلیق، میر عوض علی

۱۔ تذکرہ کاملانِ رامپور ص ۳۳۶۔

۲۔ دیکھئے (مخطوطہ: رامپور، کیٹلاگ عربی ۴/۵۷۰)

۳۔ تذکرہ کاملانِ رامپور ص ۲۶۴۔

عدیل فیض آبادی اور خطِ نسخ میاں جی عبد اللہ اور غلام رسول سے سیکھا فنِ انجینئرنگ رڑکی کالج سے حاصل کیا فیضِ باطنی ملا سبحان شاہ اور اخوند محمد حیات سے پایا۔ ابتدائے عمر سے تا حیات ریاست اندور میں اعلیٰ منصب پر ممتاز رہے۔ رامپور میں ۱۸۸۲ء کو انتقال ہوا۔ آپ کی تصانیف میں سے یہ کتابیں موجود ہیں۔ تفسیرِ عماد الدین بزبانِ عربی، عماد العلوم، لغت اردو، رسالہ استخراج، مزاجِ ادویہ فارسی، عماد اللغات، ترجمہ نکہت از سنسکرت، ناموس لباب والقاموس لغت بزبانِ فارسی، یہ سب قلمی کتابیں آپ کے صاحبزادے مولوی محمد سعید الدین کے پاس موجود ہیں۔

(۵۱) محمد حسن بن ظہور حسن اسرائیلی سنبھلی (م ۱۳۰۵ھ/ ۱۸۱۸ء)[1]۔

سنبھل میں پیدا ہوئے اپنے عہد کے اساتذہ سے ابتدائی تعلیم حاصل کی پھر رامپور آ گئے اور وہاں مولانا سدید الدین دہلوی، و دیگر علماء سے پڑھا۔ پھر بعض مدارس میں مدرس ہوئے نہایت ذہین فطین قوی الحافظہ تھے۔

انکی تصانیف میں ایساغوجی کی مختصر شرح جسے شروع سے آخر تک ایک ہی دن میں لکھا تھا۔ میزان المنطق ایک بسیط شرح ہے۔ اسکا نام منطق الجدید ہے۔ یہ کتاب رضا لائبریری میں موجود ہے اس کے علاوہ القول الوسیط فی الحبل المؤلف والبسیط، سوانح الزمن علیٰ شرح السلم، نظم الفوائد علیٰ شرح العقاید، شرح اصول الشاشی، حاشیہ ھدایۃ الفقہ، تنسیق النظام، حاشیہ مسند امام اعظم وغیرہ کتابیں ہیں ۱۳۰۵ھ میں انتقال ہوا ہے۔

اُن کی عربی تصنیفات۔

(۱) سوانح الزمن علی المولوی حسن۔ (مطبوعہ: مطبع نظامی بدایونی ۱۳۰۱ دیکھئے رامپور منطق....)

---

[1] نزہہ ۸/ ۴۱۸۔

(۲) القول الوسیط فی الجعل المؤلف و البسیط ۔ (مطبوعہ: مطبع نظامی بدایونی ۱۳۰۱ دیکھئے رامپور منطق.....)

(۳) مختصر فرائض شریفی ۔ (مطبوعہ: مطبع مرتضوی دہلی ۱۲۸۹ھ دیکھئے رامپور فرائض ۱۲)

(۴) المنطق الجدید ۔ مطبوعہ: مطبع انوارِ محمدی لکھنؤ ۔ ۱۲۹۵، دیکھئے رامپور منطق ۱۰۰)

(۵) حاشیہ مسند الامام الاعظم ۔ مطبوعہ: اصح المطابع لکھنؤ ۔ ۱۳۱۶ (رامپور مسانید ۱۷۳)

(۵۲) سید نذیر احمد شاہ بدایونی (م ۱۳۰۹ھ[۱])۔

مولانا حکیم سید نذیر احمد شاہ خلف اصغر حضرت خواجہ سید آلِ احمد شاہ ۱۲۴۳ھ میں پیدا ہوئے پندرہ سال کی عمر تھی تو والد کا انتقال ہو گیا اپنے بڑے بھائیوں سے ابتدائی تعلیم حاصل کی پھر دہلی گئے اور ایک عرصہ تک وہیں قیام کیا ادب بلاغت کی کتابیں محمد فیض الحسن سہارنپوری سے پڑھیں منطق فلسفہ مولوی فضل حق خیر آبادی اور مفتی صدر الدین دہلوی سے حاصل کیا تفسیر و حدیث کی تکمیل کے بعد طب کے حصول کی طرف توجہ کی فنِ طب حکیم سید فیض علی شاگرد حکیم قدرت اللہ و حکیم عزت اللہ خاں سے حاصل کیا پھر وطن واپس ہوئے اور درس و مطب کا سلسلہ شروع کیا اور اس میں خاص شہرت حاصل کی، مطب کے پیشے کو ذریعہ معاش نہیں بنایا، بسر اوقات کے لئے جاگیر اور خاندانی دولت کافی تھی اور اس کا بڑا حصہ محتاجوں اور فقراء پر صرف کرتے تھے اسی دوران میں تصوف کا شوق ہوا اور حضرت شاہ محمد رحیم اللہ خاں سنبھلی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے بیعت کی اور ان سے خلافت پائی ۔ رؤساء و حکام آپ کے دولت کدہ پر گروہ در گروہ آتے تھے اور علاجِ جسمانی و روحانی حاصل کرتے اس کے علاوہ آپ اعزہ و اقارب، یتامی و بیوگان اور محتاجوں کی بھی خبر گیری

---

[۱] حیات العلما

فرماتے تھے۔علمِ تصوف میں چند عربی وفارسی رسائل موجود ہیں ۔٦٦ سال کی عمر میں ۱۳۰۹ھ میں انتقال ہوا۔

(۵۳) مولوی ارشاد حسین مجددی (م ۱۳۱۱ھ/ ۱۸۹۳ء[1])۔

مولوی ارشاد حسین مجددی خلف مولوی حکیم احمد حسین بن غلام محی الدین، حافظ کلام اللہ، محدث، مفسر، فقیہ اور درویش آپ کے بزرگ سرہند سے سکھوں کے ظلم کی وجہ سے بریلی آئے آپ کے دادا غلام محی الدین بریلی سے رامپور تشریف لائے، آپ کی ولادت ۱۲۳۸ھ میں رامپور میں ہوئی، کتبِ فارسی اپنے والد شیخ احمد علی، مولوی نصیر الدین خاں اور مولوی امداد حسین سے پڑھیں لکھنؤ جا کر منقولات پڑھیں رامپور واپس آ کر ملا محمد نواب سے کتب معقولات کا درس لیا پھر آپ دہلی گئے وہاں شاہ احمد سعید سے بیعت ہوئے اور کمالات باطنی حاصل کئے پھر پیدل چل کر زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے، ۱۳۱۱ھ میں تپِ دق میں ان کا انتقال ہوا، عربی لغت ارشاد الصرف کے نام سے تحریر کی جو شائع ہو چکی ہے

رضا لائبریری میں قلمی کتاب ''رسالہ فی جواز توکیل المسلم لاخذ الربوٰ[2]'' موجود ہے،

(۵۴) مولوی عبدالحق خیر آبادی (م ۱۳۱۶ھ/ ۱۸۹۸ء[3])۔

مولوی عبدالحق خیر آبادی بن فصلِ حق خیر آبادی ۱۲۴۴ھ میں دہلی میں پیدا ہوئے سولہ سال کی عمر میں درس سے فارغ ہو گئے اپنے والد کیساتھ سہارنپور گئے چند سال وہاں قیام رہا، بعد کو الور ہی میں تھے کہ ۱۸۵۷ء کا غدر ہو گیا آپ الور سے دہلی آ گئے آپ کے والد کالے پانی بھیج دئے گئے آپ خیر آباد چلے گئے پھر وہاں سے ریاست ٹونک گئے دو سال

---

[1] تذکرہ کاملانِ رامپور ص ۳۰، نزہہ ۷/ ۴۹۔

[2] دیکھئے مخطوطہ: رامپور، کیٹلاگ عربی ۳/ ۳۶۸

[3] تذکرہ کاملانِ رامپور ص ۱۹۹۔

تک وہاں قیام کیا پھر وہاں سے کلکتہ گئے آپکی علمی شہرت ہندوستان میں خوب ہو چکی تھی کلکتہ کے مدرسہ عالیہ میں ملازمت کر لی چند سال وہاں قیام کیا، آخر میں رامپور آئے یہاں نواب کلبِ علی خاں نے وہ عزت کی کہ پھر رامپور سے باہر نہیں نکلے، یہاں حاکمِ مرافعہ اور مدرسہ عالیہ کے افسر رہے خود نواب صاحب نے انکی شاگردی اختیار کی صبح کے وقت ملنے والوں کی کافی بھیڑ ہوتی تھی، طلباء کتابیں لئے بیٹھے رہتے تھے، تصانیف کے کاغذ سامنے ہوتے تھے دوستوں سے باتیں بھی کرتے تھے اور تصنیف و تالیف کا سلسلہ بھی چلتا رہتا تھا، حسنِ صورت کیساتھ حسنِ سیرت بھی بدرجہ کمال تھا اسلامی جوش بدرجہ اتم تھا، انگریزی لباس اور طرز سے سخت متنفر تھے بزرگانِ دین کے حالات پر اکثر رو پڑتے تھے شاہ حاجی اللہ بخش تونسوی سے بیعت تھے نواب کلبِ علی خاں کے انتقال کے بعد خیر آباد تشریف لے گئے، پھر نواب حامد علی خاں کے عہد میں ۱۲۹۶ھ میں رامپور آئے نواب صاحب نے بھی چند اسباق کا درس لیا، برٹش حکومت نے شمس العلماء کا خطاب دیا، آپ کی تصانیف کو یہ رتبہ حاصل ہے کہ مصر و حجاز کے درس میں شامل ہیں، ۱۳۱۶ھ کو خرابیِ جگر کے مرض میں انتقال ہوا، آپ کی وفات کی خبر مصر پہنچی تو جامع ازہر میں ایک ہفتہ کی چھٹی کر دی گئی، آپ کی لوحِ مزار پر امیر مینائی کی یہ تاریخ کندہ ہے،

شمس العلماء بہ طلعتِ دھر
چوں تیرزا بر تیرہ بر جست
بر لوحِ مزار امیر بنویس
آرام گہِ امام وقت است

۱۳۱۳ھ

انھوں نے کثیر کتابیں تالیف کی ہیں۔

(۱) تسہیل الکافیہ۔ (مطبوعہ: مطبع مجتبائی دہلی ۱۹۱۴ء دیکھئے رامپور نحو ۱۲۸)

(۲) الجواھر الغالیہ فی الحکمۃ المتعالیہ۔ (مطبوعہ: مطبع احمدی رامپور ۱۳۰۲ھ دیکھئے رامپور حکمت ۱۲)

(۳) شرح الحاشیۃ الزاھدیہ علی الامور العامہ من شرح المواقف۔ (مطبوعہ: مطبع نظامی کانپور ۱۲۹۸ھ رامپور کلام ۶۳)

(۴) حاشیہ علی حاشیۃ میر زاھد۔ (مطبوعہ: مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۱۶ھ دیکھئے رامپور منطق ۳۱)

(۵) حاشیہ علی شرح السلم لحمداللہ۔ (مطبوعہ: مطبع علوی ۱۳۰۴ دیکھئے رامپور منطق ۳۲)

(۶) حاشیہ علی غلام یحیٰ۔ (مطبوعہ: مطبع نظامی کانپور ۱۲۷۷ھ دیکھئے رامپور منطق ...)

(۷) خاتمۃ الحواشی علی شرح السلم۔ (مطبوعہ: مطبع المطابع دہلی ۱۳۲۴ھ دیکھئے رامپور منطق ۵۰)

(۸) شرح المرقات۔ (مطبوعہ: مطبع حسنی رامپور ۱۲۸۳ھ دیکھئے رامپور منطق ۷۵)

(۹) شرح مسلم الثبوت۔ (مطبوعہ: مطبع انتظامی کانپور، دیکھئے رامپور اصولِ فقہ ۱۷)

(۱۰) شرح ھدایۃ الحکمۃ۔ (مطبوعہ: مطبع شعلہ طور کانپور ۱۳۰۳ھ دیکھئے رامپور حکمت ۳۲)

(۱۱) القول المسلم فی شرح السلم۔ (مطبوعہ: مطبع شاہجہانی بھوپال ۱۳۰۷ دیکھئے رامپور منطق ۱۲۸)

(۵۵) مولوی حکیم خواجہ محمد ہادی رضا خاں تخلص ماہر[۱]

''مولوی حکیم خواجہ محمد ہادی ابنِ حکیم محمد حسین رضا خاں ابنِ حکیم حاجی حسن رضا خاں ابنِ حاجی محمد علی رضا خاں لکھنوی شاگردِ حکیم مرزا محمد مرتضیٰ قوم مغل لکھنؤ میں اکتوبر ۱۸۸۵ء پیدا ہوئے، ابتداءِ عمر میں اردو فارسی اور کچھ انگریزی پڑھی پھر مولوی نظام محمد پنجابی سے عربی کی صرف ونحو حاصل کی ۱۹۰۹ء میں آپ کے والد کا رامپور میں انتقال ہوگیا تو سلسلہ درس باقاعدہ شروع کیا اور مطب کو خوب ترقی دی۔ اخلاق نہایت ہی عمدہ ہے جواں

---

۱ تذکرہ کاملانِ رامپور ص ۴۵۰۔

صالح ہیں معالجہ میں نہایت توجہ کرتے ہیں ہمدردی بہت ہے۔ مریضوں کے باقاعدہ رجسٹر ہیں اسی طرح شاگردوں کے نام بھی باقاعدہ لکھتے جاتے ہیں۔ سند یافتہ شاگردوں کی فہرست بہت طویل ہے۔ طبی رسائل لاہور میں بھی آپ کے اقوال شائع ہوتے ہیں۔ طاعون کے علاج میں خوب شہرت تھی۔ رامپور چھوڑ کر لکھنؤ چلے گئے جہاں وسیع پیانہ پر مطب ہے۔ آپ کی تالیفات میں سے القانون فی علاج الطاعون اردو قرابادین رضائی بزبانِ فارسی اور القول الکامل فی زجیر الحق والباطل عربی میں ہے۔

(۵۶) ظہور الحق بن ظہور الحسن بن مفتی غلام حسین (م ۱۳۱۷ھ/۱۸۹۹ء)[۲]۔

ظہور الحق بن ظہور الحسن بن مفتی غلام حسین رامپور میں پیدا ہوئے فارسی کی تکمیل کے بعد عربی کی تعلیم حاصل کی۔ مدرسہ عالیہ سے بھی کچھ دن تعلق رہا، شاہ نظام الدین حسن بریلوی سے خلافت پائی۔ ابتداء میں اکثر لوگ معتقد تھے نواب کلبِ علی خاں کی بھی توجہ تھی سو روپیہ تنخواہ مقرر تھی بڑی شان وشوکت سے رہتے تھے جائداد کچھ نہیں تھی شادی نہیں کی تھی محکمہ اسٹامپ میں کچھ دنوں کام کیا تھا۔ ۲۷؍رمضان ۱۳۱۷ھ کو انتقال ہوا۔ آپ کے بھائی مظہر الحق کو عربی کا علم نہ تھا ساری کتابیں بیچ دیں آپ کی ایک تصنیف رسالہ ''ھدیہ حامدیہ فی فرائضِ محمدیہ'' اردو رامپور میں ۱۳۱۲ھ میں چھپا ہے عربی میں ایک رسالہ ''القصیدۃ المدحیہ''[۲] موجود ہے۔

(۵۷) مولوی قدرت علی رامپوری (م ۱۳۱۸ھ/۱۹۰۰ء)[۳]

مولوی قدرت علی رامپوری ولد سید رجب علی ولد سید قاسم علی ولد ولایت علی اولاد حضرت شاہ شرف الدین، شاہ ولایت امروہہ سے ہیں سید ولایت علی رامپور آئے۔

۱؎ تذکرہ کاملانِ رامپور ص ۱۸۷۔

۲؎ ایضاً۔ مخطوطہ: رامپور، کیٹلاگ عربی قدیم نمبر ۴۴۰۷

۳؎ تذکرہ کاملانِ رامپور ص ۳۲۴۔

سید قدرت علی رامپور میں محلہ ٹھوٹر میں پیدا ہوئے، عربی فارسی کی درسی کتابیں خلیفہ احمد علی سے پڑھیں۔ اس کے علاوہ اسوقت کے اساتذہ سے دیگر علوم حاصل کئے، حکیم علی حسین خاں سے طب کی تعلیم حاصل کی، طلباء کو پڑھاتے تھے۔ اور مطب بھی کرتے تھے۔ اس سے گذر بسر ہوتی تھی، ۸۵ برس کی عمر میں ۱۳۱۸ھ کو انتقال ہوا، عیدگاہ کے دروازہ قدیم کے متصل اخون خیلوں کے محلہ میں مسجد کے سامنے قبرستان میں دفن ہوئے، انکی ایک کتاب فنِ حکمت میں تنویر النفس الناطقہ[1] نام کی رضا لائبریری میں موجود ہے۔ یہ کتاب مطبع الناظم رامپور سے شائع ہوئی ہے۔

(۵۸) مولوی محمد اعجاز احمد معجز (م ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء[2])

مولوی سید محمد اعجاز بن حاجی محمد عبد الباری محدث سہسوانی بدایونی ۱۲۹۴ھ میں پیدا ہوئے، سات سال کی عمر تھی تو اپنے والد کے پاس بھوپال گئے، وہاں ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ لیکن افسوس کہ دو سال بعد ۱۳۰۲ میں والد کا انتقال ہو گیا پھر واپس بدایوں آئے یہاں آپ کی تعلیم و تربیت حکیم سید محمد نذیر احمد شاہ نے فرمائی جو آپ کے دادا کے چھوٹے بھائی تھے پھر علوم کی تکمیل کے لئے ۱۳۱۲ھ میں بھوپال گئے، وہاں مولانا محمد بشیر، محمد شاہ، مولانا عبد الحق قاضی ریاست اور دیگر علماء سے علوم و فنون حاصل کیا پھر گھر واپس آئے۔ آپ نہایت ذہین قوی الحافظہ تھے۔ تمام علوم و فنون میں دسترس تھی عربی فارسی اردو تینوں زبانوں میں نظم و نثر پر قدرت حاصل تھی۔ عربی ادب، منطق، فلسفہ اور حکمت کے ماہر ہیں عربی شاعری میں ہندوستان میں بہت ہی کم لوگ ان کے ہم پلہ ہونگے تمام جاہلی و مخضری شعراء کے اشعار یاد ہیں اور ان کے تتبع میں شعر کہتے ہیں عربی فارسی میں انکی انشاپردازی دیکھ کر اہلِ زبان تعجب کرتے ہیں فارسی میں تخلص معجز ہے

---

[1] دیکھئے رضا لائبریری کی فہرست مطبوعات عربی حکمت ۷۔

[2] حیاۃ العلماء ص ۱۲۷۔

درس وتدریس اور مطالعہ کتب میں مشغول رہتے ہیں۔ ابنِ تیمیہ، ابنِ قیم اور امام وہبی کی کتابوں سے خاص شغف ہے، دیوانِ متنبّی، دیوانِ حماسہ، اور مقاماتِ حریری کے درس دیتے وقت حاشیہ کی مطلق ضرورت نہیں محسوس کرتے بلکہ عربی محاورہ، مشکل الفاظ اور مشکل اشعار کو منٹوں میں حل کر دیتے ہیں۔ مولانا محمد طیب مکی، مولانا محمد صاحب بھوپالی، اور سید ذوالفقار نقوی وغیرہ نے ان کے اشعار سنکر بارہا تعریف کی ہے عربی شاعری کی وجہ سے کافی شہرت ملی ہے اپنی زندگی کا آغاز فیض آباد یونیورسٹی سے کیا پھر آگرہ گئے دو سال تک سینٹ جانس کالج میں عربی کے استاد رہے۔ ۱۳۳۱ھ میں قصبہ بسولی ضلع بدایوں آ گئے یہاں خود کو خدمتِ خلق کے لئے وقف کر دیا، درس دینے میں اور طب سے دلچسپی ہے، مطب چلاتے ہیں، آپ خوش اخلاق با ذوق با مروت نیک سیرت بذلہ سنج ہیں۔ آپکی کثیر تصانیف ہیں۔ رشحات الکرم فی شرح فصوص الحکم، توقیع الفرند فی تذکار ادباء الہند (عربی میں ادباء کا تذکرہ ہے) براءۃ التحقیق (عربی میں مسئلہ اجتہاد و تحقیق پر کتاب ہے) تعلیقات علی الحمیات (طب پر عربی میں کتاب ہے)

(۵۹) مولوی حکیم محمد مرتضی (م ۱۹۰۶ء[۱])۔

مولوی حکیم مرتضیٰ ولد قاری علی حسین ابنِ سید قمر علی حضرت امام علی رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہیں۔ رامپور میں پیدا ہوئے محلّہ کٹرہ جلال الدین خاں میں رہتے تھے۔ علوم عربیہ مولوی فضلِ حق خیر آبادی شمس العلماء عبد الحق خیر آبادی، مفتی طالب حسن، مولوی عبید اللہ خاں رامپوری اور مولوی عالم علی محدث رامپوری سے پڑھیں۔ طب حکیم محمد ابراہیم خاں سے پڑھی۔ خوش نویسی نستعلیق میں میر عوض علی عدیل کے شاگرد رشید تھے۔ شاعری میں نواب مشتاق خاں، داغ، منشی احمد حسن خاں، عروج، خواجہ بشیر احمد اور منشی امیر احمد مینائی سے تلمذ تھا۔ خواجہ اللہ بخش چشتی ساکن تونسہ، ضلع ڈیرہ غازی خاں سے بیعت تھے۔ نواب کلبِ علی خاں

۱؎ تذکرہ کاملانِ رامپور ص ۳۸۴۔

اور سر نواب حامد علی خاں کے استاد تھے۔ ضلع علی گڑھ میں خلیل الرحمٰن خاں، محمود صالح خاں، حافظ عبد العلیم خاں کو بھی پڑھایا۔ شہر میں بہت سے شاگرد موجود ہیں۔ خوش نویسی میں بھی بہت سے تلامذہ زندہ ہی جلی و خفی نستعلیق خوب لکھتے ہیں۔ تصانیف میں تحفہ حامدیہ منظوم اردو طبع ہو چکی ہے۔ علاج الاطفال طب فارسی موجود ہے۔ حامد النحو عربی، نظم المعجزات اردو بھی آپ کی تصنیف ہیں۔ رجب کے مہینے میں انتقال فرمایا۔ رسالہ تشبیہ فارسی مصنف کے قلم سے لکھا ہوا رضا لائبریری میں ہے۔

(۶۰) مولوی فضلِ حق رامپوری[1]

مولوی فضلِ حق رامپوری بن مولوی قاری حافظ عبد الحق ۱۲۷۸ھ میں رامپور میں پیدا ہوئے، یہی سال مولانا فضلِ حق خیر آبادی کی وفات کا ہے، گویا اللہ تعالیٰ نے مرحوم کا جانشین پیدا کیا تھا، دس سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کر لیا تھا، فارسی کی درسی کتابیں حکیم احسن ساکن محلہ کھاری کنواں سے پڑھیں اور عربی صرف و نحو مولوی عبد الرحمٰن قندھاری سے پڑھیں، ابتدائی کتب منطق بھی رامپور میں پڑھیں، پھر حکیم عبد الکریم خاں رامپوری سے استفادہ کے لئے علی گڑھ بھیکم پور کا سفر کیا، حکیم صاحب وہاں ملازم تھے، وہاں ملا حسن اور شرحِ وقایہ اور اس درجہ کی دیگر کتابیں پڑھیں وہاں سے علی گڑھ آئے، اور وہاں مولانا لطف اللہ علی گڑھی سابق مفتی عدالت حیدر آباد دکن کی خدمت میں حاضر ہوئے، یہاں اکثر کتب معقول و منقول حدیث و تفسیر کی تکمیل کی پھر علی گڑھ سے بریلی آئے وہاں فضلِ حق خیر آبادی کے شاگرد مولوی ھدایت علی بریلوی سے قدیم کتب مثلاً شرحِ اشارات وغیرہ کا درس لیا، کل علوم و فنون کی تکمیل کے بعد مدرسہ عالیہ میں مدرس اول مقرر ہو گئے،

---

[1] تذکرہ کاملانِ رامپور ص ۳۱۷۔

کم عمر میں تحصیلِ علوم سے فراغت پائی، اور خود پڑھانا شروع کیا۔

صبح سے شام تک تیئیس تیئیس سبق پڑھاتے تھے، آپ کے درس میں ہر ملک کے طلباء کی کثیر تعداد تھی، حکیم نور الحسن مرحوم افسر الاطباء ریاست بھوپال نے اکثر کتابیں آپ سے پڑھی تھیں، نواب مشتاق علی خاں کے عہد میں مدرسہ عالیہ رامپور کا نیا انتظام ہوا، مولوی ہدایت علی کو بریلی سے بلا کر مدرس اعلی مقرر کیا تو آپ کو بریلی سے بلا کر مدرسِ سوم مقرر کیا، اوقاتِ درس کے علاوہ شب کے دس گیارہ بجے تک اپنے مکان پر طلباء کو پڑھا تے تھے، آپ کی خدمت سے مستفیض ہو کر سینکڑوں طلباء باہر چلے گئے، آپ کے طلباء کی تعداد کثیر ہے، ان میں سے چند کے نام یہ ہیں: مولوی محمد دین مدرس ہزارہ، مولوی غلام جیلانی مدرس تناول علاقہ سرحد، مولوی عبد العزیز مدرسہ رمضانیہ کلکتہ، مولوی فضل کریم مدرس چکوالیہ، مولوی حمید الدین مدرس ماشہرہ، مولوی عبد الصمد مدرس مدرسہ کلکتہ، مولوی محمد حنیف مدرسہ چاٹ گام، مولوی مسلم جونپوری مدرس مدرسہ آرہ، مولوی عبد الکریم مدرس ندوۃ العلماء، مولوی خلیل اللہ بانی مدرسہ مطلع العلوم، مولانا سید یوسف مدراسی مدرس مدرسہ نعمانیہ دہلی، مولوی غلام محمد ملتانی مدرس اول مہتمم مدرسہ انوار العلوم رامپور وغیرہ۔ مدرسہ عالیہ میں تدریسی سلسلہ جاری تھا کہ بھوپال کے وزیر ریاست مولوی عبد الجبار خاں نے طلب کیا، یہاں سے ایک سال کی رخصت لیکر گئے، وہاں مدرسہ سلیمانیہ میں تقرر ہو گیا، رامپور کی ایک کثیر تعداد بھوپال گئی، بھوپال میں شیخ حسن عرب یمنی مرحوم سے تبرکاً سند حاصل کی، کچھ دنوں بعد بھوپال سے رامپور آ گئے، جب شمس العلماء مولانا عبد الحق خیر آبادی مدرسہ عالیہ رامپور کے پرنسپل اول ہوئے تو ان سے بھی معقول کی کتابیں پڑھیں پھر درجہ بدرجہ ترقی ہو کر مدرس اول مدرسہ عالیہ رامپور مقرر ہوئے ۱۹۱۰ء میں مدرسہ عالیہ کلکتہ میں منجانب گورنمنٹ بنگال آپ کی طلبی ہوئی، ایک سال وہاں ملازمت کی رخصت لیکر رامپور آئے تو

نواب حامد علی خاں نے انھیں روک لیا، اور مدرسہ عالیہ میں پرنسپل مقرر ہوئے، بدعت سے سخت نفرت ہے، کم گو ہیں مسائل غیر منصوصہ میں امام اعظم کے مقلد ہیں، شفاعتِ باری تعالیٰ کے متعلق صوفیہ وجودیہ کا مسلک ہے، خوش اخلاق ہیں، طلباء کے ساتھ بیحد شفقت کرتے ہیں، طریقہ تعلیم ایسا اچھا ہے کہ غبی سے غبی طالبِ علم کو بھی مطالب ذہن نشیں ہو جاتے ہیں، دین کی محبت رگ وپے میں پیوستہ ہے۔

اُن کی عربی تصنیفات ہیں۔

(۱) الظفر الحامدی علیٰ الجیب المکی۔ (مطبوعہ: مطبع سعیدی رامپور دیکھئے رامپور کلام ۴۷)

(۲) شموس البراعہ فی شرح دروس البلاغہ۔ (مطبوعہ: مطبع آسی لکھنؤ ۱۳۴۳ھ دیکھئے، رامپور بلاغت ۱۳)

(۳) الکافی لحل ایساغوجی۔ (مطبوعہ: ناظری پریس بریلی، دیکھئے رامپور منطق ۸۵)

(۴) افضل التحقیقات فی مسئلۃ الصفات۔ (حوالہ: تذکرہ کاملانِ رامپور ص ۳۱۷)

(۵) حاشیہ تلویح۔ (حوالہ: تذکرہ کاملانِ رامپور ص ۳۱۷)

(۶) حاشیہ حمداللہ۔ (حوالہ: تذکرہ کاملانِ رامپور ص ۳۱۷)

(۷) حاشیہ میرزاھد، امور عامہ۔ (حوالہ: تذکرہ کاملانِ رامپور ص ۳۱۷)

(۶۱) حاجی حافظ مفتی محمد لطف اللہ (م ۱۳۳۱ھ/۱۹۱۲ء)[۱]۔

مفتی محمد لطف اللہ ابنِ حاجی مفتی محمد سعد اللہ قوم شیخ ۱۲۵۴ھ میں لکھنؤ میں پیدا ہوئے، تاریخی نام مظہر الحق ہے، اپنے والد اور دیگر اساتذہ رامپور سے عربی فارسی اور طب پڑھی، مدرسہ عالیہ رامپور میں ابتداء مدرسِ اول مقرر ہوئے، پھر بھوپال میں مہتمم بخش گیری ہوئے، مفتی محمد سعد اللہ مرحوم کے انتقال کے وقت رامپور آئے، تو نواب کلب علی خاں نے مفتی مرحوم صاحب کی جگہ پر انھیں قاضی مفتی اور حاکمِ مرافعہ مقرر کیا، نمازِ عیدین بھی آپ

---

[۱] تذکرہ کاملانِ رامپور ۳۳۹

ہی پڑھاتے تھے، نہایت ہی پرہیز گار اور شب بیدار تھے، اشاعتِ علومِ دینیہ کا عشق تھا، مدرسہ انوار العلوم جاری کیا، اپنے پاس سے بہت کچھ صرف کیا، یہ مدرسہ اب بھی جاری و ساری ہے، ۱۳۳۱ھ میں آپ کا انتقال ہوا، شاہ بغدادی صاحب کے مزار کے احاطے میں اپنے والد کے پہلو میں دفن ہوئے، آپکی تصانیف سے ''حل الدقائق فی تحقیق الصبح الصادق'' اور ضمیمہ فتاوائے سعد اللہ، رسالہ در نکاحِ سنی بازنِ شیعہ فارسی ہے، یہ رسالہ نواب کلبِ علی خاں کے حکم پر تحریر کیا تھا۔

(۶۲) سید مظفر علی بدایونی (م ۱۳۳۲ھ / ۱۹۱۴ء)[۱]۔

مولوی حکیم سید مظفر علی ابنِ منشی سید امتیاز علی صالحی ۱۳۰۴ھ میں پیدا ہوئے، قوتِ ذکاء و حافظہ و سرعتِ فہم ورثہ میں ملا تھا، مولانا سید اعجاز احمد سے کتبِ صرف و نحو منطق و فلسفہ و حکمت پڑھی۔ حکیم سید محمود عالم کے حلقہ درس میں شریک ہو کر بعض علوم عقلیہ حاصل کئے۔ اس کے بعد مزید تعلیم کے لئے بھوپال گئے، وہاں کے عالموں سے علوم و فنون سیکھنے کے بعد دہلی کا سفر کیا وہاں مولانا محمد بشیر محدث کے حلقہ درس میں شامل ہوئے پھر وہاں سے لکھنؤ گئے، اور وہاں مدرسہ تکمیل الطب میں داخل ہوئے، طب کی تعلیم سے فراغت کے بعد وہاں سے واپس ہوئے، اور مطب شروع کیا، ذہانت و طباعی میں یگانہ عصر تھے، تصنیف و تالیف کا ملکہ خداداد تھا، متعدد تحقیقی قابلِ قدر کتابیں تصنیف کی ہیں، ''البرہان فی امتناع کون النار من الارکان''، فصیح عربی زبان میں ہے دوبار طبع ہو چکی ہے، جوانی میں ۲۸ سال کی عمر میں ۱۳۳۲ھ میں انتقال ہو گیا۔

---

[۱] حیاۃ العلماء ص ۱۳۸۔

(۶۳) مولانا محمد بشیر سہسوانی (م ۱۳۳۳ھ/۱۹۱۴ء[1])۔

مولانا محمد بشیر سہسوانی ۱۲۴۵ھ میں سہسوان میں پیدا ہوئے، آپ کا خاندان ایک علمی گھرانہ تھا آپ کے والد حکیم محمد بدر الدین کو شاہانِ اودھ کے دربار سے ''خان'' کا خطاب ملا تھا، دس برس کی عمر میں والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا، ابتدائی تعلیم شہر کے علماء سے حاصل کی اور اعلیٰ تعلیم کے لئے لکھنؤ گئے۔ وہاں مفتی واحد علی بن ابراہیم اور دیگر علماء سے علم حاصل کیا۔ متھرا جاکر حکیم نور الحسن سہسوانی، پھر دہلی جاکر محدث میاں نذیر حسین دہلوی سے استفادہ کیا۔ درس وتدریس کی وساطت سے سلہٹ، سہسرام اور اکبر آباد ہوکر بھوپال پہنچے۔ وہاں دس سال تک درس وتدریس کا سلسلہ قائم رکھا۔ نواب صدیق حسن آپ کا بے حد لحاظ رکھتے تھے۔ آپ نہایت متقی وپرہیزگار تھے۔ اصول فقہ میں پوری مہارت تھی۔ حسین بن محسن انصاری سے حدیث میں تلمذ تھا۔ نواب سلطان جہاں بیگم کے عہد میں دہلی آگئے اور ۱۲ سال تک مسجد حوض والی میں حدیث تفسیر وافتاء کا کام کرتے رہے۔ دہلی میں ۱۳۳۳ھ میں وفات پائی۔ آپ کی تصنیفات کی تعداد طویل ہے عربی میں ایک رسالہ ''صیانۃ الانسان عن وسوسۃ الشیخ دحلان'' شیخ دحلان کے رد میں لکھا ہے۔

(۶۴) مولوی عبداللہ بن محسن عرب یمانی (م ۱۹۱۵ء[2])۔

مولوی عبداللہ ولد محسن عرب یمانی کے والد مکہ سے رامپور آئے، نواب خلد آشیاں نے جامع مسجد کا مؤذن مقرر کردیا، ان سے مولوی عبداللہ پیدا ہوئے، مولوی عبداللہ نے تعلیم مولوی طیب عرب مکی اور دیگر رامپور کے عالموں سے حاصل کی، نہایت ذہین اور محنتی

---

[1] حوالہ: نزھہ ۸/۴۱۵

[2] حوالہ تذکرہ کاملانِ رامپور، ص ۲۴۴۔

تھے، کم عمر میں فاضل ہوئے، ادب میں کامل عبور حاصل کیا، محمد طیب عرب مکی نے اپنی لڑکی سے ان کی شادی کردی تھی، حاذق الملک حکیم اجمل خاں کے ہاں ملازم رہے، غالباً ۲۵ رسال کی عمر میں ۱۹۱۵ء/ ۱۳۳۵ھ میں طاعون کی وبا میں رامپور میں انتقال ہوا۔ عربی میں ایک کتاب ''تقویم الاَوَد''[1] نام کی فنِ طب میں تحریر کی ہے، جو مطبع حامی الاسلام دہلی سے ۱۳۱۳ھ میں شائع ہوئی ہے، اس کتاب کے لکھنے کا سبب یہ ہے کہ رسالہ ''رموز الاطباء'' مرتبہ فیروز الدین جولاہور سے شائع ہوتا تھا، اسمیں حکیم اجمل خاں کا ایک مضمون ۱۹۱۲ء میں شائع ہوا تھا جس میں موصوف نے کچھ مسئلوں میں جمہور اطباء سے اختلاف کیا تھا، اس مضمون کے رد میں حکیم عبد المجید لکھنوی نے ''اہلتہ الحجہ'' رسالہ تالیف کر کے طبع کرایا تھا، مولوی عبداللہ نے اس رسالہ کی رد میں اور اپنے استاد حکیم اجمل خاں کے حق میں یہ کتاب ''تقویم الاود'' تحریر کی تھی۔

(۶۵) مولوی طیب عرب بن شیخ محمدؒ صالح الکاتب المکی (م ۱۳۳۴ھ/ ۱۹۱۵ء[2])

مولوی طیب عرب بن شیخ محمد صالح الکاتب المکی مکہ میں پیدا ہوئے، عربی علوم اپنے والد سے حاصل کئے، حاضر الذہن ذکی الطبع، قوی الحافظہ بامذاق عالم اور ادب وحکمت کے مسلم الثبوت استاد تھے، تاریخ انساب عرب ومحاضرات میں وسیع معلومات تھی، عربی مادری زبان تھی بکثرت عربی اشعار حفظ تھے ۲۵ رسال کی عمر میں ہندوستان آئے، بمبئی میں تجارت شروع کی، رامپور میں شمس العلماء عبد الحق خیرآبادی کی شہرت سن کر رامپور آئے، جرنل اعظم الدین خاں نے ان کے رہنے کا انتظام کیا، اور دس روپیہ ماہانہ مقرر کیا، ریاست کے مدرسہ عالیہ میں صدر مدرس مقرر ہوئے، ۱۳۳۳ھ میں ان کے گھر میں طاعون پھیلا،

---

[1] دیکھئے رضا لائبریری کی فہرست مطبوعات عربی طب ۱۵۔

ہفتہ عشرہ میں بیوی، بیٹی، داماد اور دو جوان بیٹے یکے بعد دیگرے فوت ہو گئے۔ لیکن انھوں نے ان مصائب کو برداشت کیا، ایک قطعہ میں اس کو بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

و کنت امرأ مغریً بشوقٍ و صبوۃ
و لم ینہنی شیب و لا فقد أسرتی

الی ان مضی عبد الجلیل و امۂ
وعبدالعزیز و اختۂ و احبتی

فخضت بی الذکریٰ فلم ار غیرھم
وصاروا امامی فی مغیبی و حضرتی

من اللہ ارجو اجرھم واحتسابھم
و باللہ صبری و احتیالی وقوتی

عبدالجلیل اور عبدالعزیز بیٹوں کے نام ہیں۔ ۱۳۳۴ھ میں رامپور میں انتقال کیا، اور چرخ والی مسجد میں دفن ہوئے۔ آخری وقت میں اشغال و افکار دینی میں کچھ ایسا انہماک رہا کہ تالیف کا باقاعدہ سلسلہ قائم نہ رہا تاہم ایک معتد بہ حصہ تالیفات کا چھوڑا ہے۔

۱؎ تذکرہ کاملانِ رامپور ۸۴

آپ نے درج ذیل عربی کتابیں تحریر کی ہیں۔

(۱) الاحاجی الحامدیہ۔ (مطبوعہ: مطبع افتخار عالم رامپور)

(۲) اقامۃ المحرفات۔ (مطبوعہ: مطبع افتخار عالم رامپور دیکھئے رامپور منطق ۱)

(۳) الحاشیہ علی الافق المبین۔ (مخطوطہ: رامپور، کیٹلاگ عربی ۴/۴۹۴)

(۴) ریاض الادب۔ (مخطوطہ: رامپور، کیٹلاگ عربی ۵۱۶۵)

(۵) الصارم القرضاب۔ (مطبوعہ: مطبع حسنی رامپور ۱۳۲۴ دیکھئے رامپور کلام ۷۲)

(۶) الصولۃ الحامدیہ علی الحملۃ الاستبدادیہ۔ (مطبوعہ: مطبع حسنی رامپور ۱۳۲۲ دیکھئے رامپور کلام ۷۳)

(۷) المقام المحمود۔ (مخطوطہ: رامپور، کیٹلاگ عربی ۴۹۴۸)

(۸) المکالمہ فی الدارجہ۔ (مطبوعہ: مطبع تیغ بہادر ۱۳۲۸ھ دیکھئے رامپور ادب عربی ۱۳۲)

(۹) ملاطفۃ الاحباب۔ (مطبوعہ: مطبع احمد رامپور ۱۳۲۰ھ دیکھئے رامپور ردود ۵۲)

(۱۰) النفحۃ الاجملیہ فی الصلات الفعلیہ۔ (مطبوعہ: مظہر النور رامپور دیکھئے رامپور نحو ۱۱۸)

(۱۱) رسائلِ علم الغیب۔ (حوالہ: تذکرہ کاملانِ رامپور ص ۱۸۲)

(۱۲) کتاب معنی لا الٰہ الا اللہ۔ (حوالہ: تذکرہ کاملانِ رامپور ص ۱۸۲)

(۱۳) تقدیم النقل علی العقل۔ (حوالہ: تذکرہ کاملانِ رامپور ص ۱۸۲)

(۱۴) شرح سلم العلوم۔ (حوالہ: تذکرہ کاملانِ رامپور ص ۱۸۲)

(۱۵) حاشیہ علی المفصل۔ (حوالہ: تذکرہ کاملانِ رامپور ص ۱۸۲)

(۱۶) حاشیہ علی الشمسیہ۔ (حوالہ: تذکرہ کاملانِ رامپور ص ۱۸۲)

(۱۷) شرح لامیۃ العرب والرد علی الشنقیطی۔ (حوالہ: تذکرہ کاملانِ رامپور ص ۱۸۲)

(۶۶) مفتی احمد رضا خاں بریلوی (م ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء)[۱]۔

۱۲۷۲ھ کو بریلی میں پیدا ہوئے، تعلیم اپنے والد سے حاصل کی، مختلف فنون خاص

---

[۱] حالاتِ زندگی کے لئے نزہہ ۸/۳۸ تا ۴۰، اور حیاتِ مولانا احمد رضا خاں بریلوی/مسعود احمد

طور پر علمِ فقہ واصولِ فقہ پر پوری قدرت تھی چودہ سال کی عمر میں تعلیم سے فارغ ہوئے اور اِسی سال اپنے والد کے ساتھ حج کو گئے۔ پھر ۱۲۹۵ھ میں دوسرا حج کیا، سید احمد زینی دحلان شافعی مکی، شیخ عبدالرحمٰن، سراج مفتیِ احنافِ مکہ اور شیخ حسین بن صالح سے سند حاصل کی، پھر ہندوستان آئے، مدت تک تصنیف وتالیف میں مشغول رہے، کئی مرتبہ حرمین شریفین کا سفر کیا، اور فقہی وکلامی مسائل میں وہاں کے علماء سے مذاکرہ کیا، اور وہاں دورانِ قیام چند رسالے لکھے، وہ لوگ انکی فقہ پر وسعتِ نظر، اور اختلافی مسائل پر گہرے مطالعے سے بیحد متاثر تھے۔

ہندوستان آکر فتویٰ وافتاء میں مشہور ہوئے، فقہی وکلامی مسائل میں بیحد متشدد تھے۔ اپنے مخالفین پر کفر کا فتویٰ لگانے میں کبھی ہچکچائے نہیں، ندوہ، دیوبند کے عالموں کے خلاف کفر کا فتویٰ صادر کیا، آپ نبی ﷺ کے علمِ غیب کے قائل تھے اس موضوع پر کئی رسالے لکھے، عربی میں الدولۃ المکیہ نام کی کتاب لکھی۔ پھر اس پر حواشی کیساتھ اس کا نام ''الفیوض المکیہ'' رکھا۔ آپ اہل القبور اور اولیاء اللہ سے مدد مانگنے اور ان کے وسیلہ کے قائل تھے عرس کے حامی تھے۔ لیکن گانے بجانے کے خلاف تھے اسی طرح تعزیہ داری کو بھی حرام قرار دیتے تھے۔

کثرتِ مطالعہ اور وسعتِ معلومات میں بے نظیر تھے، تصنیفی میدان میں چھوٹے بڑے رسالوں کی تعداد پانچ سو سے زیادہ ہے۔ جسمیں فتاویٰ رضویہ کئی ضخیم جلدوں میں ہے۔ فقہ حنفی کی جزئیات کا علم جتنا آپ کو تھا اپ کے ہم عصروں میں کسی کو نہیں تھا۔ آپ کو ریاضیات، ہیئت، علمِ نجوم، میقات، رمل اور جفر میں رسوخ حاصل تھا۔

آپ کی تصانیف۔

مولانا احمد رضا خاں کا زیادہ تر وقت تصنیف و تالیف میں گذرتا تھا، مطالعہ کتب میں دن ورات مشغول رہتے تھے زودنویسی کا یہ عالم تھا کہ چار چار آدمی آپ کے مسودات کو نقل کرتے تھے۔ مولانا بریلوی کی تصانیف کے بارے میں مختلف تعداد ملتی ہے۔ مولانا رحمٰن علی نے تذکرہ علماءِ ہند میں لکھا ہے ''اسوقت انکی کتابوں کی تعداد ۷۵ ہے۔ ۱۹۰۵ء میں خود مولانا بریلوی نے اپنی تصانیف کی تعداد دوسو سے زیادہ لکھی ہے۔

مولانا مظفرالدین بہاری نے مولانا بریلوی کی نگارشات سے متعلق ایک رسالہ بعنوان المجمل المشد دلتالیفات المجد دلکھا ہے جو پٹنہ میں ۱۳۲۷ھ میں شائع ہوا ہے، اسمیں پچاس علوم وفنون پر ۳۵۰ تصانیف کی تفصیلات دی ہیں جسمیں سے ۱۰۰ عربی ۲۷ فارسی اور ۲۲۳، اردو میں ہیں، مولانا بریلوی کے صاحبزادے مولانا حامد رضا خاں نے الدولۃ المکیہ کے حاشیہ میں جہاں مولانا بریلوی نے اپنی کتابوں کی تعداد دی ہے، لکھا ہے ''الحمدللہ چارسو سے زائد ہیں، جسمیں فتاویٰ مبارکہ بڑی تقطیع کی بارہ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہیں، مولانا بریلوی کے صاحبزادے مفتی احمد رضا خاں کے تلمیذِ رشید مولانا مفتی محمد اعجاز ولی خاں مرحوم نے اپنی تحقیق کی بنیاد پر مولانا بریلوی کی تصانیف کی تعداد ایک ہزار سے زیادہ لکھی ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نے ''حیاتِ مولانا احمد رضا خاں بریلوی'' میں مختلف فنون کے تحت احمد رضا خاں کی کتابوں کی فہرست دی ہے جن میں صرف آٹھ عربی کتابوں کا ذکر ہے جن کی فہرست مندرجہ ذیل ہے۔

(۱) اسہل الکتب فی جمیع المنازل۔ (حوالہ: مسعود احمد ص ۲۲۷)

(۲) الرسائل الرضویہ للمسائل الجفریہ۔ (حوالہ: مسعود احمد ص ۲۲۷)

(۳) الجداول الرضویہ لاعمال الجفریہ۔ (حوالہ: مسعود احمد ص ۲۲۷)

(۴) حاشیہ زبدۃ المنتخب فی العمل بالربع۔ (حوالہ: مسعود احمد ص ۲۲۷)

(۵) مبحث المعادلہ ذات الدارجہ والثابتہ۔ (حوالہ: مسعود احمد ص ۲۲۷)

(۶) تبویب الاشباہ والنظائر۔ (حوالہ: مسعود احمد ص ۲۲۷)

(۷) نور عینی فی الانتصار للامام عینی (حوالہ: مسعود احمد ص ۲۲۷)

(۸) شمائم العنبر فی ادب الندماء امام المنبر۔ (حوالہ: مسعود احمد ص ۲۲۷)

(۹) فیوض الملکیہ۔ (نزھہ ۸/ ۴۰)

(۱۰) حسام الحرمین علیٰ منحر الکفر المبین۔ (مطبوعہ: مطبع اہلِ سنت بریلی ۱۳۲۴ھ دیکھئے رامپور ر: ود ۲۲)

(۶۷) شاہ محمد فاروق[1]۔

شاہ محمد فاروق ولد مولوی محمد حسن خاں ۱۲۹۹ھ میں رامپور میں پیدا ہوئے، ضروری تعلیم سے فارغ ہو کر صحبتِ مشائخ کا شوق ہوا ڈاکٹر محمد حسن صابری سے بیعت ہوئے ابتداءِ عمر سے باصلاحیت تھے، اکتساب اور عنایتِ مرشد سے اس میں چار چاند لگ گئے، صاحبِ اجازت اور خلیفہ ہوئے، آپ کا لباس سر سے پاوں تک صابری رنگ کا تھا، آپ کی ذات سے چشتیہ صابریہ طریقے کی اشاعت ہوئی، اخبار دبدبہ سکندریہ کے آپ مالک تھے ارشاد و تلقین کے علاوہ مطبع میں بھی کام کرتے تھے نہایت ہی خلیق اور متواضع تھے اکثر مہمان آپ کے خوانِ کرم سے فیض پاتے تھے ۱۳۶۰ھ میں انتقال ہوا، اور بنگلہ آزاد خاں کے محلہ خانقاہ میں دفن ہوئے۔

ایک کتاب "دعاءِ نصف شعبان" رضا لائبریری میں موجود ہے یہ مطبع نظامی

---

[1] تذکرہ کاملانِ رامپور ص ۳۱۰۔

کانپور سے ۱۴۱۳ھ میں شائع ہوئی ہے[1]۔

(۶۸) مولانا ظہور الحسن مجددی (م ۱۳۴۲ھ/۱۹۲۳ء[2])۔

مولانا ظہور الحسن مجددی ابنِ مولانا نیاز اللہ مجددی بن مولوی عظمت اللہ۔

آپ کے بزرگوں میں مولانا امام رفیع فیاضی فاروقی سرہندی چشتی تھے۔ جو مجدد الفِ ثانی کے بے حد قریب تھے۔ جہاں سے حضرت عمرؓ تک دونوں نسب برابر تھے۔ امام رفیع اپنے وقت کے بڑے مشائخ میں شمار ہوتے تھے مولانا ظہور الحسن کی ولادت ۱۸۵۷ء میں رامپور میں ہوئی، اپنے والد سے فارسی کی تکمیل کے بعد مولانا امداد حسین سے نحو پڑھی اور معقول کی ابتدائی کتابیں مولوی عبد العلی ریاضی داں، مولوی نور النبی سے پڑھیں پھر مولانا عبد الحق خیر آبادی سے استفادہ کیا، کتبِ دینیات مولانا ارشاد حسین سے پڑھیں بعض کتب مفتی سعد اللہ سے اور احادیث کی تعلیم مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی سے حاصل کی، مدرسہ عالیہ میں مدرس ہوئے اور بیس سال تک نہایت عمدگی سے درس دیا۔

شاگردوں کے اصرار پر" حاشیہ الافق المبین"،" شرحِ قاضی مبارک"،" شرحِ میر زاھد رسالہ"،" منہیات شرحِ حمد اللہ" وغیرہ تصنیف کیں میر زاھد کے علاوہ سب کتابیں نا تمام ہیں ۱۳۴۲ھ میں انتقال کیا، اولاد میں دو فرزند ہیں ایک نور الحسن ہیں جو تحصیلِ علم سے فراغت حاصل کر چکے ہیں اور بعض کتابیں لکھی ہیں، سلک الجمان المعروف بطرب الخلان من تراجم علماء ہندوستان" رسالہ قول الاظہر، رسالہ نور العین، وغیرہ تالیف کر چکے ہیں،

---

[1] دیکھئے رضا لائبریری کی فہرست مطبوعات عربی اوراد ۳۷

[2] تذکرہ کاملانِ رامپور ۱۸۲۔

رضا لائبریری میں ''الحق المبین''[1] نام کا قلمی رسالہ موصول ہوا ہے

(۶۹) مولوی عبد الجبار خاں آصفی (م ۱۳۴۴ھ/ ۱۹۲۵ء[2]) ۔

مولوی عبد الجبار خاں آصفی ولد قاری عبد الرزاق خاں رامپور میں، تقریباً ۱۲۷۷ھ میں پیدا ہوئے۔ وہ شاعر تھے اور ابتداء میں جامی تخلص کرتے تھے۔ انتخابِ یادگار میں دو شعر آپ کے اس تخلص کیساتھ درج ہیں۔ مولوی ولی محمد خاں صاحب رامپوری سے فارسی پڑھی، مولانا عبد القادر ولایتی مفتیِ رامپور سے کنز الدقائق پڑھی، پھر بھوپال تشریف لے گئے۔ وہاں سید صدیق حسن سے تعلق رہا اور پھر حیدرآباد گئے وہاں سید علی طوبیٰ تخلص شوستری کے حلقہ درس میں شریک ہوئے۔ انھوں نے ان کی کتاب ''محبوب الکلام الموسوم بہ نثرِ آصفی نظام'' پر تقریظ لکھی تھی، ان کے بعض عربی قصائد فارسی کلیات کیساتھ طبع ہو چکے ہیں۔ اس کے علاوہ نور الانوار، شرح المنار کا اردو ترجمہ کیا جو مطبع مفید عام آگرہ سے شائع ہو چکا ہے۔ علامہ جلال الدین سید کی کتاب خصائصِ کبریٰ کا اردو ترجمہ کیا۔ ''مواھب لدنیہ'' کا اردو ترجمہ کیا، شواھد النجوم اور دیگر کتابیں تصنیف کیں، ۱۳۴۴ھ کو حیدرآباد میں انتقال ہوا۔

(۷۰) مولوی نجم الغنی خاں (م ۱۳۴۱ھ/ ۱۹۲۲ء[3])۔

مولوی نجم الغنی خاں ابنِ مولوی عبد الغنی خاں ابنِ مولوی عبد العلی خاں، ابن مولوی عبد الرحمن خاں ابنِ مولوی محمد سعید خاں۔ مولوی نجم الغنی کے اسلاف میں سے سید محمد سعید خاں جن کا نسب چنگیز خاں سے ملتا ہے، علم کے شوق میں وطن تراہ سے دہلی آئے تھے، شاہ

---

[1] دیکھئے مخطوطہ: رامپور، کیٹلاگ عربی ۴/ ۵۹۶

[2] تذکرہ کاملانِ رامپور ۱۹۰۔

[3] تذکرہ کاملانِ رامپور ۴۱۱۔

ولی اللہ محدث دہلوی سے فنونِ تفسیر وحدیث کی تکمیل کی اوران کی رفاقت میں حج کیا۔شاہ صاحب کے انتقال کے بعد بریلی آئے، حافظ رحمت خاں نے اپنے بیٹے عنایت خاں کی تعلیم پر مقرر کیا، مولوی محمد سعید کے انتقال اور حافظ رحمت خاں کی شہادت کے بعدان کے بیٹوں کونواب فیض اللہ خاں نے رامپور بلالیا نجم الغنی خاں کی ولادت ۱۲۷۶ھ میں رامپور میں ہوئی، ان کی ماں رضی خاں عرف روزی خاں اکوزئی مشہور روہیلہ سردار کی پوتی تھیں اوائلِ عمر میں اپنے والد کے پاس اودے پور چلے گئے، اور عربی فارسی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ ۱۳۰۱ھ میں رامپور آ کر علومِ عربیہ کی تکمیل کی، شمس العلماء مولانا عبدالحق، مولوی محمد طیب مکی اور مدرسہ عالیہ کے اساتذہ سے فیض پایا۔ ۱۸۸۹ء کے امتحان سالانہ مدرسہ عالیہ سے درجہ اول سے پاس کیا۔ طبِ یونانی کی تعلیم لکھنؤ کے حکماء اور اپنے ماموں حکیم محمد اعظم خاں سے حاصل کی، کچھ دنوں تک رامپور میں ریاست کی ملازمت کی۔ ۱۹۰۱ء سے ۱۹۲۲ء تک اودے پور کے ہائی اسکول میں ملازم رہے، وہاں سے ترکِ تعلق کر کے تمام توجہ تصنیف وتالیف پر صرف کی، ان کی تصنیف کا سلسلہ بہت وسیع ہے، اور اہلِ رامپور کوان کی ذات پر بجا طور پر فخر ہے، باوجود قلتِ معاش اپنے سرمایہ سے اپنی تالیفات کومشتہر کراتے تھے۔ اپنی صحت اور اپنی تن آسانی کا مطلق خیال نہیں کرتے تھے۔ شب وروز تصنیف و تالیف کا سلسلہ جاری تھا۔ اوران کے قلم سے رامپور اور اہلِ رامپور کی علمی شہرت کا پورے ہندوستان میں چرچا ہے۔ مخصوص علم دوست احباب کے سوا کسی سے نہیں ملتے اور استغناء ایسا کہ کسی دولت مند سے کبھی حاجت بیان نہیں کی۔

اخبار الصنادید جلد دوم ص ۲۰ پر ایک عربی کتاب '' القول الفیصل فی تحقیق الطھر المتخلل '' کا ذکر ہے۔

(۷۱) حکیم شفیق الرحمٰن رامپوری (م ۱۳۴۴ھ/ ۱۹۲۵ء [۱])۔

حکیم شفیق الرحمٰن رامپوری ریاست رامپور کے کوچہ لنگر خانہ میں رہتے تھے، ان کے والد کا نام بندہ علی تھا جو نواب کلبِ علی خاں کے عہد میں کسی اعلیٰ عہدے پر ملازم تھے۔ حکیم شفیق رامپوری نے مدرسہ عالیہ میں تعلیم حاصل کی تھی۔ ہر مضامین میں اچھے نمبروں سے پاس ہوتے تھے۔ انگریزی عربی فارسی تینوں زبانوں سے واقفیت تھی۔ نثر و نظم پر یکساں عبور تھا۔ ۸/ اگست ۱۸۹۰ء میں محکمہ تعلیمات ریاست رامپور کی جانب سے جلسہ تقسیمِ انعامات میں نواب صفدر علی خاں و جرنل اعظم الدین خاں نے کتابیں اور کپڑے تحفے میں دئے تو اس کے شکریہ میں ایک قصیدہ پڑھا تھا۔ مدرسہ عالیہ میں تعلیم مکمل کرنے کے بعد مزید تعلیم کے لئے لاہور گئے وہاں بھی پنجاب یونیورسٹی کے ہر تعلیمی مقابلہ میں امتیازی پوزیشن حاصل کی ۱۸۹۲ء میں آپ کو ریاست کے مڈل اسکول میں پڑھانے کی پیش کش کی گئی لیکن آپ نے نامنظور کر دیا۔

حکیم شفیق الرحمٰن کا شمار انگریزوں کے خلاف جد و جہد کرنے والے باغیوں اور جنگِ آزادی کے مجاہدین میں ہوتا ہے، ان کی سیاسی و سماجی سرگرمیاں ملک و بیرونِ ملک میں پھیلی ہوئی تھیں۔ بیرونِ ریاست تعلیم حاصل کرنے کی وجہ سے آپ کے روابط اس عہد کے تمام آزادی پسند علماء و مجاہدین سے تھے ۱۸۹۴ء میں جب نواب حامد علی خاں کو ریاست کا مکمل اختیار حاصل ہوا، تو اس وقت ان کی سیاسی سرگرمیاں شباب پر تھیں، اور پھر کسی بات

---

[۱] حالات کے لئے دیکھئے (ماہنامہ '' آج کل '' نئی دہلی شمارہ اگست ۱۹۷۹ء۔

پر نواب حامد علی خاں سے رنجش ہوگئی، اور انھیں قید کرنا چاہا۔ حالات کی نزاکت دیکھ کر وہ بمبئی چلے گئے۔ پھر وہاں سے مدینہ منورہ چلے گئے اور وہیں مستقل سکونت اختیار کرلی۔ وہاں بھی انگریزوں کے خلاف ان کی جدوجہد جاری رہی اور اسی سلسلہ میں ''الجیش الخمیس'' کے نام سے ''اخبار الاخوان'' میں مضامین لکھے جسمیں مسلمانوں کے مابین اتحاد قائم کرنے اور انگریزوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہونے پر زور دیا تھا۔ ۱۹۱۴ء کی عالمی جنگ کے موقع پر انگریزوں کی مدد سے شریف حسین امیر حجاز نے ترکی سے آزادی کا اعلان کردیا۔ چونکہ شفیق الرحمٰن انگریزی حکومت کی نگاہ میں باغی تھے۔ اس لئے وہ اس موقع پر مدینہ سے نکل کر شام چلے گئے۔ پھر جنگ ختم ہونے کے بعد مدینہ واپس ہونا چاہا۔ لیکن آپ کو معلوم ہوا کہ شریف حسین آپ کو گرفتار کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ تو پھر ہندوستان کا رخ کیا اور ۱۹۲۰ء میں بمبئی آ گئے، وہاں اپنے ایک دوست کے پاس مقیم ہوئے۔ ۱۹۲۲ء میں خلافت کانفرنس میں شریک ہوئے۔ ۱۹۲۴ء میں جب حجاز میں شریف حسین کا اقتدار ختم ہوگیا اور سعودی حکومت برسرِ اقتدار آ گئی تو آپ ۱۹۲۵ء میں پھر حجاز گئے آخری وقت میں آپ کو ناسور ہوگیا تھا اس کے علاج کے لئے بمبئی آئے اور یہیں انتقال کیا۔

رضا لائبریری میں ان کی تصنیف کردہ کتاب ''ایقاظ النعسان'' موجود ہے[1]۔

(۷۲) حکیم محمد اجمل خاں بن حکیم محمود خاں دہلوی (م ۱۳۴۶ھ/ ۱۹۲۷ء[2])۔

ایک زمانے تک ریاست رامپور کے نواب کی ملازمت کی۔ خاص سرکاری طبیب کیساتھ ملقب تھے، رامپور رضا لائبریری کی پہلی عربی فہرست آپ کی نگرانی میں شائع ہوئی تھی، ۱۲۸۲ھ میں دہلی میں پیدا ہوئے، رشد و ہدایت اور ذکاوت و فطانت کے آثار بچپن ہی

---

[1] دیکھئے رضا لائبریری کی فہرست مطبوعات عربی طب ۷۔

[2] نزہہ ۱۳/۸، دیباچہ فہرست کتب عربیہ جلد دوم/ حافظ احمد علی شوق مطبوعہ ۱۹۲۸۔

سے تھے، قرآنِ پاک حفظ کیا، پھر بقدرِ ضرورت فارسی پڑھنے کے بعد عربی علوم کی طرف متوجہ ہوئے۔ صرف ونحو معانی، بیان، ادب، منطق فلسفہ وحدیث تمام علوم میں تکمیل کی۔ درسی علوم سے فارغ ہونے کے بعد خاندانی فنِ طب کی طرف توجہ کی ابتدائی کتابیں اپنے والد محمود خاں صاحب سے پڑھیں۔ مزید تعلیم حاذق الملک حکیم عبدالمجید خاں صاحب سے حاصل کی۔

جب اس فن پر پوری مہارت ہوگئی تو متقدمین کی کتابوں کے مطالعہ کا شوق پیدا ہوا تو اس فن میں اتنی دسترس حاصل کر لی کہ جس کی مثال متقدمین ومتاخرین میں نہیں ملتی۔ طب کے علاوہ فنِ ادب سے بھی بے حد دلچسپی تھی۔ ادب عربی فارسی اردو پر پوری قدرت رکھتے تھے۔ تینوں زبانوں میں منظوم ومنثور کلام کثرت سے موجود ہے نظم میں ان کا تخلص شیدا تھا، متعدد کتابیں عربی اردو میں موجود ہیں، کچھ چھپ چکی ہیں کچھ غیر مطبوعہ ہیں۔ ۱۹۲۷ء میں ۶۳ سال کی عمر میں رامپور میں انتقال ہوا اور اُن کا جنازہ دلی لے جایا گیا جہاں اُن کے آباءواجداد کے پہلو میں مدفون کیا۔

اُنھوں نے مندرجہ ذیل عربی کتابیں تحریر کی ہیں۔

(۱) ازالۃ المحن۔ (فہرستِ کتب عربیہ جلدِ دوم ص ۱۱۱)

(۲) التحفۃ الحامدیہ فی الصناعۃ التکلیسیہ۔ (مطبوعہ: مطبع مجتبائی دہلی ۱۸۹۹ء، دیکھئے رامپور طب ۱۰)

(۳) تدارک الخطاء۔ (مطبوعہ: مطبع اکمل المطابع دہلی......رامپور طب ۱۰)

(۴) حاشیہ شرحِ اسباب بحث سرسام۔ (حوالہ: فہرستِ کتب عربیہ جلدِ دوم ص ۱۱۱)

(۵) الساعاتیہ۔ (مطبوعہ: مطبع مجتبائی دہلی ۱۸۹۹ء دیکھئے رامپور طب ۱۰)

(۶) القول المرغوب فی الماء المشروب۔ (مطبوعہ: مطبع احمدی رامپور ۱۹۰۳ء دیکھئے رامپور طب ۳۹)

(۷) مقدمۃ اللغات الطبیہ ۔ (مطبوعہ: مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۳۴ھ دیکھئے رامپور طب ۵۲)

(۸) الوجیزہ ۔ (مطبوعہ: مطبع فاروقی دہلی ۱۳۳۵ھ ، دیکھئے رامپور طب ۵۶)

(۹) ایقاظ النعسان فی اغالیط الاتحسان ۔ (حوالہ: نزھہ ۱۳/۸)

(۷۳) ریاست علی شاہجہانپوری (م ۱۳۴۹ھ/ ۱۹۳۰ء)[1] ۔

عالم فقیہ ریاست علی شاہجہانپوری کا شمار نقشبندیہ مشائخ میں ہوتا ہے۔ شاہجہانپور میں پیدا ہوئے۔ اپنے شہر کے علماء سے بعض درسی کتابیں پڑھیں۔ پھر رامپور تشریف لے گئے۔ وہاں مولانا ارشاد حسین سے واسطہ رہا۔ ان سے فقہ، اصولِ کلام، منطق فلسفہ کی تعلیم حاصل کی۔ ایک زمانہ تک اصحابِ طریقت کی صحبت میں رہے۔ پھر اپنے شہر واپس آئے۔ اور درس وتدریس میں مشغول رہے۔ ۱۳۴۹ء میں وفات پائی، علمِ تفسیر میں جواہر التنزیل نام کی ایک عربی کتاب ہے جس کے دو نسخے ندوۃ العلماء لکھنؤ کے کتب خانہ میں ہیں یہ کتاب ۱۳۲۵ھ میں شیاما پریس شاہجہانپور سے شائع ہو چکی ہے۔

(۷۴) مولانا ابوطیب محمد یعقوب بخش راغب بدایونی (م ۱۳۶۸ھ/ ۱۹۴۸ء)[2] ۔

مولانا ابوطیب محمد یعقوب ۱۳۰۸ھ میں پیدا ہوئے، عربی زبان وادب اور دیگر علوم وفنون کی گرانقدر خدمات انجام دیں ہیں۔ آپ کا سلسلہ تلمذ فنِ حدیث میں مولانا یونس علی بدایونی کے توسط سے شاہ ولی اللہؒ تک اور معقولات میں مولانا محمد احمد بدایونی کے توسط سے علماءِ خیر آباد تک پہونچتا ہے، ۱۹۳۸ء میں مسلم یونیورسٹی علی گڈھ کے شعبہ دینیات میں استاد ہوئے اور آخر عمر تک تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔ ۱۳۶۷ھ/ ۱۹۴۸ء میں حرکتِ قلب بند ہو جانے کی وجہ سے انتقال ہوا، جنازہ علیگڈھ سے لاکر بدایوں میں درگاہِ

---

[1] سالم قدوائی صفحہ ۲۸۴، نزہہ ۱۵۴/۸۔

[2] ہندو پاک میں عربی ادب صفحہ ۱۰۶

قبرستان میں دفن کردیا گیا۔ مولانا بڑے اچھے قصیدہ گو تھے قصیدہ دالیہ میں ''الہاشمیات'' کے چند اشعار جو امام حسینؓ کے مرثیہ میں کہے ہیں اس طرح ہیں۔

الم الطیف بی حسین الرقاد
فاتخضنی سهاداً من سعاد

سری لیلانا عقبه نهاد
کلیل مدلهم فی السواد

....

(۷۵) مولانا اعزاز علی امروہوی (م ۱۳۷۲ھ/۱۹۵۲ء)[1]۔

مولانا اعزاز علی بن مزاج علی بن حسن خیر اللہ ۱۳۰۰ھ میں ضلع بدایوں میں پیدا ہوئے، ملازمت کے سلسلے میں ان کے والد کا تبادلہ شاہجہانپور میں ہوگیا اس لئے مولانا کی ابتدائی تعلیم وہیں ہوئی۔ اعلیٰ تعلیم کے لئے دیوبند گئے، وہاں حافظ احمد صاحب سے ہدایہ اولین، مولانا محمد سہوی بھاگلپوری سے میر قطبی پڑھی۔ شیخ الہندؒ سے بخاری، ترمذی، ابوداود، ہدایہ آخرین، بیضاوی، توضیح تلویح پڑھی، فراغت کے بعد شیخ الہندؒ کے حکم پر مدرسہ نعمانیہ پورنیہ بھاگلپور میں مدرس ہوئے، ۱۳۳۰ھ میں دار العلوم دیوبند میں تقرر ہوا۔ شیخ الادب و الفقہ کے لقب سے مشہور ہوئے۔ ۴۱ سال تک تعلیمی و تربیتی خدمات انجام دیں۔ آپ سے مستفید ہوکر ملک و بیرونِ ملک میں ہزاروں علماء تعلیمی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

---

[1] ہندوستان میں عربی ادب کے ممتاز علماء/ یونس نگرانی ص ۱۶۴

آپ اوقات کے بڑے پابند تھے۔کم سخن حلیم متواضع باوقار و بارعب تھے،طلباء آپ سے اس قدر ڈرتے تھے کہ آپ کو آتا دیکھ کر کائی کی طرح پھٹ جاتے تھے۔آپ اردو عربی دونوں زبانوں میں شاعری کا مذاق رکھتے تھے۔آپ نے نور الایضاح،دیوانِ حماسہ،کنز الدقائق،دیوانِ متنبّی،شرحِ نقایہ پر مفید حاشیہ لکھا ہے ادب میں ایک مجموعہ ''نفحۃ العرب'' کے نام سے لکھا ہے جو عربی ادب کے طلباء کے لئے بہترین مجموعہ ہے۔۱۳۷۲ھ میں دیوبند میں وفات پائی۔وہیں مدفون ہیں۔

آپ کی عربی تصنیفات۔

(۱) حاشیہ مفید الطالبین۔(حوالہ:یونس نگرامی ۲۲۲)

(۲) قصایدِ شیخ محمد۔(مطبوعہ:رسالہ دار العلوم دیوبند ص ۴۲ جولائی ۱۹۷۴ء،حوالہ:یونس نگرامی ۲۴۸)

(۳) حاشیہ متنبّی۔(حوالہ:یونس نگرامی ص ۲۳۱)

(۴) حاشیہ حماسہ۔(حوالہ:یونس نگرامی ص ۲۳۱)

(۵) حاشیہ نور الایضاح۔(حوالہ:یونس نگرامی ص ۱۶۴)

(۶) حاشیہ شرحِ نقایہ۔(حوالہ:یونس نگرامی ص ۱۶۵)

(۷) حاشیہ کنز الدقائق۔(حوالہ:یونس نگرامی ص ۱۶۴)

(۸) نفحۃ العرب۔(حوالہ:یونس نگرامی۔ص ۲۳۱)

(۷۶) سید ابو العلاء نظر سہسوانی بدایونی (م ۱۹۶۱ء[۱])۔

سنِ ولادت ۱۳۰۴ھ ہے سید نذیر احمد فاضل کے پوتے ہیں۔سید اعجاز احمد،سید محمود عالم سے ابتدائی درسیات منطق فلسفہ وادب کی تعلیم حاصل کی،پھر مولانا ذوالفقار احمد بھوپالی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔بعض درس شمس العلماء مولانا عبد اللہ ٹونکی اور شیخ محمد طیب عرب مکی سے بھی لیا ہے۔اس کے علاوہ کثرتِ مطالعہ سے علم میں اضافہ کیا۔عربی فارسی اردو

---

[۱] حیاۃ العلماء ص ۱۳۹،نزہہ ۸/۵۰۲۔

تینوں زبانوں میں شعر کہتے ہیں نہایت خلیق متواضع صائب الرائے ہیں، تقریر و تحریر میں یکساں ملکہ ہے۔ فقہ اور حدیث کی اچھی معلومات ہے عربی میں ایک دیوان ہے۔ جو ابھی تک غیر مطبوعہ ہے۔ ۱۹۵۵ء میں شاہ سعود بن عبدالعزیز کی ہندوستان میں آمد کے موقع پر ایک قصیدہ لکھا تھا۔

احن الی لیلی لوجد علی بعد
اذاما سری وھنا نسیم صبا نجد

تحیرت من زھر الریاض شممتہٗ
اذا ماری عز مالھافاح فی الورد

واذا تغنت فی الغصون حمامة
تزید کآبات الفؤاد من الوجد
و لماری الورقاء تندب شجرھا
قد اضطرمت نار الصبابة فی کبد

۱۳۸۰ھ مطابق ۱۹۶۱ء کو انتقال ہوا ہے۔

(۷۷) مولانا سید محمد عبادت کلیم (متوفی ۱۴۱۰ھ/۱۹۷۹ء[۱])۔

نام سید محمد عبادت اور تخلص کلیم تھا۔ آپ مولانا سید اولاد حسن سلیم کے اکلوتے بیٹے تھے۱۹۱۱ء میں پیدا ہوئے، دس سال کی عمر میں اُن کے والد کا سایہ سر سے اُٹھ گیا۔ حاجی سید

---

۱ حالات کے لئے دیکھئے کشور اولیاء امروہہ از احمد حسین صدیقی مطبوعہ کراچی صفحہ ۳۵

مرتضیٰ حسین مجتہد نے آپ کی کفالت کی۔ انھوں نے صرف پڑھائی ہی نہیں بلکہ ان کی تربیت وتزکیہ نفس میں بھی سعیِ بلیغ کی حاجی صاحب نے اپنی علالت کے زمانے میں انھیں لکھنؤ جانے کی ہدایت کی۔ وہاں جاکر انھوں نے ناظمیہ میں تعلیم حاصل کی۔ ان کے اساتذہ میں اس عہد کے عظیم فلسفی مولانا سید مظاہر حسین قبلہ اور مفتیِ اعظم سید احمد علی کے اسماءِ گرامی خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ ان دونوں عالموں سے انھوں نے فلسفہ، منطق، اصولِ فقہ اور فقہ استدالی کی باریکیاں حاصل کیں۔ نیز عربی فارسی ادب عالیہ میں کمالِ دسترس لکھنؤ کے عالموں سے حاصل کی۔

مولانا محمد عبادت اپنے عہد کے ممتاز ترین علماء میں شمار ہوتے تھے وہ ایک جید عالم اور مجتہدانہ فکر کے حامل تھے انکی ہمہ جہت شخصیت تجرِ علمی ان کے عالمی افکار، علم وفضل اور زہد وتقوی غرض کہ وہ تمام صفات جو کسی انسان کو مثالی بناتے ہیں مولانا سید محمد عبادت میں مجتمع تھے یوں تو وہ شیعانِ امروہہ کے امام الجمعہ والجماعت تھے مگر ان کی وسیع المشربی بلاتفریقِ مذہب وملت ہر طبقہ فکر میں تسلیم کی جاتی ہے۔

درسیات کے ختم ہونے کے بعد ہی انھوں نے ''تحقیق صدرہ'' ایک رسالہ کا اردو میں ترجمہ کیا اصولِ فقہ پر عربی میں ایک رسالہ ''سراج الفقیہ'' بھی تحریر کیا ایک اور رسالہ عربی زبان میں الاستفسار فی نجاستہ المشرکین والکفار تحریر کیا ہے ۲۳ ربیع الاول ۱۴۱۰ھ مطابق ۲۳ اکتوبر ۱۹۷۹ء کو انتقال ہوا۔

آپ کی عربی تصنیفات۔

(۱) سراج الفقیہ۔(مطبوعہ: مطبع جید برقی پریس دہلی ۱۳۷۵ھ دیکھئے رامپور فقہ ۹۴)

(۲) الاستفسار فی نجاستہ المشرکین والکفار۔(حوالہ: کشور اولیاء امروہہ ص ۳۵)

(۷۸) مولانا امتیاز علی عرشی (م ۱۳۲۶ھ/۱۹۸۰ء[1])۔

مولانا امتیاز علی عرشی بن مختار علی ۱۳۳۲ھ/۱۹۰۴ء کو رامپور میں پیدا ہوئے، ڈھائی سال کی عمر میں والدہ کا انتقال ہو گیا۔ پانچ سال کے ہوئے تو گھر والوں نے حافظ جعفر کے مدرسہ میں داخل کیا وہاں دو سال تک تعلیم حاصل کی۔ پھر عربی کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے انھیں حکیم عبدالرشید کی خدمت میں بھیجا گیا جہاں انھیں عربی صرف ونحو کیساتھ علم طب سے بھی واقفیت پیدا ہوئی، ۱۴ سال کی عمر میں مدرسہ مطلع العلوم میں داخل ہوئے اور وہاں عربی قواعد کے علاوہ فارسی کی درسی کتابیں پڑھیں۔ ۱۹۲۳ء میں پنجاب یونیورسٹی سے مولوی عالم کی سند لی پھر مولوی فاضل کے امتحان کی تیاری کے لئے اورینٹل کالج میں داخلہ کے لئے لاہور گئے۔ وہاں سے فاضل کی سند لیکر رامپور واپس ہوئے اور یہاں مدرسہ عالیہ کے درجہ اولیٰ میں داخلہ لیا۔ مدرسہ عالیہ سے ۱۹۲۴ء میں فارغ ہوئے اور ۱۹۲۹ء میں انگریزی کا امتحان دیکر انٹر کی سند حاصل کی۔ تعلیم سے فراغت کے بعد کچھ دنوں تک سفیر دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کی حیثیت سے کام کیا۔ پھر اسے ترک کر کے تجارت کی طرف راغب ہوئے لیکن تجارت میں نقصان اٹھانے کے بعد اسے بھی ترک کر دیا۔ ۱۹۳۲ء میں نواب رضا علی خاں نے رضا لائبریری میں ناظم کتب خانہ کی حیثیت سے تقرر کیا اس وقت سے لیکر تا حیات ۱۹۸۱ء تک یعنی تقریباً آدھی صدی تک لائبریری کی سب سے اہم ذمہ دار پوسٹ

---

[1] حالات کے لئے دیکھئے مقدمہ فہرست نسخہائے خطی فارسی جلد اول مطبوعہ رامپور رضا لائبریری ۱۹۹۶ء، وندر عرشی مرتبہ مالک رام ومختار الدین آرزو مطبوعہ ۱۹۶۵۔

پر سرفراز رہے اور ذخیرۂ لائبریری سے بھرپور استفادہ کیا۔ ان کے عہد میں لائبریری نے کافی ترقی کی اور کتابوں میں بہت اضافہ ہوا۔ کتابوں کی جدید فہرست سازی اور اہم مخطوطات کی ایڈیٹنگ کی وجہ سے لائبریری کی تاریخ میں ان کو نمایاں مقام حاصل ہے۔

مولانا عرشی نے کثیر کتابیں تصنیف کیں انھیں ماہرِ غالبیات کہا جاتا ہے۔ مکاتیبِ غالب، انتخابِ غالب، فرہنگِ غالب، دیوانِ غالب اور نسخہ عرشی کے علاوہ غالبیات پر انکے متعدد دیگر اہم مضامین ورسالے شائع ہوئے ہیں۔ عربی فارسی اردو کے اہم مخطوطات مثلاً دستور الفصاحت، وقائعِ عالم شاہی، تاریخِ محمدی، سلکِ گوہر، تاریخِ اکبری، کتاب الاجناس، دیوان الجادرہ، لامیۃ الہند، دیوان ابی محجن ثقفی، تفسیرِ سفیان ثوری اور نہج البلاغہ، پر اعلیٰ معیار کے تحقیقی کام کی وجہ سے علمی دنیا میں بلند مرتبہ حاصل کیا اور بالخصوص تفسیرِ سفیان ثوری پر ان کے طرزِ تحقیق کو دیکھ کر عرب اور مستشرقین بھی دنگ رہ گئے۔

آپ کی عربی تصنیفات۔

(۱) تفسیر سفیان ثوری (مطبوعہ ہندوستان پرنٹنگ پریس رامپور ۱۹۶۵ء، دیکھئے رامپور تفسیر عربی ۳۲۳)

(۲) دیوانِ ابی محجن ثقفی۔ (دیکھئے رامپور ادب نظم ۲۶۶)

(۳) الی الدراسۃ الاسلامیۃ۔ (مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد، دیکھئے رامپور تعلیم وتربیت ۱۳)

(۳) تہذیب المیزان۔ (مخطوطہ رامپور کیٹلاگ عربی ۴/۴۰۲)

(۴) ''الامام الثوری وکتابہٗ فی التفسیر''۔ (مطبوعہ: مطبع دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد ۱۳۵۸ھ دیکھئے رامپور اسماء الرجال ۲۲)

(۵) کتاب المقطوع والموصول۔ (مطبوعہ ہندوستان پرنٹنگ پریس رامپور ۱۹۸۰ء، دیکھئے رامپور اعرابِ قرآن ۴)

(۷۹) مولانا عبدالسلام خاں رامپوری۔

مولانا عبدالسلام خاں رامپوری ۱۷، مارچ ۱۹۱۱ء کو رامپور میں پیدا ہوئے مدرسہ عالیہ رامپور سے ۱۹۳۱ میں فارغ ہوئے۔ عربی، فارسی اور اردو کے علاوہ بقدرِ ضرورت انگریزی فرانسیسی اور جرمن زبان سے بھی واقفیت پیدا کی۔ بعد میں مدرسہ کے استاد مقرر ہوئے۔ اور بحسن وخوبی علمی خدمات انجام دیتے ہوئے ۱۹۷۵ء میں ملازمت سے سبکدوش ہوئے۔

مولانا کا اصل موضوع تفسیرِ قرآن اور فلسفہ ہے انیسویں صدی عیسوی میں علومِ عقلیہ کے علماء میں مولانا فضلِ حق خیرآبادی اور مولانا عبدالحق خیرآبادی کی علمی شہرت تمام عالمِ اسلام میں پھیلی ہوئی تھی۔ موجودہ دور میں مولانا عبدالسلام خاں اس سلسلہ کی آخری کڑی ہیں۔ مولانا نے عالمِ اسلام کے علماءِ فکر وفلسفہ سے استفادہ کیا۔ اور قدیم فلسفہ اسلامی کا بغور مطالعہ کیا۔ عربی فارسی علوم کے علاوہ یونانی ہندی اور مغربی فلسفہ سے بھی دلچسپی تھی۔ چنانچہ اس میدانِ فکر میں انھوں نے وسیع معلومات حاصل کیں۔ گذشتہ ساٹھ سال سے مولانا تقریر وتحریر کے میدان میں سرگرمِ عمل ہیں، اور بیشمار مقالات وکتابیں تحریر کرچکے ہیں۔

اپنے برادرِ محترم مولانا عبدالوہاب خانصاحب کی تفسیر تقریب القرآن میں مدد فرمائی اور تشریحی وتوضیحی نوٹ لکھے۔ ابنِ عربی اور وحدۃ الوجود پر مضامین تحریر کئے۔ افکار رومی اور فلسفہ اقبال پر مستند کتابیں تصنیف کی ہیں۔ علماءِ معقولات پر ایک تذکرہ ترتیب دیا ہے انکی علمی خدمات کے اعتراف میں انھیں ۱۹۹۰ء میں پریزیڈنٹ ایوارڈ سے نوازا گیا ہے حال ہی میں ہندی فلسفہ ادیان کے موضوع پر ان کی کتاب منظر عام پر آئی ہے اس

موضوع پر لکھنے والے چند گنے چنے لوگوں میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ مولانا عبدالسلام صاحب کے مولانا ابوالکلام صاحب سے گہرے روابط تھے اور انھیں کی ترغیب پر انھوں نے ''ثقافۃ الہند'' میں اس موضوع پر لکھنا شروع کیا تھا۔ ان کے مضامین کی علمی حلقوں خصوصاً عالمِ عرب میں بیحد تعریف کی گئی تھی یہ سلسلہ ۱۹۹۰ء تک چلتا رہا اور بعد میں ان مضامین کو ڈاکٹر وقار الحسن صدیقی او ایس ڈی رامپور رضا لائبریری نے کتابی شکل میں رضا لائبریری سے ۱۹۹۶ء میں ''الفلسفۃ الہندیۃ القدیمہ'' کے نام سے شائع کیا ہے۔

بعض مصنّفین جن کے حالات دستیاب نہیں ہو سکے

(۸۰) قطب الدین ابنِ شاہ محمود بخش امروہوی۔

مرآۃ القرآن۔ مطبوعہ: عمدۃ المطابع امروہہ ۱۲۹۷ھ (رامپور اعراب القرآن ۲)

(۸۱) احمد حسنین بن اعجاز حسین امروہوی۔

ملکۃ النبی۔ مخطوطہ: رامپور کیٹلاگ عربی ۲/۴۲۴

(۸۲) اعجاز حسن بن علی امروہوی (م ۱۳۴۰ھ/۲-۱۹۲۱ء)۔

احسن التقویم۔ مخطوطہ: رامپور کیٹلاگ عربی ۲/۴۱۲

(۸۳) شیخ ابوالحسن محمد المدعو بعبد العزیز امروہوی۔

الحکمۃ الیمانیہ۔ مطبوعہ: مطبع رضوی دہلی ۱۳۰۳ھ دیکھئے رامپور حکمت ۱۷

(۸۴) رضی الدین بن محمد مرشد امروہوی (م ۱۲۳۳ھ/۱۸۱۸ء)

الاوراق الرضیہ۔ مخطوطہ: رامپور کیٹلاگ عربی ۵/۳۴۶

(۸۵) احمد سعید الطبیب امروہوی۔

التلخیص الکامل (دیکھئے معجم المطبوعات العربیہ/احمد خان صفحہ ۲۸)

(۸۶) محمد نظر نقوی امروہوی۔

تسہیل البیان (دیکھئے معجم المطبوعات العربیہ/احمد خان صفحہ ۴۶۱)

(۸۷) ابوالبرکات محمد قطب عالم مراد آبادی۔

التحقیق الطبی فی کلیات الطبعی۔ مخطوطہ: رامپور کیٹلاگ عربی ۴/۶۱۲

(۸۸) محمد حسین شاہ مراد آبادی۔

شجرہ طیبہ چشتیہ صابریہ قدوسیہ (دیکھئے معجم المطبوعات العربیہ/احمد خان صفحہ ۴۱۸)

(۸۹) رحیم اللہ بن علیم اللہ بجنوری۔

احسن الکلام فی اصول عقائد الاسلام۔ مطبوعہ: نامی پریس میرٹھ ۱۹۲۴ء دیکھئے رامپور علم الکلام ۱۳۵

زجر المناع لکشف القناع (دیکھئے معجم المطبوعات العربیہ/احمد خان صفحہ ۴۱۹)

(۹۰) محمد صدیق نجیب آبادی۔

انوار المحمود علی سنن ابی داؤد (دیکھئے معجم المطبوعات العربیہ/احمد خان صفحہ ۴۲۵)

(۹۱) مرزا محمد علی بن غلام رسول کشمیری رامپوری (م ۱۳۵۴ھ/۱۹۳۵ء)۔

حدیث الاربعین۔ مخطوطہ: رامپور کیٹلاگ عربی ۱/ ۶۴۸

(۹۲) نبی احمد بن علی محمد النعمانی رامپوری۔

الشہاب الثاقب۔ مخطوطہ: رامپور کیٹلاگ عربی ۵۱۶۵ دیکھئے رضا لائبریری فن انشاء

(۹۳) محمد اسعد اللہ رامپوری۔

التحفۃ الحقیرہ فی مسئلۃ سبع عرض شعیرہ۔ مطبوعہ: مطبع نعمانیہ دیوبند دیکھئے رامپور ھیئت ۳۱

(۹۴) داود رنگی پوری معلم مدرسہ عالیہ رامپور۔

درالقلائد فی الخطب والقصائد۔ مخطوطہ: رامپور کیٹلاگ عربی فن انشاء ۵۱۶۴۔

(۹۵)ھدایت اللہ خان رامپوری۔

الشمس البالغہ(دیکھئے معجم المطبوعات العربیہ/احمد خان صفحہ ۵۱۱)

(۹۶)حسین علی القائینی بریلوی۔

الحاشیہ علیٰ شرح الرسالہ القطبیہ۔مخطوطہ:رامپور کیٹلاگ عربی ۴/۳۲۲

(۹۷)مولوی قطب الحسن بریلوی۔

الفوائد الشریفہ۔مخطوطہ:رامپور کیٹلاگ عربی نمبر قدیم رضا لائبریری فن صرف

(۹۸)سید احمد بریلوی۔

تکملہ فہرست المخطوطات العربیہ(دیکھئے معجم المطبوعات العربیہ/احمد خان صفحہ ۵۹)

(۹۹)عبداللہ بریلوی۔

فہرست المخطوطات العربیہ(دیکھئے معجم المطبوعات العربیہ/احمد خان صفحہ ۲۷۲)

(۱۰۰)محمد عبدالماجد القادری بدایونی۔

الخطب الدعائیہ للخلاصۃ الاسلامیہ۔مطبوعہ:مطبع عثانی بدایوں ۱۳۴۱ھ دیکھئے رامپور ادب عربی ۳۱

(۱۰۱)اقتدار احمد سہسوانی۔

راحۃ الحیرہ فی صرف ابی ھریرہ(دیکھئے معجم المطبوعات العربیہ/احمد خان صفحہ ۴۰)

(۱۰۲)جمیل احمد سہسوانی۔

خزانۃ اللغات(دیکھئے معجم المطبوعات العربیہ/احمد خان صفحہ ۱۹۸)

(۱۰۳)محمد حسین خاں بن غلام قادر شاہجہانپوری(م ۱۲۷۶ھ/۱۸۵۹ء)۔

ریاض الفردوس۔مطبوعہ:مطبع نول کشور لکھنؤ ۱۲۸۰ھ (دیکھئے رامپور ادب عربی ۴۰

(۱۰۴)محمد علیم اللہ شاہجہانپوری۔

بدر الدجی فی شرح لواء الھدی (دیکھئے معجم المطبوعات العربیہ/احمد خان صفحہ ۴۵۱)

الرسالۃ القطبیہ (دیکھئے معجم المطبوعات العربیہ/احمد خان صفحہ ۴۵۱)

باب پنجم

خاتمہ

گزشتہ مباحث پر نظر ڈالنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ علماءِ روہیلکھنڈ نے عربی زبان میں کثیر تعداد میں کتابیں تصنیف کی ہیں اور تقریباً ہر موضوع پر ان کی عربی کتابیں موجود ہیں۔ میں نے جو فہرست تیار کی ہے اس کے مطابق علمِ تفسیر میں ۹، علمِ حدیث میں ۵، علمِ فقہ میں ۲۵، علمِ تصوف میں ۱۱، علمِ کلام میں ۲۶، منطق فلسفہ میں ۸۰، علمِ طب میں ۱۵، علمِ حساب و ہندسہ میں ۴، صرف ونحو اور لغت میں ۱۳، تاریخ وتذکرہ میں ۹، عربی ادب میں ۱۵ اعربی زبان میں کتابیں شامل ہیں۔

اگر کثیر التصانیف مصنّفین کی فہرست ترتیب دیجائے تو ایک بڑی تعداد ایسے مصنّفین کی ملے گی جنھوں نے انفرادی طور پر کم وبیش ایک درجن یا اُس سے زیادہ عربی کتابیں تصنیف کیں ہیں۔ مثلاً ملا بحر العلوم کی ۲۴ عربی کتابیں ہیں، اسی طرح ملا محمد حسن کی ۱۲، مولوی فضلِ حق خیر آبادی کی ۱۸، نور الدین بن محمد اسماعیل کی ۱۴، مفتی سعد اللہ کی ۱۳، مولوی عبد الحق خیر آبادی کی ۱۲، محمد طیب عرب مکی کی ۱۷، مولانا اعزاز علی امروہوی کی ۱۰، اور مولوی اسماعیل لندنی کی ۹ عربی کتابیں موجود ہیں۔

علماءِ روہیلکھنڈ کی بعض ایسی بھی کتابیں ہیں جو اپنے موضوع میں نہ صرف اہم بلکہ امتیازی حیثیت کا درجہ رکھتی ہیں مثلاً علمِ تفسیر میں مولوی سراج احمد بن مرشد کی ''برہان

التاویل فی شرح الاکلیل'' ہے جو علامہ سیوطی کی تفسیر ''الاکلیل فی استنباط التنزیل'' کی شرح ہے۔ اور بقول مصنف انھوں نے اسمیں بعض ان آیات کی تشریح وتوضیح کی ہے جو علامہ سیوطی کے قلم سے چھوٹ گئیں تھیں۔ اسی طرح مولانا امتیاز علی عرشی کی کتاب ''تفسیر سفیان ثوری'' ہے۔ امام سفیان ثوری کی تفسیر کا ایک مختصر گیارہ ورق کا قلمی رسالہ رضا لائبریری میں موجود ہے۔ انھوں نے بڑی محنت اور تحقیق سے اس مختصر رسالہ کو ایڈٹ کر کے ۴۸۵ ورق پر مشتمل ایک ضخیم کتاب لکھی ہے جس کا مقدمہ صرف ۴۰ صفحات کا ہے۔ عالمِ عرب کے علماء وفضلاء نے جس انداز سے اس کتاب اور ان کے طرزِ تحقیق کی تعریف کی ہے اسے دیکھ کر کتاب کی اہمیت کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ اہم کتابوں میں علمِ حدیث میں مولانا سلام اللہ رامپوری کی ''المحلیٰ شرحِ مؤطا'' ہے۔ اس کتاب میں انھوں نے ''مؤطا'' کے مشکل الفاظ اور عبارت کی وضاحت کے علاوہ فقہی مسائل پر بحث کی ہے اور بقول زبید احمد'' مولانا سلام اللہؒ کی ''المحلیٰ شاہ ولی اللہؒ کی المسوّیٰ سے زیادہ جامع ہے۔''علمِ فقہ میں فتاویٰ فیض اللہ خانی نہایت اہم ہے۔ یہ ضخیم کتاب ۱۲۰۰ اوراق پر محیط تین جلدوں پر مشتمل ہے۔ حافظ احمد علی شوق کے مطابق ''یہ کتاب فتاویٰ عالمگیری پر ایک اضافہ کی حیثیت رکھتی ہے؟؟؟۔ مزید برآں اسی فن میں ملا بحر العلوم کی ''الارکان الاربعہ'' ہے۔ جس میں انھوں نے اسلام کے چاروں ارکان نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، پر بڑی تفصیل سے بحث کی ہے۔ اسی کتاب کو دیکھ کر شاہ عبد العزیزؒ نے انھیں ''بحر العلوم'' کے لقب سے ملقب کیا تھا علم تصوف میں علامہ فضلِ حق خیرآبادی کی ''الروض الموجود فی حقیقۃ الوجود'' اور مولانا سلام اللہ کی ''کشف القناع عن اباحۃ السماع'' نہایت اہم ہیں۔ منطق وفلسفہ کے فن میں رامپور اور اس کے مدرسہ عالیہ کو ایک خاص مقام حاصل تھا۔ اس فن میں ملا بحر العلوم، ملا محمد حسن، فضلِ

حق خیرآبادی، عبدالحق خیرآبادی کی شہرت ملک کے دور دراز علاقوں میں تھی۔ موجودہ دور میں مولانا عبدالسلام خاں اس سلسلہ کی آخری کڑی ہیں۔ حال ہی میں رامپور رضا لائبریری سے ان کی کتاب ''الفلسفۃ الہندیۃ القدیمہ'' شائع ہوئی ہے جو عربی میں اس موضوع پر ہندوستان کی واحد کتاب سمجھی جارہی ہے۔ اس موضوع پر مولانا فضلِ حق خیرآبادی کی ''حاشیہ علی الافق المبین'' اور ''الہدیۃ السعیدیہ'' اہم کتابیں ہیں علمِ طب میں درویش محمد کی رسالہ فی الطب، مباحث الاطباء، رضی الدین کی ''الاوراق الرضیہ'' اور حکیم محمد اجمل خاں کی عربی طبی کتابیں قابل ذکر ہیں۔ علمِ حساب و ہندسہ میں منولال فلسفی کی ''العجب'' اور ''رسالہ فی الحساب'' طالب علموں کے لئے مفید ہیں۔ صرف ونحو میں محمد طیب عرب مکی کی کتاب ''النفحۃ الاجملیہ فی الصلات الفعلیہ'' مفتی سعد اللہ کی ''یوسفیہ فی علمی العروض والقافیہ'' فضلِ حق رامپوری کی ''شموس البراعہ فی شرحِ دروسِ البلاغہ'' ذکر کے قابل ہیں تاریخ وتذکرہ میں فضلِ حق خیرآبادی کی ''الثورۃ الغدریہ'' ہے جس میں ۱۸۵۷ء کے غدر اور انگریزوں کے ظلم وتشدد کی داستان بیان کی ہے۔ یہ کتاب ۱۸۵۷ء کے غدر پر ایک اہم تاریخی دستاویز ہے۔ عربی ادب میں کندن لال اشکی کی کتاب رسالہ فی الانشا فنِ مکتوب نویسی پر نہایت اہم ہے۔ محمد حسین بن غلام شاہجہانپوری کی ''ریاض الادب'' عربی ادب کے مختلف موضوعات پر منتخب تحریروں کا مجموعہ ہے اس کے وسیع اور متنوع مضامین دیکھ کر بجا طور پر اسے انسائیکلوپیڈیا کہا جاسکتا ہے۔ اس مجموعہ کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ مفتی سعد اللہ اور نواب صدیق حسن خاں جیسے ممتاز علماء نے اس کی تعریف کی ہے۔

علماءِ روہیلکھنڈ کو اگر مختلف زمروں میں تقسیم کیا جائے تو مفسرین میں رفیع الدین مرادآبادی، سراج الدین احمد بن مرشد رامپوری اور ریاست علی شاہجہانپوری کا نام لیا جاسکتا

ہے۔ محدثین میں سلام اللہ رامپوری اور محمد حسن سنبھلی، فقہاء میں مفتی شرف الدین، مفتی سعد اللہ، مولانا نقی علی بریلوی، مولانا رضا علی خاں بریلوی اور سید محمد عبادت نقوی امروہوی کے نام ملتے ہیں۔ منطق و فلسفہ میں ملا بحر العلوم، ملا محمد حسن، ملا عماد الدین لبکنی، فضلِ حق خیرآبادی، عبد الحق خیرآبادی اور مولانا عبد السلام خاں وغیرہ ممتاز علماء ہیں۔ عربی ادب میں محمد اسماعیل لندنی، محمد طیب عرب مکی اور اعزاز علی امروہوی کے نام شامل ہیں۔ اطباء میں درویش محمد، رضی الدین امروہوی اور حکیم محمد اجمل خاں مشہور ہیں، سائنسی علوم میں منولال فلسفی اور فضلِ حق خیرآبادی وغیرہ کے نام شامل کئے جاسکتے ہیں۔

ہم نے اب تک علماءِ روہیلکھنڈ کی عربی خدمات کے سلسلہ میں مختلف پہلوؤں سے جائزہ لیا ہے لیکن اب ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ مجموعی طور پر اس سرمایہ کی قدر و قیمت کا اندازہ لگایا جائے۔ اس سلسلہ میں زبید احمد کا تبصرہ جو انھوں نے اپنی عربی کتاب ''دی کنٹری بیوشن آف انڈیا ٹو دی عربک لٹریچر'' میں ہندوستان کے عربی لٹریچر پر کیا ہے بہت اہم ہے۔ چونکہ روہیلکھنڈ کا عربی سرمایہ ہندوستان کے عربی سرمایہ کا ہی ایک حصہ ہے۔ اس لئے اس موقع پر ان کا یہ تبصرہ پیش کرنا مناسب ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔

''ہندوستان کو اپنے جغرافیائی محلِ وقوع کی وجہ سے عربی تہذیب اور عربی علوم کے مراکز سے براہِ راست استفادہ کرنے کی وہ سہولیت جو مشرق میں ایران اور مغرب میں شمالی افریقہ کے ممالک کو حاصل تھی میسر نہ تھی۔ مزید برآں ہندوستان میں مسلمان ہمیشہ اقلیت میں رہے اور حریف ادبیات کے قومی اثرات بھی ہمیشہ کارفرما رہے۔ اس لئے ہندوستان میں جو عربی ادب تخلیق ہوا وہ یہاں کے فارسی ادب کے مقابلہ میں کم تھا۔ لیکن ان تمام جغرافیائی اور سیاسی دشواریوں کے باوجود ہندوستان کے مسلمان عربی کو نظر انداز

نہیں کر سکتے تھے، کیونکہ انکی مقدس مذہبی کتاب اسی زبان میں ہے اور یہی زبان سارے علوم کے بیش بہا خزانے کی کنجی ہے۔

ہندوستان میں عربی زبان وادب کی تصنیف وتالیف کا آغاز اس وقت ہوا جب عربی علوم ان ممالک میں زوال پذیر ہونے لگے تھے جہاں حیرت انگیز شاہکار پیش کئے جا چکے تھے متعدد شعبوں میں اس حد تک ترقی ہو چکی تھی کہ اس میں مزید اضافہ ناممکن ہو گیا تھا مثلاً قرآن، حدیث اور فقہ پر اس قدر تصانیف تھیں کہ اس موضوع پر کوئی طبع زاد کتاب لکھنا مشکل ہو گیا تھا۔ دوسرے علوم مثلاً فلسفہ، علمِ کلام، علمِ حساب، طب، سائنس میں طبع زاد کتابیں ہر وقت لکھی جا سکتی ہیں لیکن علماء میں تخلیقی تصانیف پیش کرنے کی صلاحیت مفقود ہو جانے کی وجہ سے ان علوم پر بھی جمود طاری ہو گیا تھا اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ماضی کے حکماء نے جو کچھ لکھا تھا آئندہ نسلوں کے علماء اس میں اضافہ کرنے کے بجائے محض شرحوں پر شرحیں لکھنے میں مصروف تھے۔

ہندوستان میں فارسی کو عربی پر کئی اعتبار سے فوقیت رہی ہے اس لئے عربی کے مقابلہ فارسی ادب میں ہندوستان کا حصہ بہت زیادہ ہے تاہم دینیات فلسفہ اور سائنس میں اس زبان میں زیادہ کتابیں نہیں ہیں۔ البتہ تاریخ شعر وشاعری میں فارسی میں بہت زیادہ کتابیں تصنیف ہوئی ہیں۔ تصوف میں بھی کثیر کتابیں ہیں لیکن ہندوستان میں اس کثرت سے فارسی کتابیں تصنیف ہونے کے باوجود یہ کمی محسوس ہوتی ہے کہ ان میں جدت مفقود ہے۔ اسی طرح ہندوستان کی فارسی شاعری بھی ایران کا چربہ ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بیرونی ادب میں صحیح معنوں میں طبع زاد تصانیف کی توقع مشکل ہی سے کی جا سکتی ہے۔ اس لئے ہندوستان میں عربی میں طبع زاد کتابیں نہیں لکھی گئیں تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ یہ

صحیح ہے کہ ہندوستان میں عربوں یا اس سے قریب ممالک کے مقابلہ میں عربی زبان وادب کا حصہ کم ہے لیکن اس کے باوجود اس میں ہندوستان کا جو حصہ ہے اس کے جغرافیائی اور سیاسی حالات کو دیکھتے ہوئے جتنی توقع کی جاسکتی ہے مناسب طور پر اتنا حصہ موجود ہے''۔

ہندوستان کے عربی زبان وادب کے سلسلہ میں زبید احمد نے جو تبصرہ کیا ہے اس کی روشنی میں روہیلکھنڈ کے عربی سرمایہ کی خصوصیات کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ یہاں کی تمام عربی تصنیفات کو دیکھنے سے محسوس ہوگا کہ اگر چہ یہاں پر عربی کا کثیر ذخیرہ ہے لیکن طبع زاد کتابیں بہت کم ہیں اور صرف ماضی کے علماء کی کتابوں اور ان کی شرحوں پر شرحیں لکھنے کا کام زیادہ ہے لیکن اس سلسلہ میں انھیں موردِ الزام نہیں ٹھیرایا جا سکتا کیونکہ عالمِ اسلام پر مغلوں کے حملہ کے بعد عربی زبان وثقافت کی ترقی رک گئی تھی اور اس کے بعد جو زمانہ آیا وہ محض تقلید کا زمانہ تھا۔ صرف ہندوستان ہی نہیں بلکہ تمام عالمِ اسلام تقلید کا غلام ہو گیا تھا۔ ہر شعبہ میں متقدمین کی اندھی تقلید کی جانے لگی تھی۔ اور ہر مسئلہ میں ان کی رائے کو قطعی حل سمجھا جانے لگا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ہندوستان اور ہندوستان کے باہر لکھی گئی عربی کتابوں میں کوئی خاص فرق نہیں ہے مثلاً فتاویٰ عالمگیری کی عرب میں وہی اہمیت ہے جو ہندوستان میں ہے۔ ایسے حالات میں جب کہ تمام عالمِ اسلام جمود کا شکار رہا ہے تو پھر روہیلکھنڈ میں اگر کوئی طبع زاد کتاب نہیں لکھی گئی تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ اس جمود وتقلید کے علاوہ ایک سبب یہ بھی تھا کہ ہندوستان کی زبان فارسی رہی ہے اور بقول زبید احمد جب فارسی زبان جسے عوام اور سرکار دونوں کی سرپرستی حاصل رہی ہے میں جدت مفقود ہے تو پھر عربی زبان وادب میں اس طرح کی توقع کیسے کی جاسکتی ہے۔ لیکن طبع زاد کتابوں کے مسئلہ سے ہٹ کر اگر دیکھا جائے تو یہ کوئی کم اہم بات نہیں کہ اس چھوٹے سے خطے میں

عربی زبان وادب کا توقع سے بڑا ذخیرہ موجود ہے۔اس کو اس پہلو سے بھی دیکھا جانا چاہئے کہ عربی زبان، بول چال کی زبان کبھی نہیں رہی۔صرف مذہبی زبان کی حیثیت سے اسے استعمال کیا جاتا رہا ہے۔لہٰذا اس اعتبار سے عربی زبان کی ترقی، ترویج واشاعت میں علماءِ روہیلکھنڈ نے قابلِ ذکر اور قابلِ تعریف خدمات انجام دی ہیں۔

مختصراً علاقۂ روہیلکھنڈ میں پچھلی دوصدیوں میں جو عربی ادب نے فروغ پایا اس کا یہ امتیاز ہے کہ یہاں علوم دینیہ کے ساتھ ساتھ علومِ عقلیہ پر بھی بہت توجہ دی گئی اور علومِ دینیہ کے ساتھ ساتھ عقلی علوم وفنون منطق وفلسفہ پر بھی بہت سی قیمتی کتابیں لکھی گئیں جس کا اس مقالہ میں جائزہ پیش کیا گیا ہے۔یہ روہیل کھنڈ کا علاقہ ماضی میں علم وادب کا بہت ہی اہم اور فعال مرکز رہا ہے۔اور یہاں سے عربی زبان وادب کے بڑے بڑے نامور علماء اور ادیب پیدا ہوئے۔اگر اس موضوع پر مزید باریک بینی اور جگر کاوی کے ساتھ تحقیق کی جائے اور جزئیات کا تجزیہ کیا جائے تو روہیل کھنڈ کی علمی خدمات کے یہ دھندلے نقوش بہت ہی واضح اور مؤثر صورت میں اہلِ علم کے سامنے آسکتے ہیں۔

کتابیات

(۱) ابجد العلوم از نواب صدیق حسن خاں، مطبع صدیقی بھوپال ۱۸۷۸ء۔

(۲) اخبار الصنادید از حکیم نجم الغنی خاں (دو جلدیں) رامپور رضا لائبریری (ری پرنٹ ۱۹۹۷ء)۔

(۳) اکتفاء القنوع بماھو مطبوع از ایدورد فندیک، مطبع ہلال فجالہ مصر ۱۸۹۶ء۔

(۴) المنجد فی الاعلام، مطبوعہ بیروت ۱۹۷۶ء۔

(۵) انتخاب یادگار از منشی امیر مینائی، تاج المطابع لکھنؤ ۱۸۷۹ء۔

(۶) ارتخ ادبیات مسلمانانِ پاکستان و ہند جلد دوم عربی ادبیات، پنجاب یونیورسٹی لاہور۔

(۷) تذکرہ علماءِ اہلِ حدیث از ابو یحیی امام خاں نوشہری، جید برقی پریس دہلی ۱۹۳۸ء

(۸) تذکرہ علماءِ ہند از مولوی رحمٰن علی، ترجمہ ایوب قادری، پاکستان ہسٹاریکل سوسائیٹی کراچی ۱۹۶۱ء۔

(۹) تذکرہ علماءِ فرنگی محل از مولوی عنایت اللہ، لکھنؤ ۱۹۳۰ء۔

(۱۰) تذکرہ کاملانِ رامپور از حافظ احمد علی شوق، خدابخش لائبریری پٹنہ (ری پرنٹ ۱۹۸۶ء)۔

(۱۱) تذکرۃ المصنفین والمؤلفین از پروفیسر اختر راہی مکتبہ اشاعتِ اسلام سہارنپور (تاریخ ندارد)

(۱۲) چند شعراءِ بریلی از سید لطیف حسین ادیب، تنویر پریس لکھنؤ ۱۹۷۶ء۔

(۱۳) حدائق الحنفیہ از مولوی فقیر محمد جہلمی، مطبع نول کشور لکھنؤ ۱۳۰۸ء۔

(۱۴) حیاتِ مولانا احمد رضا خاں/ مسعود احمد ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا ممبئی۔ ۱۴۱۰ھ۔

(۱۵) حیاۃ العلماء از عبد الباقی سہوانی، نول کشور پریس لکھنؤ ۱۹۲۲ء۔
(۱۶) دائرۃ معارف اسلامیہ مدیر ڈاکٹر سید عبد اللہ، پنجاب یونیورسٹی لاہور۔
(۱۷) رامپور کا دبستانِ شاعری از شبیر علی خاں شکیب، رضا لائبریری رامپور ۲۰۰۰ء۔
(۱۸) سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان از سید غلام آزاد بلگرامی، مطبوعہ بمبئی ۱۳۰۳ھ۔
(۱۹) عربی ادب میں اودھ کا حصہ از ڈاکٹر مسعود انور علوی کاکوروی، نامی پریس لکھنؤ ۱۹۹۰ء۔
(۲۰) عربی ادب میں ہندوستان کا حصہ از ڈاکٹر شمس تبریز خاں، نظامی پریس لکھنؤ ۱۹۸۹ء۔
(۲۱) عربی ادبیات میں پاک و ہند کا حصہ از ڈاکٹر زبید احمد ترجمہ شاہد حسین رزاقی، ادارہ ثقافتِ اسلامیہ لاہور طبع سوم ۱۹۹۱ء۔
(۲۲) عربی زبان وادب عہدِ مغلیہ میں از ڈاکٹر شبیر احمد قادری، نظامی پریس لکھنؤ ۱۹۸۲ء۔
(۲۳) علم و عمل (وقائع عبد القادر خانی) ترجمہ معین الدین افضل گڑھی، ترتیب محمد ایوب قادری کراچی۔
(۲۴) علماءِ ہند کا شاندار ماضی از مولانا محمد میاں، ولی پرنٹنگ پریس دہلی ۱۹۴۲ء۔
(۲۵) فہرست کتبِ عربی جلد دوم کتب خانہ رامپور ۱۹۲۸ء۔
(۲۶) فہرستِ کتب مطبوعات عربی، رامپور رضا لائبریری۔
(۲۷) کشورِ اولیاء، امروہہ از احمد حسین صدیقی مطبوعہ کراچی، پاکستان۔
(۲۸) کیٹلاگ آف عربک اینڈ پرشین مینسکرپٹ، (انگریزی) خدا بخش لائبریری پٹنہ۔
(۲۹) کیٹلاگ آف عربک مینسکرپٹ (انگریزی) رامپور رضا لائبریری، مرتبہ مولانا عرشی۔
(۳۰) معجم المطبوعات العربیہ از یوسف الیاس سرکیس، مطبع سرکیس مصر ۱۳۴۷ء۔
(۳۱) معجم المطبوعات العربیہ فی شبہ القارۃ الھندیۃ الباکستانیۃ منذ دخول المطبعۃ الیھا حتی عام ۱۹۸۰ء م (عربی) از الدکتور احمد خاں مکتبہ الملک فہد الوطنیہ ریاض ۲۰۰۰ء م۔

(۳۲) نزہۃ الخواطر از مولانا عبدالحیٔ حسنی ندوی مطبع دائرۃ المعارف حیدرآباد ۱۳۹۰ھ۔
(۳۳) ہندوپاک میں عربی ادب/ اقبال احمد سلفی، تاج آفسٹ پریس الہ آباد ۱۹۸۲ء۔
(۳۴) ہندوستان کی قدیم اسلامی درسگاہیں، از سید ابوالحسنات ندوی۔
(۳۵) ہندوستان میں عربی علوم وفنون کے ممتاز علماء اور ان کی عربی خدمات از پروفیسر یونس نگرامی، نامی پریس لکھنؤ ۱۹۷۶ء۔
(۳۶) ہندوستانی مفسرین اور ان کی عربی تفسیریں از ڈاکٹر سالم قدوائی، مکتبہ جامعہ لیمٹیڈ ۱۹۷۳ء۔

رسائل

(۳۷) ''العلم'' کراچی، اکتوبر تا دسمبر ۱۹۵۶ء۔
(۳۸) ''آجکل'' نئی دہلی اگست ۱۹۷۹ء۔

(39) Islamic Survey : An Intellectual History of Islam in India, by Azeez Ahmad Edinburg University Press 1969.

(40) The contribution of India to Arabic litrature, by Dr. Zubaid Ahmad.

مقبرہ حافظ الملک حافظ رحمت خاں

اشاریہ

عربی علم وادب

میں

روہیلکھنڈ کا حصہ

پ

ٹ

ث

ج

چ

ح

خ

د

ش

ص

غ

ق

گ

ل

م

ن

و

نمونہ جاتِ عربی مخطوطات

در

رام پور رضا لائبریری

رام پور

للامام ابى عبد الله سفيان بن سعيد بن مسروق الثورى الكوفى

المتوفى سنة ١٦١ه/٧٧٧م

رواية ابى جعفر محمد عن ابى حذيفة النهدى عنه

صححه و رتبه و علق عليه

امتياز على عرشى

مدير مكتبة رضا رامبور، الهند

و طبع باعانة وزارة المعارف لحكومة الهند

فى هندوستان پرنٹنگ ورکس، رامبور

١٣٨٥ه/١٩٦٥م

٢٩٦

سورة الفتح

١:٨٩٦ - سفين عن سلمة بن كهيل عن عباية بن ربعی[1] عن علی فی قوله «و الزمهم كلمة التقوی» قال، لا اله الا الله و الله اكبر[2]۔ (الآية ٢٦) -

٢:٨٩٧ - سفين عن منصور عن مجاهد قال، لا اله الا الله[3]۔

٣:٨٩٨ - سفين عن أبي اسحق عن عمرو بن ميمون مثله[4]۔

٤:٨٩٩ - سفين عن حميد الاعرج عن مجاهد فی قوله «سيماهم فی وجوههم» قال، الخشوع و التواضع[5]۔ (الآية ٢٩) -

٥:٩٠٠ - سفين عن منصور عن مجاهد قال، هو الخشوع[6]۔

١—و فی الطبری ٢٦/٦٠ : «عن رجل عن علی» - و هو الاسدی الكوفی « ضعيف ۔ من عتق الشيعة ۔ ابن ابی حاتم ٣,٢/٢٩ -

٢—رواه الحاكم فی المستدرك ٢/٤٦١ و الطبری ٢٦/٦٠ عنه - و ليراجع ابن كثير ٤/١٩٤ و الدر ٦/٨٠ و الشوكانی ٥/٥٣ - و قال القرطبی ١٦/٢٨٩ : «روی مرفوعا من حديث ابی بن كعب عن النبی صلعم - و هو قول علی و ابن عمرو ابن عباس و قتادة و عكرمة و الضحاك و سلمة بن كهيل و عبد ابن عمير و طلحة بن مصرف و الربيع و السدی و ابن زيد - و قاله عطاء الخراسانی و زاد محمد رسول الله» - و ليراجع المعالم ٦/١٧٧ ۔

٣—كذا رواه الطبری ٢٦/٦١ عنه - و ليراجع الطبرسی ٥/١٢٦ و الدر ٦/٨٠ -

٤—كذا رواه الطبری ٢٦/٦١ - و ليراجع الحلية ٤/١٤٩ و الدر ٦/٨٠ ·

٥—كذا رواه الطبری ٢٦/٦١ عنه - و فی تفسير عبدالرزاق ٨٩ ثف : «التخشع و التواضع» - و اخرج ابن المبارك و عبد بن حميد و ابن نصر عن مجاهد مثله - ليراجع الدر ٦/٨٢ - و قال ابن كثير ٤/٢٠٤ : «قال مجاهد وغير واحد : يعنی الخشوع و التواضع» - و ليراجع القرطبی ١٦/٢٩٣ و المعالم ٦/٤٧٩ و الاحكام ٢/٢٢١ ·

٦—كذا رواه الطبری ٢٦/٦١ و ابو نعيم فی الحلية ٣/٢٨٢ عنه - و فی تفسير عبدالرزاق ٨٩ تف : قال «التخشع» - و ليراجع ابن كثير ٤/٢٠٤ و الدر ٦/٨٢ -

الورى محيي مراسم العلوم والعلماء لا زال ساميا

وكمل كل الاكرام على حاله كمالا

حارس الجلال موجد الكمال واصل الله

راحم الورى سالك السماء مالك الهدى

عالم الاسرار حاكم العالي ولي الله

كالاسد الحاكم هو مالك الامر

عادل العصر ملاذ الكرام امام الامم حاكم

اهل الاسلام مكرم العوام صالح الصلحاء

مكرم العلماء معدن الرحم والاكرام

سید دالجماد علی الدوام امره حسام علی الاعداء

وصمصام علی الرؤساء والامراء نواب

محمد کلب علیخان بهادر دام اکرامه

عطاء کم علی الامصار طرا کما مطر السماء علی الدوام

لکل العاملی الاکراه رعا لعهدک اهلوا سؤمدلما

بسم الله الرحمن الرحیم

الر علم الله ساده تلک ایت الکتب

هؤلاء اعلام کلام الله المبین لامع لعلم

الکمال

اسم و ...

... الا اهداء

... رحمها وسلاما ...

... لله ورسله والموعود على

الدوام كمل الامر والكلام

... علی عباس

والد علی حسین خان عفی عنہ
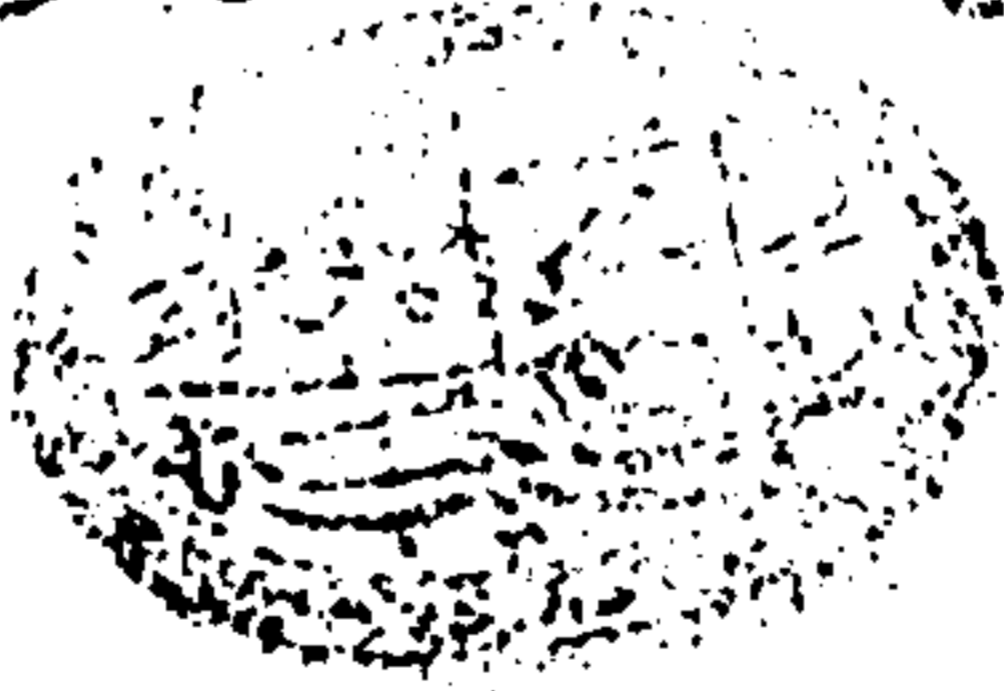
فصوص الحکم نمبر۶۹۲ رام پور رضا لائبریری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ والمنۃ وعلی رسولہ وآلہ الصلوٰۃ والتحیۃ اما بعد فیقول العبد المحوج الی
اللہ الغنی عبد العلی محمد ابن العارف العالم مولانا نظام الدین محمد ابن العارف
العالم الشہید قطب الدین محمد الانصاری السہالی جزاہما اللہ عنی خیر الجزاء واحسن
الی یوم الجزاء ان الفص النوحی من فصوص الحکم للشیخ خاتم الولایۃ المحمدیۃ محی الدین
ابن العربی کان مطمح نظر الکاملین ومد نظر الناظرین اردت ان انظر فیہ بالبیان
والشرح بالعیان قال الشیخ قدس سرہ الاصفی فلو ان نوحا علیہ السلام جمع لقومہ
حین دعاہم بین الدعوتین ای دعوی التشبیہ والتنزیہ لکن بحیث یجز عبادۃ الاصنام
التی ہی مظاہر مقیدہ وتشبیہ الکما جمع نبینا صلوات اللہ علیہ وعلی الہ وابوہ لکون
اجابۃ ہذہ الدعوۃ علی وفق ہواہم لکن نوحا علیہ الصلوٰۃ ماکان سایغ لہ ہذا النحو
عن الدعوۃ لا عقلا ولا شرعا لان عبادۃ ہذہ المجالی مبعدۃ عن الحقیقۃ وموصلہ
الی الشرک سلک الانبیاء والرسل قد دعاہم جہارا ای بالاسم والتشبیہ لکن
لا علی وفق ہواہم ثم دعاہم اسرارا ای بالاسم والتنزیہ لما لم یجیبوا الدعوۃ
الاولی ولئلا یتوہم التنزیہ الصرف ولم یدع علیہ السلام بالکلمۃ الجامعۃ لانہ لم یعطہ
تم شدہ علیہ السلام دبین لہم طریق الرشد وقال استغفروا ربکم ای استروا وجودا حکم

دردالہم

وذوتكم واوهما تكم موجوده وذاته بصفته وافتوها في ذاته تعالى ولا تخلوا وجودكم
الا بوجوده انه كان غفارا اكثر السنة والوصول الى هذا الفناء انما يحصل بترك عبادة
الاوثان واتباع الرسل وبعده كان مقصوده عليه السلام ان يتبعوه ويحبوا وتجو
يحصل لهم هذا المقام الشريف ثم لما لم يجيبوا دعوته عليه السلام ولم يقبلوا حتى صار الا
للحق ومر على ذلك الف سنة الا خمسين عاما وايس من ايمانهم اعرض عنهم وتوجه
الى الرب الرسل فشكا اليه وقال ابعثت للدعوة ودعوت قومي ليلا من حيث
الباطن الى التنزيه ودعوت نهارا من حيث الاسم الظاهر الى التشبيه وما تركت
من وجوه الدعوة فلم يزدهم دعائي الا فرارا ولم يقبلوا ما دعوت وذكر نوح
عن قومه انهم تصامموا عن دعوته اي ظهر الاسم الصمود ولم يكن اباهم اظهارا
والكمال الشعور كما نص سبحانه بقوله واني كلما دعوتهم لتغفر لهم جعلوا اصابعهم في
اذانهم بعلمهم بما يجب عليهم من اجابة دعوته اي لاجل انهم كانوا استيقنت
انفسهم بالنبوة فامتنعوا عن الكد استماع كلامه لئلا يجب اجابة دعوته في ظنهم
الفاسد انهم كانوا جاحدين مع علمهم بحقيته كما جحد اليهود نبوة نبينا محمد صلى
الله عليه واله وسلم مع علمهم بها كعلمهم بالابناء ومع ذلك كانوا يخدعون
الله سبحانه بهذا الصنع لكن العلماء العاشقين كان ايديهم اخذ الحقائق عن كل
ما وجد ويوجد وعن كل قول وفعل عدم الالتفات الى ما فيه من الساقط وما لا
يعني فعلم العلماء بالعدما اشار اليه نوح عليه السلام ذكر من التفاتهم بانهم
طلبوا الدعوة الى الجامعة بين التشبيه والتنزيه لان الجمع بينهما هو الرتبة العظمى ان لم
يكن نوح عليه السلام لا دهذا الشار لب ان الذم اي بالكلام الذي نص عليه

بدله انفسهم

اما المقدمة ففي تعريف الطب وتقسيمه وضبط موضوعاته الطب علم يعرف به احوال بدن الانسان

ومرضه لحفظ الصحة وازالة المرض بقدر طاقتنا وينقسم الى نظري وهو الذي لا يتعلق بكيفية عمل

وعملي وهو الذي يتعلق بها وموضوعه بدن يتوقف عليه الصحة حفظا او ردا وموضوعات النظر

اربعة امور احدها الامور الطبيعية وهي سبعة ازلية كالاحوال وهي الاركان والاخلاط

والاعضاء والارواح والقوى كالصورة لها وهي المزاج والقوى والافعال كالغاية

لها وهي الافعال ثم الحقوا بها اربعة اخرى وهي الاجناس والاسنان والالوان والسحنات

وثانيها احوال بدن الانسان وهي ثلثة الصحة والمرض وزاد بعضهم الحالة المتوسطة

وثالثها الاسباب الفاعلة والحافظة لتلك الاحوال وهي ثلثة بادية وسابقة وواصلة

وكل منها اما ضرورية او غير ضرورية اما الضرورية فهي ستة الهواء والماكول والمشروب

والنوم واليقظة والحركة والسكون البدنيان والحركة والسكون النفسانيان والاحتباس

والاستفراغ ثم الحقوا بها المساكن والعادات والصناعات واما الغير الضرورية

الواردة فاما ملايم للطبيعة في بعض الاحوال كالاغتسال والجماع وغيرهما واما

غير ملايم كالوثي والحرق وغيرهما ومن الاسباب اسباب غريبة للكيفيات الاربعة وا

سببية لمرض مرض ورابعها العلامات الدالة عليها فمنها تدل على الامزجة الجبلية ومنها

على الرطبة ومنها تدل على حسن التركيب ومنها على سوئه ومن العلامات علامات خبرية

دالة اما على نفس المرض او اسبابه البادية او الواصلة او ما له وموضوعات العملي

امور تدبير حفظ الصحة وكيفية ازالة المرض واولها اما تدبير حفظ الصحة فهو تعديل الستة

الضرورية واما كيفية ازالة المرض فثلثة اقسام التصرف في الستة الضرورية

واستعمال الادوية والاغذية والعمل باليد واما الالات فمثل الاغذية والادوية

بسم الله الرحمن الرحیم

الحمد لله لانه مؤمن فالمخالف عنه عمدا بلا عذر شرعي حنفي كافر والصلوة والسلام على
رسوله محمد خاتم النبيين لانه مؤمن ايضا بناء على قوله تع آمن الرسول بما انزل اليه من ربه
الآية فالمخالف عنه عمدا بلا عذر شرعي حنفي ايضا كافر وعلى اله واصحابه واجمعين رحماء
بينهم وهم كلهم مؤمنون بما انزل اليه بناء على قوله تع امن الرسول بما انزل اليه والمؤمنون
كل امن بالله وملائكته وكتبه ورسله لا نفرق بين احد من رسله وقالوا سمعنا واطعنا ط
غفرانك ربنا واليك المصير الى قوله فانصرنا على القوم الكافرين وفالمخالف عنهم عمدا
بلا عذر شرعي حنفي ايضا كافر اما بعد لما رايت في الهند اكثر اهل الهند
مخالفين عن مذهب الامام ابي حنيفة رحمه الله عليه بلا عذر شرعي حنفي وهذا كفر فالمخالف عنه
ايضا كافر وقد قال الله تع ولتكن منكم امة يدعون الى الخير ويامرون بالمعروف وينهون
عن المنكر واولئك هم المفلحون والمخالف عنها عمدا بلا عذر شرعي حنفي لا يكون من المفلحين
فهو ايضا كافر بناء على قوله تع ولا تكونوا كالذين تفرقوا واختلفوا من بعد ما جاءهم
البينات واولئك لهم عذاب عظيم يوم تبيض وجوه وتسود وجوه ط فاما الذين اسودت
وجوههم اكفرتم بعد ايمانكم فذوقوا العذاب بما كنتم تكفرون واما الذين ابيضت وجوههم
ففي رحمة الله هم فيها خالدون تلك ايات الله نتلوها عليك بالحق وما الله يريد ظلما للعالمين
وفيه دليل ان من اسودت وجوههم فهم كفرة ومن ابيضت وجوههم ففي رحمة الله فاولئك
هم المؤمنون فالمخالف عنهم كافر والناس على نوعين كافرون ومؤمنون بناء على قوله تع
وهو الذي خلقكم فمنكم كافر ومنكم مؤمن والله بما تعملون بصير فالمخالف عن المؤمن عمدا كافر
ثم المؤمنون

ثم المومنون على نوعين منهم صادقون ومنهم كاذبون بناء على قوله تع الم ذلك الكتاب
لا ريب فيه هدى للمتقين الذين يومنون بالغيب ويقيمون الصلوة ومما رزقناهم ينفقون
والذين يومنون بما انزل اليك وما انزل من قبلك وبالاخرة هم يوقنون اولئك على هدى
من ربهم واولئك هم المفلحون فاذا لم يكن في القران ريبا فمن وثق به دايما علما وعملا بطريق مذهب
الامام ابي حنيفة رحمه الله فهو مومن صادق ومن خالف عنه فهو مومن كاذب بناء على قوله تع
ومن الناس من يقول امنا بالله وباليوم الاخر وما هم بمومنين يخادعون الله والذين امنوا وما
يخادعون الا انفسهم وما يشعرون في قلوبهم مرض فزادهم الله مرضا ولهم عذاب اليم بما كانوا
يكذبون فالكاذبون منافقون ولا واسطة بين الكفر والاسلام فالمومنون الكاذبون كافرون
والكافر من اتبع الباطل والمومن من اتبع الحق من ربهم بناء على قوله تع ذلك بان الذين كفروا اتبعوا الباطل
وان الذين امنوا اتبعوا الحق من ربهم كذلك يضرب الله للناس امثالهم وجميع الناس يقولون انا
مومنون وهم مختلف المذاهب والحق واحد فواحد منهم حق والبواقي كل واحد منهم باطل والحق
هو الله تع ورسوله وكتابه القرآن وخليفة الله واحد في القرآن بناء على قوله تع يا ايها الذين
امنوا اطيعوا الله واطيعوا الرسول واولي الامر منكم وهو خليفة نبي الله لان له الترجيح
وهو حنفي المذهب بناء على قوله تع فاقم وجهك للدين حنيفا فطرة الله التي فطر الناس عليها
لا تبديل لخلق الله ذلك الدين القيم ولكن اكثر الناس لا يعلمون منيبين اليه واتقوه واقيموا
الصلوة ولا تكونوا من المشركين من الذين فرقوا دينهم وكانوا شيعا كل حزب بما لديهم فرحون
ولا ترجيح لبعضهم على بعض فتعارضا فتساقطا فبقي قول الامام ابي حنيفة رحمه الله بلا معارض
ولان له الترجيح فهو الحق وتعين الحق فرض فتعين مذهبه للعلم والعمل به دايما وما سواه باطل
واتباع الباطل كفر لما قلنا اردت ان الف لهم كتابا موافقا بالقران لعلهم ينتهون
وسميته بالبديهي في المذهب الحنفي وانا المسمى نور الدين ابن اسمعيل بالحق واليقين
جعل الله مسكني في بلدة سميها المسلمون بالمصطفاباد والمشركون بالرام نور وهي بلدة

طيبة في الهند اطيب الثمرات من المسك والكافور ۞ جعل الله سلطانها نوابا

سيما يوسف علي خان من سبط نواب فيض الله خان ابن نواب

العالي محمد خان ليوافق الناس بالقرآن والحديث المأثور ۞ قال الله وجعلنا في

كل قرية اكابر مجرميها ليمكروا فيها وما يمكرون الا بانفسهم وما يشعرون ۞ فيا هو

عالم في المنطق بسلم العلوم وفي الاصول مسلم ۞ بل بسائر كتب الاحاديث والتفاسير

وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم علماء امتي كانبياء بني اسرائيل

فعليه ان يجعل الناس موافقا بمذهب الامام ابي حنيفة رحمه الله في سائر احكام

علم الفقه التي هي ثابتة بالمشاهير ۞ اللهم انصر من نصر دين محمد بطريق مذهب

الامام ابي حنيفة رحمه الله عاجلا بدون التأخير ۞ لان من يسكن في الدنيا بلا كونه

حنيفا مسلما دائما فمثله كمثل الكلب ان تحمل عليه يلهث او تتركه يلهث ۞ هكذا مذكور

في القرآن في قصة بلعام ابن باعورا ۞ باب في بيان بداية توبة نصوح عن

جميع المذاهب الباطلة وعن جميع الذنوب والآثام قبل الايمان بالله وقبل قبول جميع

احكامه تع بناء على قوله تع ومن يكفر بالطاغوت ويؤمن بالله فقد استمسك بالعروة

الوثقى لا انفصام لها الى يوم ينفخ في الناقور ۞ وبناء على قوله تع قل انما حرم ربي الفواحش

ما ظهر منها وما بطن والاثم والبغي بغير الحق وان تشركوا بالله ما لم ينزل به سلطانا

وان تقولوا على الله ما لا تعلمون ۞ وفيه دليل ان الكفر بالطاغوت مقدم على الايمان بالله

والطاغوت باطل واتباع الباطل كفر ۞ فمن اتبع الباطل عمدا فهو كافر ۞ وفي القول الثاني

جعل حرمة كل اثم كحرمة المشرك بالله شيئا ما لم ينزل به سلطانا وبارتكاب الشرك

بالله شيئا عمدا بلا عذر شرعي حنفي يكفر كذلك يكفر بارتكاب اثم اي اثم كان هو منهيا عنه

نصا قطعا لا شبهة فيه بناء على قوله تع اذا قضى الله ورسوله امرا ان يكون لهم

الخيرة

وما كان لمؤمن ولا مؤمنة

الخيرة من امرهم ومن يعص الله ورسوله فقد ضل ضلالا مبينا ○ والكفر نقيض الايمان

لان الايمان هو تصديق بالله وقبول جميع احكامه من حيث انها جميعا والكفر عدم

تصديق الله وعدم قبول جميع احكامه من حيث انها جميعا والعدم واللاتصديق

سواء واللاتصديق نقيض التصديق فالعدم ايضا نقيض التصديق واجتماع

النقيضين وارتفاع النقيضين وارتفاع النقيضين محال فلا بد من ارتفاع احدهما او لا

ورفع الايمان بالله وقبول جميع احكامه كفر والكفر منهي عنه نصا قطعا كما قال الله

كيف تكفرون بالله وكنتم امواتا فاحياكم الاية وبناء على قوله تع وان الله لا يرضى لعباده الكفر

فلا بد من رفع الكفر اولا ولا يمكن رفع الكفر الا ان يتوب توبة نصوحا عن اتباع جميع

المذاهب الباطلة وعن جميع الذنوب والاثام اولا ثم استقام به دائما بناء على قوله تع

يا ايها الذين امنوا توبوا الى الله توبة نصوحا عسى ربكم ان يكفر عنكم سياتكم ويدخلكم

جنات تجري من تحتها الانهار توبوا اي ارجعوا الى الله نصوحا فعول مصدر

من النصح اى نصحت له نصحا ونصوحا وهي المبالغة في النصح التي لا ينوي التائب

معها المعاودة الى المعصية وقال الحسن هي ندم بالقلب واستغفار باللسان وترك

بالجوارح واضمار ان لا يعود والتوبة متاخرة في هذه الاية فالمراد بها القيام بها دائما

ومقدمة في قوله تع واني لغفار لمن تاب وامن وعمل صالحا ثم اهتدى اي ثم استقام

بهذه الثلاثة دائما حتى ان يموت وهو تايب ومومن وعامل الصالحات دائما فنفس التوبة

مقدمة على الايمان والعمل الصالح والقيام والاستمرار بها بعد الايمان والعمل الصالح الى يوم القيامة

واما نفس التوبة عن جميع المذاهب الباطلة وعن جميع الذنوب والاثام مقدمة على الايمان بالله

بناء على قوله تع يا ايها النبي اذا جاءك المومنات يبايعنك على ان لا يشركن بالله شيئا ولا يسرقن

ولا يزنين ولا يقتلن اولادهن ولا ياتين ببهتان يفترينه بين ايديهن وارجلهن ولا يعصينك

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ علی سیدنا محمد وآلہ المبشرین بالجنۃ واصحابہ اجمعین

وبعد فقد زعم بعض عوام بلدنا هذا بل بعض الخواص منهم لا مهارة لهم ولا اشتغال

لهم بكتب الحديث وشروحها ان البشارة بالجنة لسيدة النساء فاطمة الزهراء

والحسنين سلام اللہ علیهم ظنية فاراد هذا العبد ان يبين للناس ما خفي عليهم

من ذلك فاقول وباللہ التوفيق ان البشارة لهم قطعية بثلاثة وجوه بالكتاب

والسنة والاجماع اما الكتاب فانه قد ورد في القرآن في شأن هؤلاء الكرام

على ما ضبطه المحققون ومنهم صاحب الصواعق المحرقة اربعة عشر آية في فضلهم

وتبجيلهم كل منها يوجب الظن بكونهم رضوان اللہ علیهم في الجنة فاذا كان

كل منها بانفراده يوجب الظن بكون هؤلاء في الجنة فلا ريب في ان مجموعها

یارب صل علیه ما صدحت علی الایک الورق حمامة ورقاء

حیاهم الرحمن ما احیی حیا

ارضاً وسحت دیمة وطفاء

تم وابیات القصیدة ثمانمائة وستة وتسعون اثنانا

تو تو تو فقط

نقل ثالث از مسودۂ حضرت مصنف علیہ الرحمۃ حسب الحکم محکم عالیجناب مکرمت انتساب حضرت حافظ احمد علی خاں صاحب بہادر

کنٹرولر ہاؤس ہولڈ و اعلیٰ افسر کتب خانہ ریاست رام پور۔ از قلم احقر خلق اللہ القوی

محمد عاشق علی متوطن رامپور۔ بتاریخ ۱۲ ر شوال المعظم ۱۳۴۳ھ

مطابق ۷ ر مئی ۱۹۲۵ عیسوی ÷

صورت اختتام

پذیرفت

یارب صل علیه ما صدحت علی

الأیک الوریق حمامة ورقاء

حیّاهم الرحمٰن ما احیی حیًّا

ارضاً وتحت دیمة وطفاء

تم وابیات القصیدة

مائة وعشر وتسعون ابیاتاً

تم تم تم فقط

نقل ثانی از مسوده حضرت مصنف مغفور و مرحوم   ... مد ظلہ
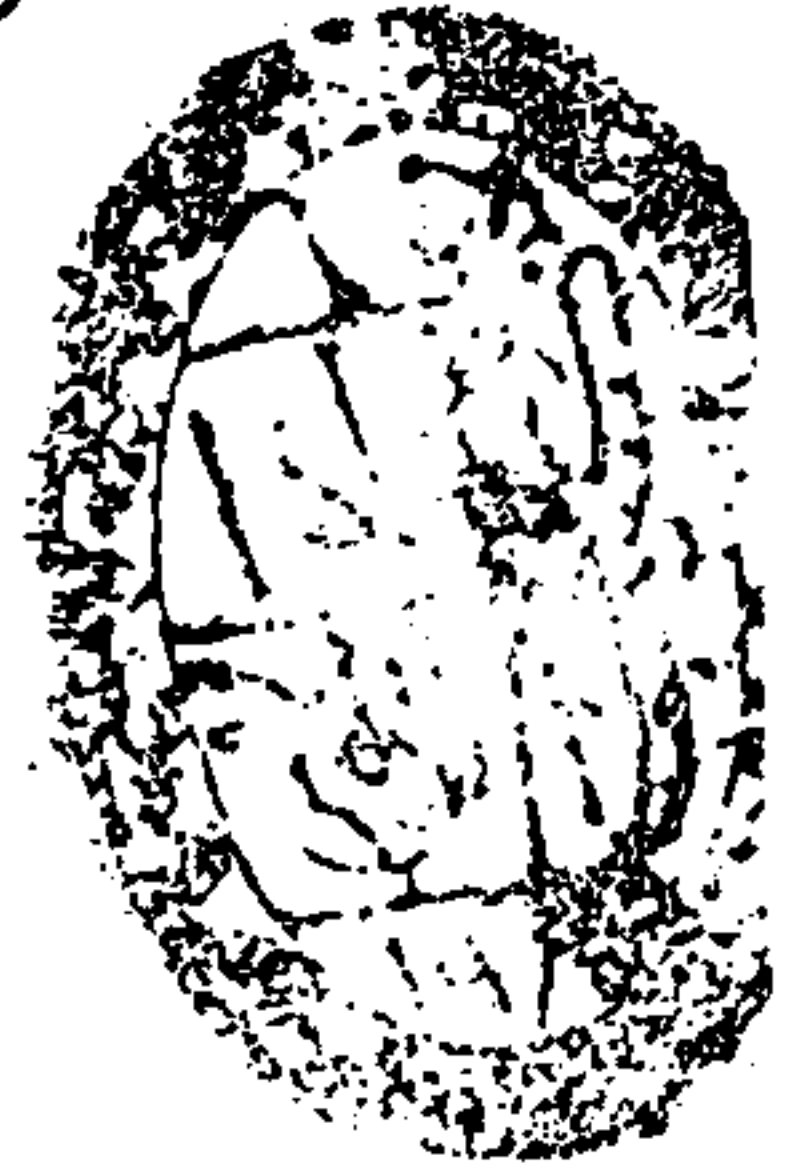
Name of the Book **'Arabi Zaban-wa-Adab Mein Rohelkhand ka Hissa**

Written by : Dr. Abu Sa'd Islahi

Foreword by : Dr. W.H. Siddiqi

Year of Publication : AD 2004 (First Edition)

Quantity : 500 Copies

Price : Rs. 350/-

Published by : Dr. W.H. Siddiqi
O.S.D.
Rampur Raza Library

Printed by : **Printology Inc.**
2833, Kucha Chellan
Darya Ganj, New Delhi-110002

ISBN 81-87113-62-6

‘Arabi ‘Ilm-wa-Adab

Mein

Rohelkhand ka Hissa

Written by

Dr. Abu Sa‘d Islahi

Foreword by

Dr. W.H. Siddiqi

Rampur Raza Library

Qila Rampur, Rampur (U.P.)